

# مشقی تدریس

کیوں اور کیسے؟

محمد اکرم خاں



مکتب جامعہ دہلی  
میٹنڈ

اشتراك

فوج کے نسلی برائے ذرع اُذوفن بائیلہ

# مشقی تدریس

کیوں اور کیسے

ڈاکٹر محمد اکرم خاں

مکتب جامعہ دہلی  
میٹڈا

اشتراك

فوج کو نسلی بارے وضع اُذونات باندھا

### Mashqi Tadrees Kyon Aur Kaise

by

Mohd. Ikram Khan

Rs.62/-



### صدر دفتر

011-26987295

مکتبہ جامعہ لمبیڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی - 110025

Email: [monthlykitabnuma@gmail.com](mailto:monthlykitabnuma@gmail.com)

### شاخیں

011-23260668	مکتبہ جامعہ لمبیڈ، اردو بازار، جامع مسجد دہلی - 110006
022-23774857	مکتبہ جامعہ لمبیڈ، پرس بلڈنگ، بمبئی - 400003
0571-2706142	مکتبہ جامعہ لمبیڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ - 202002
011-26987295	مکتبہ جامعہ لمبیڈ، بھوپال گروہنڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی - 110025

قومی اردو کونسل کی کتابیں مذکورہ شاخوں پر دستیاب ہیں

قیمت: 62 روپے

تعداد: 1100

سناشافت: 2011

سلسلہ مطبوعات: 1487

ISBN: 978-81-7587-611-8

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھومن 9/33 FC-33، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی - 110025

فون نمبر: 49539000 | فیکس: 49539099

ایمیل: [www.urducouncil.nic.in](http://www.urducouncil.nic.in) | ویب سائٹ: [urducouncil@gmail.com](mailto:urducouncil@gmail.com)

طابع: جے۔ کے۔ آفیٹ پرنزز، بازار نیا محل، جامع مسجد - 110006

اس کتاب کی چھپائی میں TNPL Maplitho GSM 70 کانڈہ کا استعمال کیا گیا ہے۔

## معرضات

قارئین کرام! آپ جانتے ہیں کہ مکتبہ جامعہ لمبیڈ ایک قدیماً اشاعتی ادارہ ہے، جو اپنے ماضی کی شاندار روایات کے ساتھ آج بھی سرگرم عمل ہے۔ 1922ء میں اس کے قیام مکے نامنحہ ہی کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا جو زمانے کے سردو گرم سے گزرتا ہوا آگے کی جانب گامزن رہا۔ درمیان میں کئی دشواریاں حائل ہوئیں، نامساعد حالات نے بھی سابقہ پڑا مگر سفر جاری رہا اور اشاعتوں کا سلسلہ کلکی طور پر کبھی منقطع نہیں ہوا۔

اس ادارے نے اردو زبان و ادب کے معترض و مستند مصنفوں کی سیکڑوں کتابیں شائع کی ہیں۔ بچوں کے لیے کم قیمت کتابوں کی اشاعت اور طلباء کے لیے ”دری کتب“ اور ”معیاری سیریز“ کے عنوان سے مختصر مگر جامع کتابوں کی تیاری بھی اس ادارے کے مفید اور مقبول منصوبے رہے ہیں۔ ادھر چند برسوں سے اشاعتی پروگرام میں کچھ متعطل پیدا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے فہرست کتب کی اشاعت بھی متوجہ ہوتی رہی مگر اب برف پکھلی ہے اور مکتبہ کی جو کتابیں کمیاب بلکہ نایاب ہوتی جا رہی تھیں شائع ہو چکی ہیں۔ زیرنظر کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اب تمام کتابیں مکتبہ کی دلی، ممیزی اور علی گڑھ شاخوں پر دستیاب ہیں اور آپ کے مطالبہ پر بھی روانہ کی جائیں گی۔

اشاعتی پروگرام کے جمود کو توڑنے اور مکتبہ کی ناؤ کو ہنور سے نکالنے میں مکتبہ جامعہ بورڈ آف ڈائرکٹریس کے چیئرمین اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کے وائس چانسلر جناب نجیب جنگ (آئی اے ایس) کی خصوصی دلچسپی کا ذکر ناگزیر ہے۔ موصوف نے قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے فعال ڈائرکٹر جناب حمید اللہ بحث کے ساتھ (مکتبہ جامعہ لمبیڈ اور قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے درمیان) ایک معابرے کے تحت کتابوں کی اشاعت کے معطل شدہ عمل کوئی زندگی بخشی ہے۔ اس سرگرم عملی اقدام کے لیے مکتبہ جامعہ کی جانب سے میں ان صاحبوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ امید ہے کہ یہ تعاون آئندہ بھی شامل حال رہے گا۔

خالد محمود

نجیب جنگ ڈائرکٹر، مکتبہ جامعہ لمبیڈ

# فہرست مصناعیں

	تعارف
۴	پیشہ لفظ
۹	حصہ اول :- مشقی تدریس کا پس منظر
۱۱	۱۔ استادوں کی تعلیم کیوں ؟
۱۳	۲۔ استادوں کی تعلیم کے آداب
۱۶	۳۔ مشقی تدریس اور اس کے مقاصد
۱۹	۴۔ مشقی تدریس کے تین سا جھے دار
۲۵	حصہ دوم :- مشقی تدریس کا دائڑہ عمل
۳۳	۱۔ مشاہدہ
۳۹	۲۔ استاد کی شخصیت کا مطالعہ اور مشاہدہ
۴۵	۳۔ درجے کا ڈسپلین اور اس کی اہمیت
۵۹	۴۔ بچے کا مطالعہ
۶۸	۵۔ اصول تدریس
۷۹	۶۔ اصول تعلم
۸۸	۷۔ پلاننگ (تدریس کی تیاری)
۱۰۹	۸۔ امدادی اور توضیحی سامان

۱۱۳	۹۔ کانفرنس اور اس کی اہمیت
۱۱۶	۱۰۔ نصابی مشاغل
۱۲۲	۱۱۔ مشقی تدریس کی تقویم معنی تعیین قدر
۱۲۹	۱۲۔ مشقی تدریس کا ایک اہم پہلو — سماجی خدمت
۱۳۳	۱۳۔ مشقی تدریس اور سماجی خدمت — ایک بحث
۱۳۳	۱۴۔ اصطلاحات
۱۳۳	۱۵۔ کتابیات

# انتساب

مدرسہ صولتیہ  
مکتبہ مکتبہ کے کامیاب استاد اور نگران

عزیزم مولانا مسعود لیٹھیم کے نام

محمد اکرم خاں

## تعارف

دوجدید کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ سائنس اور ٹیکنولوچی کا استعمال ہر ایک سماجی کام میں نظر آتا ہے۔ کسی میں کم اور کسی میں زیادہ۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے کام کرنے میں آسانی بھی ہوتی ہے اور نتیجہ بھی دہتر ہوتا ہے۔ چنانچہ تعلیم و تعلم کے میدان میں بھی اب یہ زجان نظر آنے لگا ہے۔ سائنس کا دار و مدار تجربہ، مشاہدہ اور استدلال پر ہے۔ سائنس کا تقاضا ہے کہ ہر خیال اور عمل کو عقل کی کسوٹ پر پرکھا جائے۔ کیوں کہ اس طرح جو اصول یا اگر دریافت ہوتا ہے، اس کا اطلاق اگر سوچ سمجھ کر سی بلتی جلتی صورت حال میں کیا جائے، تو امید کی جاتی ہے، کہ متوقع نتیجہ برآمد ہو گا۔ مگر سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیسے معاملہ میں جیس کامگزی کردار انسان ہو۔ وہ انسان جو ہر لمحہ تغیر پذیر ہے، جسے شاعر ہندی نے "محشر خیال" سے تعبیر کیا ہے، جس کے عمل اور رُدِ عمل کے بارے میں یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ کیا سائنس اور ٹیکنولوچی کو اسی اعتماد کے ساتھ بتا جاسکتا ہے، جیسا غالباً ماذی عوامل میں ہوتا ہے؟ اگر آپ کو کسی یکمیابی مركب کا نسخہ معلوم ہے، اس کے اجزاء اور ترکیبی کی خصوصیات اور تعامل کا علم ہے، تو آپ پورے یقین کے ساتھ کہ سکتے ہیں کہ اس مركب کو تیار کر لیں گے۔ کسی خاص قسم کا کھانا پکانے کی ترکیب سیکھ لی ہو، اس کے مضمر اصولوں کی صحیح واقفیت ہو اور متعلقہ ٹیکنولوچی پر مکمل درست رس حاصل ہو، تو کھانا یقینی طور پر معیاری ذاتیہ کا تیار ہو جائے گا ایسے معاملات میں سائنس اور ٹیکنولوچی پر پورا بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ مگر درس و تدریس، سیکھنے اور سکھانے کا معاہدہ خاصاً مختلف ہے۔ دراصل یہ ایک تخلیقی عمل ہے۔ فن تدریس کا کوئی اصول خواہ کرنے بھی احتیاط کیے گئے تجربات پر مبنی ہو یا ایک کلیئہ آموزش کیسی بھی سائنسی چھان بین کے بعد وضع کیا گیا ہو، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس اصول یا کلیئہ کو برتنے سے پڑھانے یا سیکھنے کے عمل میں لازمی طور پر کامیابی حاصل ہوگی۔ ہر استاد اور ہر طالب علم کو موقع کے لحاظ سے سیکھنے سکھانے کا مناسب طریقہ کا خود دریافت کرنا پڑتا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سیکھنے سکھانے کی کوئی علی اساس نہیں ہے بلکہ تخلیقی عمل خود حرکی نہیں، اور نہ ہی وجدانی کیفیت پر محضر ہے۔ تحقیق اور تجربہ کی بنا پر فن تدریس سے متعلق جس علم کی نشووناہوی ہے، اسے حاصل کر کے ہی سیکھنے سکھانے کے تخلیقی عمل کو بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔

استادوں کی تعلیم میں یہ چیز بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ انہیں اپنے پیشے کے تقاضوں سے صرف نظری واقعیت ہی نہ ہو، بلکہ ان سے عہدہ براہو نے کی عملی صلاحیت بھی حاصل ہو جائے۔ یہ اتنا بڑا کام ہے کہ ایک دو سال کی ٹریننگ میں، چیساکہ ہمارے دلیں کا چلن ہے، پہلے شکل انجام دیا جا سکتا ہے۔ اس صورتِ حال میں، ٹریننگ کی حصرت کا غائب یہ بہتر استعمال ہو گا کہ ٹریننگ کے عملی پہلو پر زیادہ وقت صرف کیا جاتے۔

ڈاکٹر محمد اکرم خاں صاحب نے استادوں کی ٹریننگ کے عملی پہلو کی اہمیت کو محسوس کیا ہے اور اس کے پیش نظر "مشقی تدریس" کو اس کتاب کا موضع بنایا ہے۔ بُرستی سے ہمارے ملک میں ٹریننگ کا یہ پہلو بہت مکروہ ہے اور اسے جس طرح انجام دیا جاتا ہے، کچھ ایسا لگتا ہے کہ کیئے کی لاج رکھنا مقصود ہے۔ اکرم صاحب نے اس موضوع کے تمام پہلوؤں سے تفصیلی بحث کی ہے۔ اس مفید کام کو انجام دینے میں، ان کا اپنا طویل تجربہ، عقیق اور وسیع مطالعہ اور تحقیق سمجھی شامل ہیں۔

امید ہے کہ یہ کتاب ٹریننگ اسکوؤں اور کالجوں کے اساتذہ اور بالخصوص طلبہ کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی، اس لیے کہ اس میں ابتدائی اور ثانوی دونوں منزلوں کی تعلیمی ضرورتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔

مدد اللہ

۲۰-۲-۲۲

(ڈاکٹر سلامت اللہ)

## پیش لفظ

ہمیں نیشنل کونسل آف پیچرز ایجوکیشن پالسی کے اس خیال اور سفارش سے پورے طور پر اتفاق ہے کہ اسکوئی تعلیم کو بہتر بنانے کے لیے تدریس کو بہتر بنانا ہوگا اور تدریس کو بہتر بنانے کے لیے استادوں کی تعلیم کے اداروں کو مشقی تدریس کی طرف خاص توجہ دینی ہوگی۔ مشقی تدریس کو بہتر بنانے سے بغیر استادوں کی اتنی بڑی تعداد سے تدریسی فرائض کو جسن و خوبی انجام دینے کی امید کرنا عرض امید موہوم کے مترادف ہے۔

تدریس ایک تخلیقی عمل ہے۔ تعلیم کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس کو موثر اور کامیاب بنانے کے لیے نہایت ضروری ہے کہ استادوں کی تعلیم و تربیت کے زمانے میں تدریس کے ہر پہلو کو سمجھا کر اس کی عملی طور پر مشق کرائی جائے اور متعلم استادوں کو مشقی تدریس کے دوران جو مسائل پیش آئیں ان کو حل کرنا سکھایا جائے تاکہ وہ اپنی فطری خواہش کے مطابق اپھا استاد بن سکیں۔

استادوں کی تعلیم اور تربیت کے موجودہ نصاب تعلیم میں مشقی تدریس کو جو مقام حاصل ہے اس کی کمزوری اور غایبوں کے پیش نظر "مشقی تدریس کیوں اور کیسے" کتاب لکھی گئی ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہے۔ کتاب کا عام مقصد متعلم استادوں اور ان کے استادوں کو مشقی تدریس کے پروگرام کو موثر بنانے کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ کتاب کے پہلے حصے میں "مشقی تدریس کیوں" کی وضاحت کی گئی ہے اور دوسرا حصہ میں "مشقی تدریس کیسے" کو سمجھانے کی گوشش کی گئی ہے تاکہ متعلم استاد معلمی کے پیشے کی جملہ ذمہ داریوں کو سمجھ کر کھجدار اور جریبے کا راستادوں کی نگرانی اور رہنمائی میں انھیں پُورا کرنے کی صلاحیت اور مہارت پیدا کر سکیں۔

استادوں کی تعلیم کے میدان میں ابھی تک مشقی تدریس کے موصوع پر جو تحقیقاتی کام ہو چکا ہے اس کی رپورٹوں کے مطالعے کے سلسلے میں مجھے اپنی مادر علی - پیچرز کالج، کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک کی لائبریری سے جو مدد ہے اس کا شکریہ ادا نہیں کیا جاسکتا۔ اس مدد کے حاصل کرنے میں برخوردار نویڈ الاسلام خاں

ان کی سہن تنور احمد اور برادم ذکارِ السُّرفاں نیز بھی ڈاکٹر ظہیر الحسن سے جو ضروری مددگاری ہے اس کے لیے ان کے حق میں خدا سے دُعا ہے کہ وہ سدا خوش رہیں اور تند رست - جن کتابوں اور پورٹوں کا مطالعہ کیا گیا ہے ان کے نام اور ان کے مصنفین کے نام کتابیات میں شامل ہیں۔

یوں تو مشقی تدریس سے متعلق پورا موارد نیویارک کے دوران قیام فراہم کیا گیا لیکن اسے مشقی تدریس کیوں اور کیسے "کتاب کی شکل میں پیش کرنا ذرا مشکل ہو جا۔ ما اگر ڈاکٹر ڈاکٹر حسین لاہری ری کے ہر دل عزیز مہتمم شہاب الدین النصاری صاحب اور جامعہ طیہہ اسلامیہ کے ٹیچرز کالج کے سابق پرنسپل ڈاکٹر سلامت حب کا تعاون اور رہنمائی حاصل نہ ہوتی۔ ان کے علاوہ ٹیچرز کالج کے دونوں جوان اور ہونہار استاد ڈاکٹر سید مسرور علی اختر ہائی اور ڈاکٹر اکرام احمد سے بھی گاہے گاہے یڑھی مدد ملی ہے۔ میں ان سب کی رہنمائی اور کرم فرمائی کا دل سے تمنون اور احسان مند ہوں۔ میں معرفت ہوں اور شکر گزار غبی پروفسور شمسیم حنفی کا جھنوں نے کتاب کے سورے کو ٹھہرا اور اس کی عمارت کی نوک پلک درست کی۔

کیسے بتاؤں کہ یہ کتاب مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی کے قابل قدر میحرش اہل علی خاں صاحب کے منوا تر تھا صنوں اور ہمت افزا اخراجوں کی بنا پر مقررہ مدت کے اندر کتابی شکل میں آپ کے سامنے آسکی ہے۔ غذا کرے شاہد علی خاں صاحب سدا کامیاب رہیں اور خوش اور مکتبہ جامعہ کو مدت دراز تک ان کی سرپرستی اور رہنمائی حاصل رہے۔ آخر میں یہ دعا ہے کہ میری یہ حقیر کو "مشقی تدریس" کیوں اور کیسے، "متعلم استادوں اور ان کے استادوں کو یہ سند اچاٹے۔ آئین

محمد اکرم خان

۲۵۹- اکرام ہاؤس - جامعہ نگر - نئی دہلی

1-3-1989

(حصہ اول)

# مشقی تدریس کا سپن تنظر

(پہلا باب)

## اُستادوں کی تعلیم کیوں؟

کسی غاص موقع پر دُنیا کے ایک مشہور مفکر اور معلم نے امریکی اسکووں کے اُستادوں کے جلسے میں یہ بات کہی تھی کہ "کسی قوم کا مستقبل اس کے اُستادوں کے باتوں میں ہوتا ہے۔" بے شک یہ بات بڑی ہمیں اور باوزن ہے۔ تعلیمی کام کرنے کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ اُستادوں کے علم، ان کی شخصیت، ان کے طریقہ تعلیم اور طرزِ فکر کا جواہر آج ان کے طلبہ پر ہوتا ہے اسی کی وجہاں کل ان کے شہروں کی زندگی میں لگائی دیتی ہے۔ اگر کسی قوم کے بچے اور بچیاں لا پرواہ، نااہل اور غیر ذمہ دار اُستادوں کے سپرد کر دیے جائیں تو اس کا مستقبل یقیناً تاریک ہو گا۔ اس کے برعکس جو قوم اپنا مستقبل کامیاب بنانا چاہتی ہے وہ اپنے بچوں کے لیے ایسے اُستادوں کو تلاش کرتی ہے جو علمی، ذہنی، اخلاقی اور سماجی اعتبار سے لایق، فرض شناس اور محنتی ہوتے ہیں۔ وہ اُستادوں کی تعلیم اور تربیت کی پوری ذمہ داری حکومت اور سماج کے سپرد کر دیتی ہے۔ وہ حکومت اور سماج کے باہمی تعاون سے اُستادوں کی ضرورتیں پورا کراتی ہے اور ان کے لیے ایسا سازگار ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے جس میں انھیں اپنے فرانس منصبی کی ادائیگی میں کم سے کم دشواریاں پیش آئیں اور اپنے اُستادوں کی علمی قابلیت بڑھانے اور پیشہ وراثہ مہارتؤں کو سنوارنے کے لیے ان کی تعلیم و تربیت کا کام جاری رکھتی ہے یعنی اُستادوں کی تعلیم کو خواہ وہ متعلم اُستاد (STUDENT TEACHER) ہوں یا برسر روزگار اُستاد، جاری رکھا جاتا ہے تاکہ ان کے شاگرد ملک کے اپنے اور سمجھدار شہری بن کر اپنی قوم اور اپنے وطن کا نام روشن کر سکیں۔

جس طرح یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ آج کے طالب علم کل کے شہری ہوتے ہیں اسی طرح یہ بھی اتنا ہو گا کہ متعلم اُستاد (PUPIL TEACHER) کل کے اُستاد ہوتے ہیں۔ آج کے متعلم اُستادوں کو جس

طرح پڑھایا جائے گا۔ ان کے ساتھ جس قسم کا سلوک کیا جائے گا اور انہیں جس قسم کے تعلیمی تجربے کرائے جائیں گے اسی طرح وہ اپنی ملازمت کے دوران اپنے شاگردوں کے ساتھ پیش آئیں گے۔ اور اسی قسم کا سلوک ان کا اپنے شاگردوں کے ساتھ ہو گا۔ چنانچہ آج کے تمام ماہرین تعلیم اس بات پر متفق ہیں کہ عام تعلیم کو بہتر بنانے کے لیے استادوں کی تعلیم کو بہتر بنانا ہو گا۔ استادوں کی تعلیم کو بہتر بنانے کا مطلب ہے قوم کو بہتر بنانا۔

انسانی ادارے اپنا چولا بدلتے رہتے ہیں۔ حکومت ہو یا بھارت، سماجی ادارے ہوں یا سیاسی جماعتیں، اسکوں ہوں یا کالج۔ آپ کو ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ملے گا جو میساکل تھا دیسا ہی آج ہر اجتماعی اور انفرادی دونوں سطح پر نئی ضرورتیں سامنے آتی رہتی ہیں۔ پُرانی ضرورتوں میں سے کچھ پوری ہو جاتی ہیں اور کچھ وقت کے ساتھ باقی نہیں رہ جاتیں۔ نئی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے نئے وسائل اور نئے طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔ نئی ضرورتوں کے پیش نظر جدید ذہن اور علم کے ذریعے نئی نئی مشینیں بنتی رہتی ہیں۔ ادھر وقت کے ساتھ ساتھ علم کے خزانے میں بھی مسلسل امنافہ ہوتا رہتا ہے۔ بالخصوص سائنس اور میکنالوجی کے میدان میں۔ غرض یہ کہ انسانی ادارے اپنا نظام بدلتے رہتے ہیں۔ یہ بات اور ہے کہ کہیں تبدیلی ترقی کی شکل میں نظر آتی ہے اور کہیں ترقی کی صورت میں۔

معاشرتی زندگی اور اس کی تاریخ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہماری آج کی زندگی وہ ہے، میں رہی ہو گی۔ دیکھیے ناہمار ازرعی معاشرہ کس تیزی کے ساتھ صفتی ترقی کے اثرات قبول کر رہا ہے۔ ہمارا طریقہ کاشت اور عام رہن ہن کس تیزی کے ساتھ مشینوں کا غلام بنتا جا رہا ہے۔ سائنس اور میکنالوجی کے میدان میں کیسی ترقی ہو رہی ہے اور اس ترقی سے ہماری ہندسی اور تہذیبی اقدار اس قدر متاثر ہو رہی ہیں۔ سماجی اور شخصی سطح پر نئے مطالبات اور نئے مسئلے پیدا ہو رہے ہیں۔ ان مطالبات کو پورا کرنے اور مسئلوں کو حل کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ان کے پیش نظر استادوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ تعلیم کے ذریعے طلبہ میں ضروری مطالبات کو پورا کرنے اور مسئلوں کو حل کرنے کی صلاحیت اور قابلیت پیدا کرائیں۔ ان میں یہ صلاحیت، یہ قوت اور یہ قابلیت پیدا کرائی جائے کہ وہ زندگی کے دھارے کو صحیح سمت میں مور سکیں تاکہ وہ خود اس کے ساتھ نہ بہ کراپنے کو تباہی اور بریادی سے بچاسکیں اور ملک کو قومی زوال کے بجائے قومی عروج حاصل ہو سکے۔

اس صورت حال کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ قومی تعلیم کی بنیاد ان اقدار اور نظریات

پر رکھی جانی چاہئے جو ہر کتب خیال کے لوگوں کے لیے قابل قبول ہوں اور جن پر عمل کرنے سے انفرادی اور اجتماعی زندگی بہتر ہو سکے۔ مدرسے کا ماحول اور مدرسے کی زندگی پورے معاشرے کے لیے نوٹہ ہے اور استاد کی شخصیت میں نئی اور پرانی اقدار کا امتزاج نظر آئے۔

ہندوستانی تعلیم کی تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ ہمارے یہاں دلیلی نظام تعلیم میں استادوں کو ان کے علم و فضل، ان کے اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار کی بناء پر سماج میں کسی مقبولیت اور کتنی عزت حاصل تھی۔ اور ان کے شاگرد اپنے استادوں، بزرگوں اور پورے سماج کی خدمت کے لیے کس طرح اپنا خون پسینہ ایک کرتے تھے۔ برطانوی حکومت کے زیر اہتمام جس نظام تعلیم نے جنم لیا اس میں ۱۸۱۳ء سے ۱۹۳۷ء تک سماجی تقاضوں اور اقدار کے پیش نظر تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ استادوں کی تعلیم کو بھی موثر اور بہتر بنانے کی کبھی کامیاب اور کبھی ناکام کوشش کی گئی لیکن جب آزادی حاصل ہو گئی اور آزاد ہندستان نے اپنے مستقبل کو بنانے اور سنوارنے کے منصوبے ترتیب دیے تو استادوں کی تعلیم کے منصوبے کو خاص اہمیت دی گئی۔ اور یہ تسلیم کر لیا گیا کہ تعلیمی معیار کو بہتر بنانے اور تعلیمی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے استادوں کے مقابلے کوئی دوسرا اوسیلہ زیادہ موثر اور کامیاب نہیں ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۸۶ء میں جو نئی تعلیمی پالیسی مرتب کی گئی ہے اس میں ۱۹۶۸ء کی قومی تعلیمی پالیسی کے حوالے سے جگہ جگہ لہاگیا ہے کہ ملک کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق نظام تعلیم میں ضروری تبدیلیاں کی جائیں۔ ملک کی سالمیت اور قومی اتحاد کے پیش نظر نصباب تعلیم مرتب کیا جائے۔ ملک کی اقتصادی اور سیاسی حالت کو بہتر کرنے کے لیے بالغ مردوں اور عورتوں کی تعلیم اور پیشوں کی تعلیم کی طرف خاص توجہ دی جائے۔ جدید نفیسیات تعلیم اور فلسفہ تعلیم کی روشنی میں تعلیم کو فرد اور سماج دونوں کی یقادر بہود کا وسیلہ بنایا جائے۔ مدرسوں کے اندرا آزاد جمہوری اور سیکولر ماحول پیدا کیا جائے۔ خارجی ڈپلمن کے ساتھ ساتھ داخلی ڈپلمن کی تربیت دی جائے وغیرہ۔ نئی تعلیمی پالیسی میں اس امر کا اعتراض کیا گیا ہے کہ تعلیم کو با مقصد اور بہتر بنانے کے لیے استادوں کی تعلیم کو بہتر بنانا ہو گا، اس پالیسی کے مطابق سے اندازہ ہوتا ہے کہ مرکزی حکومت یہ تسلیم کرتی ہے کہ ہمارے مدرسے کو ضرورت ہے ایسے استادوں کی جو اپنے پیشے کی ذمے داریوں اور ضرورتوں سے بخوبی واقف ہوں جو اپنی ذمے داریوں کو بحسن و خوب پورا کرنے کا شوق اور صلاحیت

رکھتے ہوں۔ ضرورت ہے ایسے استادوں کی جو خود اپنی عزت کرتے ہوں اور دوسروں کی عزت کرنا جانتے ہوں۔ جن کے دل میں بچوں سے محبت اور ملک سے لگاؤ ہو۔ جو دوسروں کے ساتھ مل کر کام کر سکتے ہوں ضرورت ہے ایسے استادوں کی جن کی خداداد مصلحتیوں اور قوتیوں کو باقاعدہ تعلیم و تربیت کے ذریعے فروع دیا گیا ہو۔ ہمارے مدرسون کے لیے ضرورت ہے ایسے استادوں کی جو اپنے معنوں سے بخوبی واقع ہوں اور اپنی قابلیت میں اضافہ کرتے رہنے کا شوق رکھتے ہوں۔ ضرورت ہے ایسے استادوں کی جو طلبہ کی نفسیات اور ان کی نشودنما کے عمل سے واقع ہوں اور جنہیں بچوں اور بچوں کے ساتھ رہ کر کام کرنے میں سکون ملتا ہو۔ ضرورت ہے ایسے استادوں کی جو پڑھنے اور سیکھنے سکھانے کے جدید اصولوں اور طریقوں کے استعمال پر قادر رکھتے ہوں اور جنہیں اپنے اسکول، سماج اور ملک کے عادات کو سمجھو کر سماجی خدمات انجام دینے کا شوق ہو۔ جو اپنے رہن سہن اور رکھ رکھا و میں جمہوری اور سیکولر اصولوں پر عمل کرتے ہوں۔ ہمارے مدرسون میں ضرورت ہے ایسے استادوں کی جنہیں طلبہ، ان کے والدین، اپنے پیشے اور معاشرے کی ترقی اور بہسود سے سچی دلچسپی ہو اور جو خدا اپنا حسابہ کر کے اپنی مکروہیوں کو دور کرنے اور اچھائیوں کو بڑھانے کی فکر کرتے ہوں تاکہ فرائض منفی کو بخسن و خوبی انجام دے سکیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے استاد آئیں گے کہاں سے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے استاد تیار کیے جائیں گے استادوں کی تعلیم و تربیت کے اداروں میں۔ ان اداروں کی اصلاح اور بہتری کے لیے نئی تعلیمی پالیسی میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ مرکزی حکومت اپنی وزارت تعلیمات کے ذریعے اسی۔ سی۔ آر۔ نی۔ دی۔ آئی۔ ای۔ نی، این۔ سی۔ آر۔ نی اور این۔ سی۔ نی۔ ای کے تعاون سے استادوں کی تعلیم کے نصباب میں نظری مصنایف کے علاوہ مشقی تدریس اور دوسرے عملی کام کرانے کے طریقوں کو بھی تعلیمی اور نفسیاتی تحقیقات کے نتائج کی روشنی میں زیادہ سے زیادہ موثر اور کارامد بنانے کی کوشش کرے گی۔

(دوسرا باب)

## استادوں کی تعلیم کے آداب

گذشتہ پچاس ساٹھ برس کے دوران تعلیم کو زیادہ طفل مرکوز بنانے اور تعلیم اور سماج کے درمیان رشته قائم رکھنے کے نظریے کے تحت درس و تدریس کے طریقوں میں بہت کچھ تبدیلیاں ہوئی ہیں

اور اس نظریے کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے استادوں کی تعلیم کی طرف خاص توجہ دی جانے لگی ہے۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ درس و تدریس کے چند بندھے ٹکے اصول بتانے اور مخصوص ہمارتین سکھادیں نے کے بجائے استادوں کو ایسی تعلیم دی جائے جس کے ذریعے ان کی شخصیت کی بحیثیت استاد کامل نشوونما ہو سکے۔ چنانچہ استادوں کی تعلیم کے اداروں کے معیار تعلیم کو جدید فلسفہ تعلیم اور نفسیات تعلیم کی روشنی میں بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور نصاب تعلیم میں نظری مصناہ میں کی تعلیم کے ساتھ تعلیمی تجربوں اور مشغلوں کو اہمیت دینے کے لیے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ سب استادوں کی تعلیم کے نصاب کا حصہ ہیں اور ان کے ذریعہ متعلم استادوں کو معلمی کے پیشے کی تمام ترقیتے داریوں کو پورا کرنے کے قابل بنانا مقصود ہوتا ہے۔

ہمارے یہاں استادوں کی تعلیم کے ادارے مختلف قسم کے ہیں۔ بعض اداروں میں نرسری اسکولوں کے لیے استاد تیار کیے جاتے ہیں۔ اور بعض ادارے صرف پرائمری اسکولوں اور مڈل اسکولوں کے استادوں کی تعلیم کے ذائقے دار ہیں۔ اور بعض سینکنڈری اسکولوں کے استادوں کی تعلیم کا انتظام کرتے ہیں۔ چند ادارے مثلاً ”استادوں کا مدرسہ“، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی ہر سطح کی تعلیم کے لیے استادوں کی تعلیم کا انتظام کرتے ہیں۔ ان سب اداروں کو دیکھتے ہوئے ہمارے اکثر تجربے کا مفکرہ ان تعلیم کا خیال ہے کہ استادوں کی تعلیم کے ادارے کو اتنا وسیع اور جامع ہونا چاہتے ہیں کہ وہ نرسری، ابتدائی، مڈل اور شانوں تعلیم کے مدرسوں کے لیے اچھے استاد تیار کر سکے۔ استادوں کی تعلیم کے موجودہ اداروں میں عام طور سے نظری مصناہ میں کی تعلیم پر زیادہ وقت صرف کیا جاتا ہے۔ نظری تعلیم اور عملی کاموں میں کوئی خاص ربط نہیں پیدا کیا جاتا۔ یہ ادارے اپنے گرد و پیش کئے مدرسوں سے بھی کوئی خاص تعلق نہیں رکھتے۔ انہیں اپنے سماج سے بھی کوئی واسطہ نہیں رہتا۔ ہمارے خیال میں استادوں کی تعلیم کے وہ ادارے زیادہ کامیاب رہتے ہیں جو اقامتی ہیں اور جو سماج سے اور گرد و پیش کئے مدرسوں سے قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ جہاں مشقی تدریس سے متعلق مدرسوں کے ذائقے دار اور لایق استادوں کا تعاون حاصل کیا جاتا ہے اور جن کے نصاب میں مشقی تدریس اور دیگر مشغلوں کو نظری تعلیم کے مقابلے میں اگر زیادہ نہیں تو برابرا اہمیت دی جاتی ہے۔

یہ کہنا ایک حد تک توجیح ہے کہ استاد بننے کے لیے صرف عالم و فاضل ہونا کافی ہے اس لئے کہ علم سے بے بہرہ استاد دوسروں کو کیا پڑھا سکے گا۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی صحیح ہے کہ علم حاصل کر لینا اور علم کو دوسروں تک پہنچانا و مختلف فن ہیں۔ عین ممکن ہے کہ آپ خود کسی منسلکے کو آسانی سے سمجھ جائیں لیکن اسے دوسروں کو نہ سمجھا سکیں۔ اس لیے یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ استاد

صاحب علم ضرور ہو لیکن وہ یہ بھی جانتا ہو کہ اس علم کو مختلف صلاحیتوں اور دلچسپیوں کے حامل طلبہ سک کس طرح پہنچایا جائے۔ دوسروں کو سکھانے اور سمجھانے کافن خود سکھنے اور سمجھنے کے مقابلے میں ذرا مشکل ہے۔ اس کے لیے سیکھنے والے کی دلچسپی اور صلاحیت کو پہنچانا پڑتا ہے۔ اس کے لیے استاد کو اپنے طرز اظہار اور طریقہ کار کو دلچسپ اور موثر بنانا ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمارے یہاں استادوں کی تعلیم کے اداروں میں عام طور سے ایسے امیدواروں کو منتخب کیا جاتا ہے جو مقررہ معیار تک تعلیم حاصل کر لیئے کے علاوہ ان نداد اصلاحیتوں اور صفتیوں کے حامل ہوتے ہیں جو اپنے استاد بننے کے لیے ضروری سمجھی جاتی ہیں مثلاً جسمانی سخت، شیریں زبانی، خوش اخلاقی اور حاضر دماغی وغیرہ۔ اس کے بعد انھیں اصول تعلیم، تصوّرات تعلیم، نفسیات تعلیم، بچوں کی جسمانی، ذہنی اور جذباتی نشوونما سے متعلق تعلیم، ہندستانی تعلیم کے مسائل کی تعلیم، انتظام مدرسہ اور فرائض منصیبی کی تعلیم، درسیات کی تنظیم اور انتخاب کی تعلیم، درس و تدریس کے عام طریقوں اور مخصوص مفہماں کے پڑھانے کے طریقوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ آرٹ اور ایک یادو حرف فے سکھانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ نظری تعلیم کو عملی جامہ پہنانے کا تجربہ کرانے کے خیال سے ہر ایک متعلم استاد کو مشقی اسباق کے نام سے زیادہ سے زیادہ پیشتابیں<sup>۵۲</sup> یا باون<sup>۵۳</sup> اسباق پڑھا دیتے کامو قع فراہم کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح متعلم استادوں کو مفہماں پڑھانے کا تو تھوڑا بہت تجربہ ہو جاتا ہے لیکن صحیح معنوں میں تدریس کی مشق یا استاد کے جملہ فرائض انجام دینے کا کوئی تجربہ نہیں ہو پاتا۔

المتعلم استادوں کو مشقی تدریس کے پروگرام کے تحت جو تجربے اور مشاہدے کرائے جاتے ہیں وہ انھیں عام طور سے گران گزرتے ہیں لیکن یہی وہ تجربے اور مشاہدے ہوتے ہیں جو ساری عمر یاد رہتے ہیں اور پیشہ وراثہ زندگی میں مفید اور کار آمد ثابت ہوتے ہیں۔ مشقی تدریس کے لیے لازم ہے کہ اسے تجربے کا را اور لایق استادوں کی نگرانی اور رہنمائی میں کرایا جائے۔ اس کا بنیادی مقصد متعلم استاد کو ان تمام مشغلوں میں دلچسپی پیدا کرانا اور انھیں دلچسپی کے ساتھ پورا کرنا سکھانا ہوتا ہے جو درس و تدریس کا لازمی جزو سمجھے جاتے ہیں مثلاً کسی استاد کے طریقہ تدریس یا جماعت کے مشاغل کا مشاہدہ کرانا۔ طلباء کی دلچسپیوں اور صلاحیتوں کو پہنچانا، طلباء کو سیکھنے کے لیے آمادہ کرنا، طلباء کو اپنے مسائل حل کرنے میں ان کی رہنمائی کرنا، مدرسے کے دوسرے کارکنوں کے ساتھ تعاون کرنا، کیونٹی کے سربراہوں اور عوام کو مدرسے کے مختلف پروگراموں میں شریک کرنا اور درجے کے اندر ڈپلن قائم رکھنا وغیرہ۔ مشقی تدریس کے ذریعے متعلم استاد کو اپنی بہت سی کمزوریوں اور اچھائیوں کا اندازہ

ہو جاتا ہے اور اسے بالآخر معلیٰ کا پیشہ اختیار کرنے کے لیے تدیٰ طریقوں کے استعمال کا اچھا خاصہ جائز ہو جاتا ہے۔

مشقی تدریس شروع کرتے وقت متعلم استاد کا پورا علم محفوظ کتابی ہوتا ہے اور اس کے ذہن پر اپنے سابق استادوں کی شخصیت اور قابلیت کا گھرا اثر ہوتا ہے۔ اسے یہ اندازہ مطلق نہیں ہوتا کہ اس کے طرزِ اظہار، اسلوب عمل اور طریقہ تعلیم کا اس کے طلبہ پر کیا اثر ہو گا اور تعلیم کے کس مقصد کو کس طرح حاصل کیا جا سکے گا۔ مشقی تدریس کے تجربے سے پورے طور پر مستفید ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس کو شروع کرنے سے پہلے متعلم استاد تدریس کے مقاصد اور استاد کے روکوں کو اچھی طرح سمجھو لے اور اس صحن میں جوبات سمجھو میں نہ آسکے اسے اپنے نرگاں استاد کی مرد سے سمجھنے کی گوشش کرے۔ اور حتیٰ الامکان یہ گوشش کی جائے کہ اچھے استاد کی جتنی زیادہ صفات اپنے اندر پیدا کی جاسکیں کی جائیں۔ اس سلسلے میں استادوں کی تعلیم کے اداروں کا فرض ہے کہ وہ مشقی تدریس کے لیے سازگار ماول پیدا کریں اور مشقی تدریس کی صحیح مکشق کرائیں۔

(سمیرا باب)

## مشقی تدریس اور اس کے مقاصد

جو طالب علم پا ریکنڈری، بنی۔ اے، بنی۔ ایس۔ سی، ایم۔ اے اور ایم۔ ایس۔ سی کی ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد معلیٰ کا پیشہ اختیار کرنا چاہتے ہیں اور استادوں کی تعلیم کے اداروں میں ضروری تعلیم حاصل کرنے کے لیے باقاعدہ داخل گر لیے جاتے ہیں وہ متعلم استاد کی حیثیت سے دو سال یا ایک سال تک تعلیم پاتے اور مقررہ شرائط پوری کرنے کے بعد مستند اور تربیت یافہ استاد بن جاتے ہیں۔ ابتدائی اسکولوں اور نرسری اسکولوں میں پڑھانے والے استادوں کے لیے مدت تعلیم دو سال رکھی گئی اور ہائی اسکولوں اور سینیٹریسیکنڈری اسکولوں میں پڑھانے والے استادوں کے لیے ایک سال کی مدت مقرر ہے۔ اس مقررہ مدت کے دوران متعلم استادوں کو جو تعلیم دی جاتی ہے اس کا ایک حصہ نظری تعلیم کا ہوتا ہے اور دوسرا عملی تعلیم کا۔ اس تعلیم کے عملی حصے کو مشقی تدریس (PRACTICE TEACHING) کہتے ہیں۔ مشقی تدریس دراصل ایک قسم کا تجربہ ہے جس کے ذریعے متعلم استادوں کو نظری تعلیم کی روشنی اور تجربے کا استادوں کی رہنمائی میں تدریس اور تدریس سے متعلق ان تمام امور کی مشق کرائی جاتی ہے جو استاد کے

فرانس کا لازمی جزو دیکھنے جاتے ہیں۔ اس بھرپور کے ذریعے متعلم استادوں کو مدرسے کے اندر ایسا سازگار ما جوں پیدا کرنے کی مشق کرانی جاتی ہے جس میں طالب علم کو خود زیادہ سے زیادہ اپنی دلچسپیوں کے مطابق اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کو فروع دے کر اپنی شخصیت کی نشوونما کا شوق پیدا ہو۔ اس لیے کہ تعلیم کا اصل مقصد شخصیت کی نشوونما بکھا جاتا ہے اور مدرس کا کام شخصیت کی نشوونما کیلئے سازگار ما جوں پیدا کرتا ہوتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ یونیورسٹی میں جو معاہدین پڑھائے جاتے ہیں ان کا معیار شانوی مدرسے کے معاہدین کے معیار کی پر نسبت کبھی زیادہ اونچا ہوتا ہے۔ اور استادوں کی تعلیم کے اداروں میں جو نظری معاہدین پڑھائے جاتے ہیں ان کی روشنی میں یا ان کے مطابق اسکوں میں جاگر کام کرنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔ اسکوں کا ما جوں اور عام زندگی ان حالات سے بالکل مختلف ہوتی ہے جن کو ذہن میں رکھ کر متعلم استادوں کے لیے نظری تعلیم کا نصاب مرتب کیا جاتا ہے۔ تاہم مشقی تدریس کے دوران یہ کوشش کی جانی چاہیے کہ جس قدر اور جس حد تک ممکن ہو سکے نظری تعلیم کے مطابق عمل کرنے کا بھرپور کرایا جائے۔ اس لیے کہ یہی بھرپور استاد کی پیشہ وراثہ زندگی میں سب سے زیادہ مددگار ثابت ہوتا ہے۔

قطع نظر اس کے کہاں سے یہاں نظری تعلیم کو کس حد تک علی جامہ پہنایا جاتا ہے۔ مشقی تدریس کی اہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بھرپور دنیا بھر میں استادوں کی تعلیم کے نصاب کا لازمی جزو بنانا ہوا ہے۔ اس کے ذریعے متعلم استادوں کو بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ استاد بننے کے لیے اس بھرپور کی وہی حیثیت اور افادیت ہے جو میدی سکل پروفیشن میں ڈاکٹر بننے کے لیے انہریں شپر (INTERN SHIP) کی ہے۔ اس قسم کا عملی بھرپور ہر پیشہ وراثہ تعلیم میں بھرپور کار اور لایق استادوں کی رہنمائی میں ضرور کرایا جاتا ہے۔

مشقی تدریس کا کام خاصہ دشوار اور صبر آزمائی کام ہے۔ اسے شروع کرنے سے پہلے متعلم استادوں کی بحث افزائی کر کے ان میں خود اعتمادی پیدا کرائی جاتی ہے۔ انہیں تعلیم کے خاص اور عام مقاصد بھیجنے کے ساتھ ساتھ یہ بات بھیجنی ہوتی ہے کہ تدریس کا مقصد طالب علم کے اندر معلومات کا خزانہ بھینا نہیں ہوتا بلکہ اس کی پوشیدہ صلاحیتوں کو جاگر کر کے اس کی شخصیت کو فروغ دینا ہوتا ہے۔ تدریس تو دراصل رہنمائی کا دوسرا نام ہے۔ اسی طرح تعلیم کے مقاصد کے سلسلے میں یہ واضح کرنا ہوتا ہے کہ تعلیم کا اصل مقصد زندگی کو بنانا اور سنوارنا ہوتا ہے اور یہ تعلیم مخفی زندگی (کام) کے ذریعے دی جاسکتی ہے۔ لیکن بعض مقاصد

ایسے ہیں جن کی طرف مشقی تدریس کے دوران خاص طور سے توجہ دی جانی چاہیے۔ مثلاً علمی قابلیت اور بنیادی ہمارتیں، ذہنی استعداد اور منطقی نظریات، شخصیت کی خصوصیات اور پیشہ و رانہ کردار وغیرہ۔ یہ وہ مقاصد ہیں جنہیں مقصود بالذات تو نہیں کہ سکتے البتہ تعلیم کے بنیادی مقصد کو حاصل کرنے کا وسیلہ ضرور کہا جاسکتا ہے۔ اصل اور بنیادی بات تو یہ ہے کہ متعلم استاد تدریس کے دوران ان مقاصد کے پیش نظران کے ذریعے طلبہ کی شخصیت کی ہمہ جہت نشوونما میں صحیح رہنمائی کر سکے۔ اور ان کی شخصیت میں وہ صفات اور صلاحیتیں پیدا کرانے کی کوشش کرے جو کسی آزاد اور جمہوری معاشرے میں پرسکون اور کامیاب زندگی بسرا کرنے کے لئے ضرور کمیجی بھائی ہیں۔ مثلاً اردو و پڑھانے والے متعلم استاد کو اردو زبان اور لفظ پھر سے پورے طور پر واقف کرانے اور اس مضمون پر عبور حاصل کرنے کی غرض سے اردو پڑھانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کوشش کرتے رہنا چاہیے کہ اردو کے مطالعے سے اس کے طلباء کو شخصیت کی نشوونما میں مدد ملے اور ان کے لیے اردو کا مطالعہ شخصیت کی مکمل نشوونما کا ذریعہ بن جائے۔ ہم متعلم استادوں کے لیے تعلیم کے خصوصی مقاصد کو سمجھنے اور انہیں حاصل کرنے کے لیے چند ہدایات پیش کرتے ہیں جنہیں مشقی تدریس کا مقصد یاد رکھ عمل سمجھا جائے تو کچھ بے جا نہ ہوگا۔

## I علم یا وسعت علم (KNOWLEDGE)

- ۱۔ معلم استاد جس مضمون کو پڑھانے کا فیصلہ کرے اس کا خوبی بہت اپنی طرح مطالعہ کر لے۔
- ۲۔ نفسیات تعلیم، اصول تعلیم اور طریقہ تعلیم وغیرہ کی اپنی خاصی واقفیت حاصل کر لے۔
- ۳۔ درسی کتابوں اور حوالہ جات سے متعلق کتابوں سے واقف ہو جائے۔
- ۴۔ مدرسے کی لائبریری اور لیبارٹری وغیرہ سے واقف ہو جائے۔

## II ہمارتیں اور صلاحیتیں :-

- ۱۔ درجے کے معمولات کا انتظام کرنے کی صلاحیت پیدا کرے۔
- ۲۔ طریقہ تعلیم کو استعمال کرنے کی صلاحیت پیدا کرے۔
- ۳۔ طلبہ کے انفرادی امتیازات کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرے اور اسی اعتبار سے طریقہ تعلیم اختیار کرے۔
- ۴۔ تعین قدر کے لیے سوالات تیار کرنے اور انہیں استعمال کرنے کی صلاحیت پیدا کرے۔

- ۵۔ طلبیہ میں مطالعہ کا شوق پیدا کرنے کی صلاحیت پیدا کرے۔
- ۶۔ درجے میں بحث و مباہث کے لیے مناسب ماحول پیدا کرنے اور مباہث کو پروگوش طریقے پر جاری رکھنے کی صلاحیت پیدا کرے۔
- ۷۔ مسئلہ خیز طالب علم کو سمجھ کر اس کی رہنمائی کرنے کی صلاحیت پیدا کرے۔
- ۸۔ درجے میں ڈسپلن قائم رکھنے کی صلاحیت پیدا کرے۔
- ۹۔ طلبہ کو مدرسہ کی لائبریری سے فائدہ اٹھانے کا شوق دلاسکے۔
- ۱۰۔ درجے میں تدریس اور تعلیم کے لیے مناسب اور سازگار ماحول پیدا کرنے کی صلاحیت پیدا کرے۔
- ۱۱۔ دوسروں کے ساتھ مل کر کام کرنے کی صلاحیت پیدا کرے۔
- ۱۲۔ والدین سے ملنے اور ان کا تعاون حاصل کرنے کا طریقہ سیکھے۔
- ۱۳۔ روزانہ پڑھانے کے لیے اسباق کے اشایے تیار کرنے کی مشق کرے۔
- ۱۴۔ مفہما میں پڑھانے کے علاوہ مدرسے کے ان تمام کاموں میں شریک رہنے کی صلاحیت پیدا کرے جو مدرسے کی نیگانی میں کرتے جاتے ہیں اور جن کو نصاب کا حصہ مانا جاتا ہے۔

### III نظریاتی، شخصی اور پیشہ ورانہ روئیے :-

- ۱۔ تعلیم کے عام اور خاص مقاصد سے واقفیت اور مشقی تدریس کے دوران ان کو حاصل کرنے کی مشق۔
- ۲۔ تعلُّم کے مفہوم اور اس کے ذریعے شخصیت کی نشوونما کے تصور سے واقفیت۔
- ۳۔ معلمانی کے پیشہ پر فخر کرنا اور اس کے وقار کو باقی رکھنے کے لیے اخلاقی اصولوں کی پابندی کرنا۔
- ۴۔ پیشہ ورانہ ترقی کے لیے مسلسل جدوجہد جاری رکھنا اور تعلیمی عمل کو مسلسل جاری رکھنا۔
- ۵۔ طالب علم کو اس کی شخصیت سے واقفت کرانے کے بعد، برائیوں کو چھوڑنے اور اچھائیوں کو اپنانے کا شوق دلانا۔
- ۶۔ اسکوں اور سماج کے رشتے کی اہمیت کو مانا اور پھر اس کو بنائے رکھنے کی صلاحیت پیدا کرنا۔
- ۷۔ طلب کی دلچسپیوں سے واقفت ہونا اور ان کے کاموں میں دلچسپی لینا۔
- ۸۔ دراصل مشقی تدریس کو دلچسپ اور بامعنی بنانے کے لیے تعلیم کے مقاصد کو سمجھ لینا ضروری

کم جا ساتا ہے۔ اس لیے کہ ہر تعلیمی عمل تعلیم کے عام مقاصد کے حصول کے لیے ہوتا ہے خواہ وہ تعلیم کی کسی بھی سطح کے طلباء کے لیے کیوں نہ ہو اور اسی لیے مشقی تدریس کو تعلیم کے مقاصد حاصل کرنے کی مشق کے مترادف کہا جاتا ہے۔ تعلیمی مقاصد پر بحث کرنے والے عام طور سے اس بات پر متفق ہیں کہ تعلیم کے چار ہر بڑے مقصد ہیں۔ ایک کا تعلق خود طالب علم کی ذات سے ہوتا ہے۔ دوسرے کا طالب علم اور اس کے گرد دوپیش کی دُنیا کے تعلقات اور رشتہوں سے تیسرا مقصد مادی دولت حاصل کرنے اور اس کے جائز اور مناسب استعمال سے متعلق ہے اور چوتھے کا تعلق سماجی اور شہری ذمہ داریوں کی تفہیم اور تکمیل سے ہے۔ یعنی :

- ۱۔ خودی کی بہچان
- ۲۔ خاندانی اور سماجی رشتے اور تعلقات
- ۳۔ اقتصادی قابلیت
- ۴۔ شہری اور سماجی ذمہ داریاں

اگر ان مقاصد کی روشنی میں مشقی تدریس کا پروگرام مرتب کیا جاتا ہے اور پھر اس پر باقاعدہ عمل کیا جاتا ہے تو متعلم استاد کو یقیناً اچھا اور کار آمد اس تاد پذیر ہے میں مدد ملے گی۔

یہاں اس بات کی گنجائش نہیں اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے کہ ان مقاصد کی باقاعدہ وضاحت کی جائے البتہ مثال کے طور پر اقتصادی قابلیت کو لیتے ہیں۔ اس مقصد کا تعلق ان مشاغل سے ہے جو اشیاء کی پرکھ پھران کے استعمال میں معاون ہوتے ہیں۔ کسی ماہر تعلیم نے تعلیم یافہ انسان کی تعریف میں خوب کہا ہے کہ وہ اچھا خریدار بھی ہوتا ہے۔ یعنی وہ روپے پیسے کی قیمت اور اہمیت کو بہچاتا ہے اور اپنی عزیزیت کی اشیا خریدنے سے پہلے ان کی ضرورت، افادیت اور اپنی جیب کو دیکھتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہر کچھ دار اور تعلیم یافہ انسان کسی چیز کو خریدنے سے پہلے یہ سوچتا ہے کہ اسے کیوں خریدا جائے۔ کیا اس کے خریدنے کے لیے گھر کے بجٹ میں گنجائش ہے۔ وہ اپنے گھر کا بجٹ اپنی آمدنی اور گھر کی ذمہ داریوں اور اخراجات کو سوچ کر تیار کرتا ہے۔ اسی سلسلے میں یہ بھی دیکھنا ہو گا کہ اپنے شہری میں کس قسم کی اقتصادی قابلیت اور صلاحیت ہوتی ہے وہ اپنی ذمہ داریوں کا بوجھ کس حد تک دوسروں کے کندھوں پر ڈالنا چاہتا ہے چنانچہ اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ استادوں کی تعلیم بالخصوص مشقی تدریس کے پروگرام میں تحصیل علم کے ساتھ ساتھ ان صلاحیتوں اور مہارتوں کے پیدا کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیے جو تعلیم حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ مانی جاتی ہیں۔ اور جن کے ذریعے حاصل شدہ علم سے شخصیت کی نشوونامائیں مدد ملتی ہے۔

قصہ مختصر کمشقی تدریس کے تجربے سے متعلم استاد کو درسیات کے پڑھانے اور مدرسے کے دوسرا مغلولوں میں شرکت کرنے سے بچوں کے مسائلوں کو سمجھ کر انھیں حل کرنے کا طریقہ سکھانے اور با مقصد تعلیم دینے کی مشق ہو جاتی ہے۔ مزید برآں یہ کہ اسے نئے محل کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے اور مشکلات پیش آنے پر گھبرا نے کے بجائے ان کا مقابلہ کرنے اور ان کو آسان بنانے کا طریقہ معلوم ہو جاتا ہے۔ غرض یہ کہ مشقی تدریس کے ذریعے متعلم استاد کو صحیح منوں میں یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ تدریس کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ

۱. استاد خود مطالعہ کا شوق ہو اور اپنے طلبہ کو مطالعہ کا شوق دلاسکے۔
۲. استاد اپنے طلبہ میں وہ بنیادی ہمارتیں بدرجہ اتم پیدا کر اسکے جو علم حاصل کرنے اور علم کو دوسرا سک بہبیجا نے کے لیے ضروری سمجھی جاتی ہیں مثلاً لکھنا، پڑھنا، گتنا اور بونا وغیرہ۔
۳. استاد طلبہ کی دشواریوں اور مشکالوں کو دور کر کے انھیں خود ان کے دور کرنے اور ان پر قابو پانے کا طریقہ سمجھا سکے۔
۴. منتظمین، بزر، نگران مدرس، اساتذہ اور والدین کے ساتھ اچھے تعلقات رکھ سکے۔
۵. درجے کے اندر داخلی ڈسپلین (INTERNAL DISCIPLINE) قائم رکھ سکے۔
۶. درستی منفایاں پڑھانے کے علاوہ ان تمام مشاغل میں حصہ لے سکے جو مدرسے کی نگرانی میں کرائے جاتے ہیں اور جن کو نصاب کا لازمی جزو مانا جاتا ہے۔
۷. مدرسے کے انتظام اور ڈسپلین میں منتظمین مدرسہ اور رفقہ کار کے لیے معاون اور مددگار ثابت ہو سکے۔
۸. طلباء کے والدین کی اجمن کے جلسوں میں شریک ہو کر مدرسے اور طلبہ کے لیے مفید اور کار آمد ثابت ہو سکے۔
۹. مدرسے کی فلاح اور بہبود کے لیے مکیونٹی کے وسائل کو صحیح طور پر استعمال کر سکے۔
۱۰. معلمی کا پیشہ اختیار کرنے میں عزت اور فخر محسوس کرے۔
۱۱. شعبہ تو سیکی پروگرام کے ذریعے اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھ سکے۔
۱۲. سماجی ذمے داریوں کو سمجھ کر اچھے شہری کا روز ادا کر سکے۔

(چوتھا باب)

## مشقی تدریس کے تین ساچھے دار

یوں تو مشقی تدریس کی فتنے داری اسٹادوں کی تعلیم کے اداروں کی سمجھی جاتی ہے لیکن اس ذمے داری کو پورا کرنے میں اسکوں کے طلباء کے علاوہ نگران اسٹاد، اسٹاد جماعت اور متعلم اسٹاد تینوں برابر کے ساچھے دار اور ذمے دار مانے جاتے ہیں۔ ان تینوں کے باہمی تعاون اور اشتراک اعلیٰ سے متعلم اسٹاد اور اس کے شاگردوں کو مشقی تدریس سے صحیح طور پر فائدہ ہو سکتا ہے۔ یعنی متعلم اسٹاد کو فن تدریس کی حق ادا کرنے میں ہمارت حاصل ہوگی اور اس کے شاگردوں کی صحیح معنوں میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملے گا۔

ہم پہلے کہ چکے ہیں کہ متعلم اسٹادوں کو بڑی چھان بین کے بعد اسٹادوں کی تعلیم کے اداروں میں داخل کیا جاتا ہے۔ داخلے کے وقت مدخلہ اور خوبیوں اور صفتوں کو دیکھنے کے امیدوار کی علمی قابلیت اور دلچسپیوں کو بھی دیکھ لایا جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ تعلیم اور فن تدریس کے طالب علم ہوتے ہیں اور ان کی صلاحیتیں، ضرورتیں اور دلچسپیاں دوسرے مفتانہ کے طلبہ کی طرح ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ ضروری نہیں کہ سب کو ایک ہی طریقے سے سکھایا اور بھایا جائے۔ جس طرح دوسرے مفتانہ کے طلبہ کو سیکھنے (LEARNING) کا شوق دلایا جاتا ہے اسی طرح ان کو بھی ان کے انفرادی امتیازات کے پیش نظر فن تدریس میں ہمارت حاصل کرنے کا شوق دلانے کی ضرورت ہے۔ انھیں وہی طریقہ کار اختریار کرنے پر آمادہ کیا جائے جس کے ذریعے کامیابی، اطمینان اور اعتماد حاصل ہو سکے۔

مشقی تدریس کے ذریعے فن تدریس میں کوئی بھی کمال نہیں حاصل کر سکتا۔ یہ تو ایک طرح کا بالکل ابتدائی تجربہ ہوتا ہے اور یہ تجربہ اسٹادوں کی تعلیم کے اداروں کے اسٹاد (نگران اسٹاد) اور مشقی تدریس کے مدرسون کے اسٹاد جماعت کی نگرانی اور رہنمائی میں صرف چند روز کراچیا جاتا ہے تاکہ تدریس سے متعلق جملہ ذمے داریوں کی کچھ سُر دُب دہو جائے۔ اصل تجربہ تو باقاعدہ اسٹاد بننے کے بعد ہوتا ہے۔ اسی لیے یہ کہا جاتا ہے کہ اسٹادوں کی تعلیم ہی ایک عمل مسلسل ہے اور تمام اسٹادوں کو اپنی مادر علمی سے رشتہ جوڑے رکھنا چاہیے تاکہ انھیں اپنی پیشہ و رانہ اور بھی زندگی کے شب و روز میں جو مسئلے پیش آئیں انھیں رفقاً رکار کے باہمی مشوروں اور مادر علمی کے اسٹادوں کی رہنمائی میں حل کرنے اور فریڈیکلیم حاصل کرتے رہنے والے واقع مل سکے۔ اسٹادوں کی تعلیم کے ادارے اپنی ذمے داریوں کو پورا کرنے کی غرض

سے اپنے شعبہ توسعی پروگرام کے ذریعے ان استادوں سے رابطہ قائم رکھتے ہیں جو ان کے گرد و پیش کے اسکولوں میں مختلف حالات کے اندر فرائض معلمانی انجام دے رہے ہوتے ہیں۔

مشقی تدریس کے تینوں ساحے داروں کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ متعلم استادوں کو مشقی تدریس کے دوران کسی قسم کی بلا وجہ پریشانی نہ ہو۔ ان تینوں کے درمیان مشقی تدریس سے متعلق کاموں میں تسلسل اور ہم آہنگ رہنی چاہیے۔ نگران استاد اور استاد جماعت کو متعلم استادوں کے سماجی پس منظراً اور ان کی علمی قابلیت اور دلچسپیوں کو جان کر مناسب رہنمائی کرنی چاہیے۔ اچھا تو یہ ہے کہ درجے میں جا کر پڑھانے کا کام شروع کرنے سے پہلے ان کو ان تمام کاموں اور مشغلوں سے متعارف کرایا جائے جو مشقی تدریس کے درسے میں درجے کے اندر اور درجے سے باہر کرائے جاتے ہیں۔

مشقی تدریس شروع کرتے وقت نگران استادوں کی مصروفیت اور ذائقے داریوں میں کچھ اضافہ ضرور ہو جاتا ہے تاہم انھیں اپنے طلبہ سے ملنے اور بات چیت کرنے میں یہ ثابت کرنا چاہیے کہ وہ ان کے ہم درد ہیں اور ان کی رہنمائی کے لیے ان کے پاس وقت کی کمی نہیں ہے۔ اگر شروع ہی میں متعلم استادوں کے سامنے جا مصروفیت اور یہ تعلقی کا اظہار کر دیا جائے تو وہ اپنے کام کی طرف سے بدل اور لا پرواہ ہو سکتے ہیں۔ اگر نگران استاد کسی وجہ سے مصروف بھی ہوں تب بھی انھیں کچھ وقت ایسا ضرور نکالنا چاہیے جس میں وہ اپنے طلبہ کو ہر پانہ انداز میں اطمینان کے ساتھ ضروری ہدایات دے سکیں۔ اور ان کی پریشانی اور تشویش کو دور کرنے کے لیے کچھ اس طرح بات کر سکیں کہ جب خود انہوں نے اپنی طالب علمی کے دوران مشقی تدریس کا کام شروع کیا تھا تو بالکل اسی ہی پریشانی اور تشویش میں بستا ہو گئے رہتے لیکن چند دن بعد ہی استادوں کی شفقت، رہنمائی اور ہمت افزائی سے وہ پریشانی اور تشویش خود اعتمادی اور اطمینان میں بدل گئی تھی۔

نگران استاد کو مشقی تدریس کے اسکولوں کے انتخاب کا اختیار ہونا چاہیے۔ اسے اسکول کا انتخاب کرتے وقت استادوں کی قابلیت اور ان کے طریقہ تعلیم کا غاص طور سے جائزہ لینا چاہیے۔ دیکھتا چاہیے کہ اسکول میں عام طور سے تدریس کے جدید طریقوں کو ترجیح دی جاتی ہے یا روایتی طریقوں سے پڑھایا جاتا ہے روایتی طریقوں کا استعمال کرنے والے استادوں کے ساتھ کام کرنے میں متعلم استادوں کو بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ انھیں عام طور سے اس وقت زیادہ پریشانی ہوتی ہے جب نگران استاد اور استاد جماعت کے درمیان نظریاتی اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ اس اختلاف سے بچنے کے لیے ہم خیال استادوں کو تلاش کرنا ہوتا ہے اور پھر یہ امید کی جاتی ہے کہ مشقی تدریس نے

تینوں سابھے دارمل کر کام کریں گے اور وہ آپس میں اس طرح میں گے جیسے دودھ میں شکر۔  
 نگران استاد کو ماننا چاہیے کہ مشقی تدریس کے مدرسے میں ان کی اور متعلم استادوں کی بن بلائے  
 ہمہ ان جیسی حیثیت ہوتی ہے اسے مدرسے کے نظام کو برقرار رکھنا ہوتا ہے۔ متعلم استادوں کی رہنمائی اور زگرانی  
 اس کی ذائقہ داری ہوتی ہے۔ متعلم استاد اور استاد جماعت کے درمیان رابطہ قائم کرنا بھی اس کی ذائقہ داری  
 ہوتی ہے۔ اسی کے ذریعے استادوں کی تعلیم کے ادارے اور مشقی تدریس کے مدرسے کے درمیان رابطہ قائم  
 کرنا بھی اس کی ذائقہ داری ہوتی ہے۔ اسی کے ذریعے استادوں کی تعلیم کے ادارے اور مشقی تدریس  
 کے مدرسے کے درمیان دوستانہ تعلقات استوار رکھے جاتے ہیں۔ وہ اپنے مطلعے اور بحربے کی روشنی  
 میں متعلم استادوں کو ہنایت خوش اسلوبی سے سمجھا سکتا ہے کہ :-

۱۔ جس جماعت کو پڑھانا ہواں کی درسی کتابوں کا مطالعہ کر لینا چاہیے اور جو پڑھانا یا سکھانا ہو  
 اس کو پوری تیاری اور تن دہی کے ساتھ پڑھایا جائے۔

۲۔ جو پلان بنایا جائے اسے اپنے نگران استاد کو ضرور دکھالیا جائے۔

۳۔ کسی جماعت، اسکول، استاد یا کسی غاص طالب علم کا مشاہدہ کرتے وقت مقررہ ہدایات  
 پر ضرور عمل کیا جائے۔

۴۔ اساباق کو دیکھ کر نگران استاد یا استاد جماعت جو مشورہ دے اُسے خوشی سے قبول کیا جائے  
 اور اس کی روشنی میں کل کے کام کو آج کے کام سے بہتر بننے کی کوشش کی جائے۔

۵۔ اسکول کے پرنسپل کے مشورے سے مدرسے کے معاون نصابی مشغلوں میں شرکت کی جائے۔

۶۔ جس جماعت کو پڑھانا ہواں کے طلبہ کے نام یاد کر لیے جائیں اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے  
 کہ طلبہ کے میٹھنے کی جگہ مقرر کرنے کے بعد ایک چارٹ بنایا جائے اور اس میں باقاعدہ

مقررہ جگہ کے مطابق تمام طلبہ کے نام لکھ کر اس چارٹ کو اپنے پاس رکھا جائے۔ جب

کسی طالب علم کو پکارنا یا اپنی طرف مخاطب کرنا ہو تو اس کے نام سے مخاطب کیا جائے۔

نام لے کر مخاطب کرنے سے طلبہ میں قربت اور بگانگت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

۷۔ اسکول کے نظام اوقات، عام اصولوں اور قواعد و متوالیت کی پورے طور پر پایندی کی جائے۔

۸۔ انتظامی مسئللوں کو حل کرنے میں استاد جماعت کی وساطت سے مدرسے کے نگران یا پرنسپل  
 صاحب کو رجوع کیا جائے۔

۹۔ طلبہ کے حالات اور ضرورتوں کو جان کر انہیں صیغہ راز میں رکھا جائے۔

- ۱۰۔ درجے اور اسکول کا ڈپلن فائم رکھنے کی کوشش میں غفلت نہ برتی جائے۔
- ۱۱۔ طلبہ کے تحریری کام کو کس طرح جانچا جاتا ہے اور غلطیوں کی اصلاح کس طرح کی جاتی ہے۔
- ۱۲۔ کسی استاد جماعت یا ساتھی کے کام پر خواہ نخواہ تنقید نہ کی جائے۔
- ۱۳۔ مدرسے کی زیر نگرانی جو کام کرائے جائیں ان میں استاد جماعت کے مشورے کے مطابق شرکت کی جائے۔
- ۱۴۔ استاد جماعت کا دل سے احترام کیا جائے اور اس کے مشوروں پر خوشی خوشی عمل کیا جائے۔
- ۱۵۔ جماعت کے طلبہ کی عزت کی جائے۔ ان سے محبت کی جائے اور مشکل بیش آنے پر ان کی رہنمائی کی جائے۔

## متعلم استاد ہے

بانا کہ متعلم استاد مشقی تدریس کے مدرسے میں بن بلائے ہمان کی حیثیت سے جاتا ہے لیکن وہ استاد ہوتا ہے اس کا شروع ہی سے اس طرح استقبال یا جائے کہ وہ اپنی اہمیت اور ضرورت محسوس کر سکے۔ اور مشقی تدریس میں ہمایت سنجیدگی اور ذائقے داری کے ساتھ دلچسپی لے۔ وہ بالکل استاد کی حیثیت سے درجے میں داخل ہو اور نگران استاد اور استاد جماعت دونوں کو اپنارہنمہ اور اپنا مشیر جانے۔ مدرسے کی ذائقے داریوں، تعلیم کے مقاصد، اصول تعلیم اور طریقہ تعلیم سے متعلق علم میں استادوں کے لیکھردوں اور متعلقہ کتابوں کے مطالعے کے ذریعے اضافہ کرتا ہے اور اس علم کی روشنی میں طلبہ کو پڑھا کر فن تدریس سے متعلق ہمارتیں حاصل کرتا ہے۔ چون کہ تدریس اور تعلیم (TEACHING AND LEARNING) کے عمل میں طلبہ کا تعاون اور توجہ حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے اس لیے اسے خود بھی سمجھنا چاہیے اور بڑی جماعتوں کے طلبہ کو سمجھانا چاہیے کہ "طالب علم سے مراد وہ شخص ہے جو اپنی طبیعت کو موجودہ حالات سے بہتر کرنا چاہتا ہے۔ جو اپنی سلاسلیوں کو حسب مقدور بڑھانا چاہتا ہے جو علم اور خیالات کے ان خزانوں سے جو ہزاروں برسیں سیکردوں نسلیں پہنچانے آئندہ آنے والوں کے لیے چھوڑ کر تھیں، فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جو اس بات کا خواہش مند ہو کہ جہاں سے عقل کا سبق اسے ملے، جہاں سے عمدہ عمدہ باتیں اسے معلوم ہوں اور جن کے معلوم کرنے سے اس کو دنیا میں مدد ملے گی وہاں سے ان سب کو حاصل کرے۔ طالب علم ہونے کے لیے کم از کم اسی عقل ضرور ہوئی چاہیے کہ وہ نیک و بد میں، مفید اور مضر ہیں، قابل تحشیں اور قابل نفرت باتوں میں

تینز کر سکے۔ اس کو چاہیے کہ محنت و مشقت سے تعلیم حاصل کرے۔ اس کو چاہیے کہ غور و فکر کے ذریعے ان اپنی باتوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرے جو انسان کے لیے ممکن ہیں۔ لیکن وہ اس دُنیا میں کچھ ترقی نہیں کر سکتا۔ وہ اپنا اثر دوسروں پر نہیں ڈال سکتا جب تک کہ وہ دشوار حالات میں بھی استقلال کے ساتھ اپنی اخلاقی سطح کو برقرار رکھے۔ وہ شخص ہرگز طالب علم کہلائے جانے کا مستحق ہیں جو اپنے فرائض کو مستقل مزاجی اور سمجھنے کے ساتھ پورا نہ کرے۔ اس کو ہرگز اپنے دل میں نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ کچھ نہیں بن سکتا کیوں کہ وہ اگر ایسا خیال رکھے گا تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکے گا۔ ملک اس کو ہمت کے ساتھ کیے جانا چاہیے کیوں کہ اگر وہ ایسا کرے گا تو ضرورا پئے کام میں کامیاب ہونا چاہیے۔

متعلم استاد سے یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ طلبہ کی تعلیم اور مدرسے کے وقار کو بڑھا دیں کے لیے اپنی ہر ذمہ داری کو ہنایت سمجھنے اور خوش اسلوبی سے پورا کرے گا۔ وہ خود اپنے کام کا محاسبہ کرتا رہے گا۔ اپنی تمام تر صلاحیتوں اور نہن تدبیر سے کام لے کر مندرجہ ذیل فرائض انجام دے گا:-

- ۱۔ تدریس کے لیے درجے میں پوری تیاری کے ساتھ داخل ہونا۔
- ۲۔ تدریس کے لیے جو وہ وقت مقرر کیا جائے اس کی سختی سے پابندی کرنا اور اس وقت میں تن دہی سے کام کرنا۔
- ۳۔ اگر تدریس کے پروگرام میں کوئی تبدیلی کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو اپنے نگران استاد اور استاد جماعت سے مشورہ کرنا۔
- ۴۔ طلبہ کے ساتھ سختی کے بجائے نرمی۔ غصتے کے بجائے پیار اور نفرت کے بجائے محبت سے پیش آنا۔
- ۵۔ درجے کے اندر داخلی ڈپلین قائم کرنے کی کوشش کرنا۔
- ۶۔ اپنے ذاتی تجربوں کا باقاعدہ رکارڈ رکھنا۔
- ۷۔ اپنی مشکلوں اور اپنے مسئللوں کو ہنایت آزادی اور وضاحت کے ساتھ نگران استاد کے سامنے پیش کرنا اور باہمی مشوروں سے ان کو حل کرنا سیکھنا۔
- ۸۔ اپنی ترقی اور کامیابی کا جائزہ لے کر تابع کی روشنی میں مزید ترقی کی کوشش کرنا۔
- ۹۔ نگران استاد اور استاد جماعت کے مشوروں پر غور و فکر کے ساتھ عمل کرنا اور تنقید سے بدلنا ہونا۔

۱۰۔ جماعتی، ذہنی اور افلاتی اعتبار سے خود کو طلبہ کے لیے نمونہ بنائے رکھنا۔

**استاد جماعت :-** اچھا استاد جماعت اپنے شاگردوں کی رُگ رُگ سے واقع ہوتا ہے۔ وہ مدرسے کے جملہ حالات اور طلبہ کے تعلیمی معیار اور سماجی پس منظر سے بھی خوب واقع ہوتا ہے۔ وہ مدرسے کے معمولات کی پابندی کرنے کا عادی اور مدرسے اور درجے کے اندر دُپلِن قائم رکھنے کے طریقوں سے بھی خوب واقع ہوتا ہے غرض یہ کہ وہ تدریس کے علم کے لیے جس قسم کے ماحول کی ضرورت ہوتی ہے اسے خوب جانتا ہے۔ اس لیے مشقی تدریس کے کام میں اس کا تعاون نہایت ضروری سمجھا جاتا ہے اور اس سے امتیز کی جاتی ہے کہ وہ متعلم استادوں کے لیے مندرجہ ذیل کاموں میں مددگار ثابت ہوگا۔

(۱) اسکول کے حالات کے مطابق مختلف قسم کے تعلیمی بچجوں کا انتظام کرنا۔

(۲) اسکول کی عمارت، اسکول کے نظام اوقات اور دیگر کاموں سے تعارف کرنا۔

(۳) متعلم استاد کو تدریس اور تدریس سے متعلق دیگر کاموں کے لیے رفتہ رفتہ تیار کرنا۔

(۴) درجے میں پڑھانے کے لیے مناسب ماحول پیدا کرنا اور پڑھانا شروع کرنا۔

(۵) درجے میں طلبہ کا متعلم استاد سے اور متعلم استاد کا طلبہ سے تعارف کرنا۔

(۶) مقررہ اسماق کو پڑھانے کے لیے پلاننگ پر نظر ثانی کرنا اور اس پلاننگ کے مطابق پڑھانے کے بعد تابع کو پڑھنا۔

(۷) ماہانہ فیس وصول کرنا، حافظی لینا، حاضریوں کا رکارڈ رکھنا وغیرہ۔

(۸) ماحول کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے کے لئے سمجھانا۔

(۹) طلبہ کے مسئللوں کو حل کرنے کے طریقے سمجھانا۔

(۱۰) تعیین قدر کے طریقوں میں رہنمائی کرنا

(۱۱) پیشہ ورانہ تعلیم کو جاری رکھنے کا شوق دلانا۔

استاد جماعت پر یہ ذائقے داری بھی عاید ہوتی ہے کہ وہ اپنی جماعت کے طلبہ کو متعلم استاد کا احترام کرنا سمجھاتے اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ خود طلبہ کی موجودگی اور عدم موجودگی میں متعلم استاد کا احترام کرے اس کے علاوہ یہ کہ طلبہ کے لیے جس تعلیمی سامان کی ضرورت پیش آئے اسے بروقت فراہم کرائے۔

اکثر و بیشتر متعلم استادوں کو شروع میں کچھ نہ پچھہ گھیرا ہٹ ضرور ہوتی ہے۔ اس لیے تینوں

سابھے داروں کو علاحدہ علاحدہ موقع و محل کے اعتبار سے انھیں سمجھاتا چاہیے کہ اس قسم کی گھبراہٹ کوئی غیر فطری شے نہیں ہوتی۔ وہ جیسے جیسے تدریس کے کام میں آگے بڑھتے جائیں گے گھبراہٹ کم ہوتی جائے گی۔ یہی نہیں بلکہ یہ گھبراہٹ خود اعتمادی اور خوشی میں بدل جائے گی۔ نگران استاد اور استاد جماعت کی ہمت افزا اور خوشش کن رائے اس خوشی اور خود اعتمادی میں مسلسل اضافہ کرتی رہے گی۔ عام طور سے گھبراہٹ کی وجہ طلبہ کے سوالوں کے جواب نہ دے سکنے کا خیال ہوتا ہے۔ اس خیال کو دور کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ مواد تعلیم کی خوب تیاری کی جائے اور یہ سمجھ دیا جائے کہ کوئی شخص بھی دُنیا بھر کی باتوں سے باخبر نہیں رہ سکتا ماکوئی شخص چلتا پھر تا انسائیکلو پسید یا نہیں بن سکتا البتہ جسے مطالعہ کا شوق ہوتا ہے وہ سب کچھ معلوم کر سکتا ہے۔ ایک اچھا استاد ہر معقول سوال کا جواب دینے کی تیاری کر لیتا ہے اور جس سوال کا برداشت جواب نہیں دیا جا سکتا اس کے لیے مناسب ذرائع سے جواب تلاش کرنے کا طریقہ سمجھا دیتا ہے یا خود ہی ایک دو دن بعد جواب تلاش کر کے طلبہ کو سمجھا درستا ہے۔

بعض اوقات یہ اندیشہ لاحق ہو جاتا ہے کہ پڑھانے یا کوئی کام کرنا نہ میں غلطی ہونے پر شرمندگی ہوگی۔ اس اندیشے کو دور کرنے یا اس سے محفوظ رہنے کا طریقہ اور واحد طریقہ یہ ہے کہ غلطی ہونے پر اس کا فوراً اعتراف کر لیا جائے اور اس کی اصلاح کر کے آئندہ مزید تیاری کے ساتھ طلبہ کے سامنے آیا جائے۔ غلطیوں کو چھپانے یا ان کو نظر انداز کرنے سے انسان ذہنی اعتبار سے احساس مکسری کا شکار بن کر رہ جاتا ہے۔

ہم آخر میں چند ضروری باتوں کا ذکر کرتے ہیں جن کے پیش نظر مشقی تدریس کا پروگرام مرتب کرنے اور اسے عملی جامہ پہنانے میں کامیابی کے امکانات زیادہ ہو جاتے ہیں۔

### چند ضروری باتیں :-

- ۱۔ جہاں تک ممکن ہو سکے مشقی تدریس کے لیے ایسے اسکول منتخب کیے جائیں جو انتظامی اعتبار سے استادوں کی تعلیم کے اداروں کی زیر نگرانی ہوں یا ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعاون کر سکیں۔

- ۲۔ مشقی تدریس کے پروگرام میں متعلم استادوں کو استاد کے جملہ فرائض کی ادائیگی کی مشق کی گنجائش رکھی جائے۔

## مشقی تدریس

- ۱۔ مشقی اسکولوں اور استادوں کی تعلیم کے اداروں کے درمیان دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کی گنجائش رکھی جائے۔
  - ۲۔ متعلم استادوں کو تدریس کا طالب علم سمجھا جائے اور پھر ان کے انفرادی امتیازات کی روشنی میں ان کی مناسب رہنمائی کی جائے۔
  - ۳۔ متعلم استادوں کی تدریسی صلاحیتوں اور دلچسپیوں کے مطابق مشقی تدریس کرائی جائے اور ان کی صلاحیتوں سے طلبہ کو پورا فائدہ پہنچانے کی کوشش کی جائے۔
  - ۴۔ متعلم استادوں کو پیشہ و رانہ اقدار اور روایات کو اپنانے کی طرف متوجہ کیا جائے۔
  - ۵۔ کامیاب اور تجربے کار استادوں کے اس باق کا مشاہدہ کرایا جائے۔
  - ۶۔ مشقی تدریس سے متعلق کاموں کی جائیخ اور تعین قدر کے طریقوں کی مشق کرائی جائے۔
  - ۷۔ مشقی تدریس کے پروگرام میں مدرسے اور سماج کے درمیان تعلقات پیدا کرنے کے طریقوں کو سیکھنے کی بھی گنجائش رکھی جائے۔
  - ۸۔ متعلم استادوں کے لیے والدین اور اساتذہ کے جلسوں میں شرکت کے موقع فراہم کیے جائیں۔
  - ۹۔ مشقی تدریس کی نگرانی اور جائیخ میں استاد جماعت اور مشقی اسکول کے نگران کو شریک کیا جائے۔
  - ۱۰۔ مشقی اس باق کو دیکھ کر رائے دینے میں یہ خیال رکھا جائے کہ اس سے متعلم استاد کی ہمت افزائی ہو گئی کہ ہمت شکنی۔ مگر وریوں اور غامیوں کو اس باق ختم ہونے کے بعد انفرادی طور پر تہمائی میں سمجھا دیا جائے۔
  - ۱۱۔ مشقی اس باق کے اشارے طلبہ کے ز محاذ طبع اور تعلیمی استعداد کی روشنی میں تیار کیے جائیں۔
-

(حصہ دوم)

# مشقی تدریس کا دائرہ عمل

(پہلا باب)

## مشاہدہ

(OBSERVATION)

استادوں کی تعلیم اور تربیت کے نصاب میں مشاہدے کو جواہمیت دی جاتی ہے اس کے پیش نظر اس موصنوع پر ذرا تفصیل سے غور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ عام دستور اور چلنر ہے کہ جب کسی فن کو سیکھنا ہوتا ہے تو سیکھنے سے پہلے، سیکھنے کے دوران اور سیکھنے کے بعد کبھی تنہا اور کبھی جماعت کے ساتھ اس بات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ فن کا راس کام کو کس طرح کرتا ہے۔ یہ بات بالکل الگ ہے کہ استادوں کی تعلیم و تربیت کے پروگرام میں مشاہدے کو کب شروع کرایا جائے اور کب ختم کرایا جائے اور اس کام میں کتنا وقت صرف کیا جائے۔ اس بات کا فیصلہ متعلم استادوں کے استادوں کو خدا اپنے حالات، ضرورت اور سہولت کے مطابق کرنا چاہیے دراصل مشاہدہ مشقی تدریس کا لازمی جزو ہے اور اسے مشقی تدریس کی تیاری کے سلسلے میں مشقی تدریس شروع کرانے سے پہلے ہی کرنا چاہیے۔ اور مشاہدے کے بعد ہی متعلم استادوں کو تدریس کے لیے بھیجا جانا چاہیے۔ اس قسم کے مشاہدے اسکولوں میں عام استادوں کی جماعتوں کے کرانے چاہیں تاکہ انہیں تدریس کی عام دشواریوں اور سیاق و سباق کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ مشقی تدریس شروع کرنے سے پہلے کے مشاہدوں میں وہ مشاہدے زیادہ کامیاب اور کارآمد ثابت ہوتے ہیں جونگاں استادوں کی نگرانی اور رہنمائی میں کلے جاتے ہیں۔ جس متعلم استاد کو مشاہدے کی جتنی ضرورت ہوا تئے ہی مشاہدے کلے جائیں تو بہتر ہے اس لیے کہ طلبہ کی طرح متعلم استادوں کی شخصیتیں بھی جدا گاہ ہوتی ہیں۔ ہمارے یہاں حالات سے مجبور ہو کر تمام متعلم استادوں کو مشقی تدریس کے لیے ایک ساتھ بھیجا جاتا ہے۔ ورنہ اچھا تو یہ ہے کہ جب کوئی متعلم استاد تدریس کے لیے تیار نظر آئے تو اس کی مشقی تدریس شروع کرادی جائے اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ تمام متعلم استادوں کو

ایک خاص مدت سہ ک مشقی تدریس میں مصروف رکھا جائے۔ مشاہدے کا پروگرام مختلف جماعتوں میں متعلم استادوں کے معنای میں کے اعتبار سے مرتب کیا جانا چاہیے۔ ابتدائی اور شانوی مدرسون میں کام کرنے والے متعلم استادوں کو ان کی دلپتی کے مطابق جماعتوں کا مشاہدہ کرنا چاہیے اور یہ مشاہدے اصولاً ایسے اسکولوں میں کرانے چاہیں جہاں متعلم استادوں کو تعلیم سے فارغ ہو کر بحیثیت استاد ملازم رکھا جاتا ہے۔ مشاہدے کے لیے کچھ وقت پڑائیوں اسکولوں اور اچھے پبلک اسکولوں کے لیے بھی ضرور نکالا جائے۔ تاکہ متعلم استادوں کو تدریس کے دونوں پہلوؤں کو دیکھنے کا موقع مل سکے۔

شاید یہ کہنا درست ہے کہ مشقی تدریس کی تیاری مشاہدے ہی سے شروع کی جانی چاہیے۔ پہلے یہ کام جماعتی شکل میں بغیر نگران استاد کی نگرانی کے کرایا جائے اور یہ دیکھنے کی ہدایت کی جاتے کہ وہ مختلف جماعتوں کے استادوں کی شخصیت اور ان کے کاموں کا مشاہدہ کریں اور یہ دیکھیں کہ غریب استاد کن حالات میں تدریسی فرائض کس طرح انعام دے رہے ہیں۔ اس طرح متعلم استادوں کو جذب آتی اعتبار سے معلمی کا پیشہ اختیار کرنے میں مدد لے گی اور ان کا یہ خوف دور ہو سکے گا کو اپڑھانے کا کام پڑا مشکل کام ہے۔ انھیں اپنی صلاحیتوں اور تعلیمی استعداد کے بل بوئے پر اپنے اندر را عتماد پیدا کرنے میں مدد لے گی۔ وہ اندازہ کر سکیں گے کہ کسی مضمون کو پڑھانے کے لیے کتنی تعلیمی استعداد، کتنی معلومات اور کس قسم کی صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ اپنی شخصیت کا جائزہ لے کر اس میں ضروری تبدیلیاں پیدا کرنے کی ضرورت محسوس کر سکیں گے۔

اس کے بعد کچھ مشاہدے نگران استاد کی نگرانی اور رہنمائی میں باقاعدہ کرائے جائیں ممکن ہے یہ مشاہدے پہلے مشاہدوں کے مقابلے میں زیادہ تفید اور کار آمد ثابت ہو سکیں۔ سب سے پہلے متعلم استادوں کو ان مشقی مدرسون کا مشاہدہ کرایا جائے جہاں انھیں تدریس کی مشق کرنی ہوگی۔ اس کے بعد مدرسے کے استادوں بالخصوص متعلقہ استاد جماعت اور نگران مدرسے سے تعارف کرایا جائے اور پھر ان جماعتوں کا مشاہدہ کرایا جائے جنہیں متعلم استادوں کو پڑھانا ہوگا۔ ان جماعتوں میں متعلقہ معنای میں کے استادوں کے پڑھانے کے طریقوں کا مشاہدہ کرایا جائے اور خاص طور سے یہ دکھایا جائے کہ استاد کس مضمون کے پڑھانے میں کس کتاب کو استعمال کرتا ہے استاد اور طلبہ کے درمیان کس قسم کا تاثل (INTERACTION) ہو رہا ہے۔ درجے میں ڈسپلن قائم رکھنے کے لیے کیا طریقہ استعمال کیے جا رہے ہیں اور کس استاد کی شخصیت کی کون سی خوبیاں قابل تحسین ہیں۔ جب کبھی استاد جماعت کا درجے کے اندر پڑھانے کے طریقے کا مشاہدہ کرایا جائے تو یہ ضرور دیکھنا چاہیے کہ:-

- ۱۔ سبق کو کس طرح شروع کیا گیا ہے۔
- ۲۔ بچوں کی دلچسپیوں کو برقرار رکھنے اور ابھارنے کے لیے فطری اور غیر فطری طریقوں سے کس طرح کام لیا جاتا ہے۔
- ۳۔ خیالات اور تصویرات کی دمناحت کے لیے کس قسم کے امدادی سامان کو کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔
- ۴۔ درجے کے اندر طلبہ کی کس طرح مدد اور رہنمائی کی جاتی ہے۔
- ۵۔ طلبہ کی ذہنی بیداری اور علم کے لیے تیاری میں استاد کس ترکیب سے کام لیتا ہے۔
- ۶۔ بحث و مباحثے میں جماعت کے کتنے طلبہ حصہ لیتے ہیں۔
- ۷۔ داخلی ڈسپلن قائم رکھنے کے لیے طلبہ سے کس قسم کے کام کرائے جاتے ہیں۔
- ۸۔ اچھی عادتیں پیدا کرنے کے لیے پڑھاتے وقت طلبہ کی کس طرح ہفت افزائی کی جاتی ہے۔
- ۹۔ مقررہ وقت کا کس حد تک صحیح استعمال کیا جاتا ہے۔
- ۱۰۔ استاد کی شخصیت کا طلبہ کے اوپر کیا اثر ہو رہا ہے۔
- ۱۱۔ سبق کو کس طرح سلسلے وار پھیلا کر پورا کرا رکھا جاتا ہے۔
- ۱۲۔ طلبہ کے انفرادی امتیازات، مزوریوں اور خوبیوں کے مطابق استاد اپنے طریقہ تعلیم اور پلان میں کیا تبدیلی کرتا ہے۔
- ۱۳۔ استاد جو زہ مواد تعلیم کو پڑھانے کی کوشش کرتا ہے یا طلبہ کو پڑھاتا ہے یعنی مواد تعلیم کو طلبہ کی شخصیت کی نشوونگا کا دستیلہ بناتا ہے۔

جب متعلم استاد پا قاعدہ مشقی تدریس شروع کریں تو انہیں اپنی کوششوں کے نتائج کو بھی دیکھنے اور پڑھنے کا موقع دیا جائے۔ انہیں دریکھنا چاہیے کہ ان کے کام اور ان کی باتوں کا ان کے شاگردوں پر کتنا اثر ہوتا ہے۔ انہیں دریکھنا چاہیے کہ جماعت نے جموعی اعتبار سے کتنی ترقی کی ہے انہیں یہ اندازہ بھی کرتے رہنا چاہیے کہ ان کے طریقہ تدریس اور ان کے اس باقی کی پلاننگ کے متعلق طلبہ کے کیا اماثرات ہیں اور ان کے کام کے متعلق نگران استاد اور استاد جماعت کی کیا رائے ہے۔ اس طرح انہیں دھیرے دھیرے فن تدریس کو بھجنے اور اس سے کامیاب بنانے کا موقع ملے گا۔

مشقی تدریس کے بعد بھی مشاہدے کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ ان مشاہدوں کے ذریعے یہ کوشش کی جاتی ہے کہ

(۱) تمام متعلم استادوں کے کاموں کی غایش کی جاسکے اور سب ایک دوسرے کے کام کا مشاہدہ کر کے

اپنی رائے ظاہر کریں۔

- (۱) متعلم استاد، نگران استاد، استاد جماعت اور والدین کی کانفرنسوں کا مشاہدہ کر سکیں۔
- (۲) متعلم استاد والدین کی ایسوی ایشن کے جلسوں کا مشاہدہ کر سکیں۔
- (۳) متعلم استاد استادوں کے جلسوں میں شریک ہو کر طریقہ کار کا مشاہدہ کر سکیں۔
- (۴) متعلم استاد طلبہ کی مجلس یا حکومت کے جلسوں اور کاموں کا مشاہدہ کر سکیں۔
- (۵) متعلم استاد مدرسے کے استادوں کے دوسرے تمام کاموں کا مشاہدہ کر سکیں۔
- (۶) متعلم استاد! سکول کے مختلف کلبوں کے زیر اہتمام ہونے والے مشغلوں کا مشاہدہ کر سکیں۔
- (۷) دراصل مشاہدوں کو باقاعدہ کرانے سے متعلم استادوں کی بہت سی اجھنیں اور دشواریاں خود بخود دور ہو جاتی ہیں۔ ان مشاہدوں کی رپورٹیں زیادہ طویل نہ لکھائی جائیں تو اچھا ہے۔ طویل رپورٹیں لکھنے سے متعلم استاد کو کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا اور نہ ہی نگران استاد کے پاس آنا وقت ہوتا ہے کہ وہ انھیں پڑھ کر لکھنے والوں کو کوئی خاص مشورہ یا ہدایت دے سکے۔ رپورٹ مختصر ہو اور اس پر نگران استاد کی نگرانی میں ہونے والی کانفرنس میں تبصرہ کیا جائے۔ ان مشاہدوں سے پورا فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے لیے باقاعدہ تیاری کی جائے۔ اس تیاری میں ہر ایک متعلم استاد کو مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیے :-

۱۔ متعلم استاد کو استاد جماعت کے طریقہ تدریس کو دیکھ کر اندازہ ہو سکے کہ اصول تعلیم کو کس حد تک استعمال کیا جا رہا ہے۔

۲۔ متعلم استاد کو دوسرے استادوں اور دوسرے مصنایمن کے پڑھانے کا طریقہ بھی معلوم ہو سکے۔

۳۔ متعلم استاد کو تدریس کے مختلف طریقوں اور ترکیبوں سے واقفیت ہو جائے۔

۴۔ متعلم استاد جماعت کے طلبہ کے تاثرات کو سمجھ کر۔

۵۔ متعلم استاد کو ان حالات کا علم ہو سکے جن میں رہ کر اسے مستقل طور پر پڑھانا ہو گا۔

۶۔ متعلم استاد کو فن تدریس کے عوامل اور دشواریوں کا اندازہ ہو جائے۔

مشاہدے کا پروگرام نگران استاد کو متعلم استادوں کے مشورے سے تیار کرنا چاہیے۔ یہ وہ موقع ہوتا ہے جس میں متعلم استاد اپنی ضرورتوں کے مطابق مشاہدے کے لیے تیار ہو سکتا ہے اور یہ طے کر سکتا ہے کہ مشاہدے کے ذریعے متعلم استاد کی کون کون سی ضرورتیں پوری کی جاسکتی ہیں۔ ضرورتوں کی ایک فہرست درج ذیل ہے :-

۱۔ عام معمولات کو سمجھنے کی ضرورت :-

(۱) حاضری لینے کا طریقہ (۲) فیس وصول کرنے کا طریقہ (۳) ضروری اعلانات نکالنے کا طریقہ (۴) دیگر معمولات کی پابندی (۵) مدرسے کی عمارت کا استعمال

۲۔ بچے کی نشوونما کے عمل کو سمجھنے کی ضرورت :-

(۱) بچے کا دوسرا بچوں کے ساتھ سلوک (۲) بچے کی تدریس و تعلم میں دلچسپی (۳) خالی اوقات کے استعمال کا طریقہ (۴) بچے کی ذہنی اور جذباتی پختگی کی علامات کو دیکھنا وغیرہ۔

۳۔ مختلف طریقہ تعلیم اور ترکیبیوں کو سمجھنے کی ضرورت :-

(۱) پلانگ اور اس کے مطابق پڑھانا (۲) سوالات کی نوعیت اور ان کے دریافت کرنے کا طریقہ (۳) دیگر طبقہ تعلیم اور ترکیبیں۔

۴۔ درجے کے مختلف مشغلوں کو سمجھنے کی ضرورت :-

(۱) زیر نگرانی مطالعہ (۲) لائبریری کی کتابوں کا استعمال (۳) تفریحی مشاغل کا پروگرام۔

(۴) حروف کی تعلیم کا انتظام (۵) اصلاحی کاموں کی تنظیم (۶) روزانہ کے کاموں کی تیاری میں طلبہ کی شرکت (۷) طلبہ کے کاموں کا رکارڈ۔

۵۔ درجے کا انتظام اور ڈسپلین سمجھنے کی ضرورت :-

(۱) تعمیری کاموں سے دلچسپی پیدا کرانا (۲) داخلی ڈسپلین قائم رکھنا (۳) احتیاطی تباہی کا استعمال (۴) درجے کے کاموں میں طلبہ کی شرکت (۵) طلبہ کی انفرادی ضرورتوں کو پورا کرنے کا انتظام (۶) درجے کے انتظام میں طلبہ کی ذمے داریاں (۷) استاد اور شاگرد کے باہمی تعلقات۔

۶۔ امدادی سامان کے استعمال کے طریقوں کو سمجھنے کی ضرورت :-

(۱) تختہ سیاہ کا استعمال (۲) درسی کتابوں کے علاوہ دوسری کتابوں اور رسالوں کا استعمال

(۳) تصاویر، نقشوں اور ماڈلوں کا استعمال (۴) سلائیڈز کا استعمال (۵) فیلمڈرپس

کا انتظام (۶) لیبارٹریز اور ورک شاپ کا استعمال (۷) زیڈیو اور ٹیلی ویژن کا استعمال۔

۷۔ تعیین قدر کے طریقوں کو سمجھنے کی ضرورت :-

(۱) روزانہ کی جائیخ کے طریقے (۲) معروضی طریقہ جائیخ (۳) ذاتی محاسبہ اور جائیخ۔

بعض اداروں میں نگران استادوں سے نونے کے اباق پڑھوا کر طلبہ کو تدریس کے مختلف طریقوں کا مشاہدہ کرنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ ان اباق پر تنقید کرتے اور بحث کرنے سے نگران استادوں اور ان کے شاگردوں دونوں کو تدریس اور اس سے متعلق عوامل کو سمجھنے اور سمجھانے میں مدد ملتی ہے۔ ان اباق کو جنہیں عام طور سے نونے کے اباق (DEMONSTRATION LESSONS) کہا جاتا ہے پوری تیاری کے ساتھ دیا جاتا ہے ان کے مشاہدوں سے تعلم استادوں کو سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ :-

- ۱۔ ہر سبق کا کچھ مقصد ہوتا ہے اور وہ مقصد سبق کے شروع ہی میں طلبہ کو اپنی طرح سمجھادینا چاہیے۔
- ۲۔ سبق کو بالترتیب اور سلسلہ دار اس طرح پڑھایا جاتا ہے کہ متعلم استاد کو ایک حصتے کے بعد دوسرے حصتے کو سمجھنے میں دشواری نہ ہو اور وہ استاد اور طلبہ کے تاثرات اور تعامل کو سمجھ سکے۔
- ۳۔ استاد حسب ضرورت مشکل نکات اور مسئللوں کو بحث و میਆحت کے ذریعے یا امرادی سامان کی مدد سے آسان بنادیتا ہے۔

۴۔ سبق کے آخر میں پورے سبق کا خلاصہ سمجھادیا جاتا ہے۔

۵۔ سبق کی مزید وضاحت اور تفہیم کے خیال سے گھر پکرنے کے لیے تھوڑا بہت کام ضرور دیا جائے اور یہ کام کی اہمیت اور ضرورت سمجھانے کے بعد دیا جاتا ہے۔

مشقی تدریس کی تیاری کے سلسلے میں جو مشاہدے کرائے جاتے ہیں ان کی مدد سے تعلم استادوں کو معلمی کے پیشے کے وقار کو قائم رکھنے اور پڑھا وادیئے کے لیے بھی بہت سے آداب سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ مشاہدہ کرنے کے سلسلے میں متعلم استادوں کو یہ ہدایت منزور کر دینی چاہیے کہ وہ اپنے تاثرات کو ہنایت خاموشی کے ساتھ قلم بند کرتے رہیں۔ مشاہدہ کرتے وقت درجے میں پڑھانے والے استاد اور اس کے شاگردوں کو بالکل سکون کے ساتھ کام کرنے دیں۔ وہ درجے کے اندر کسی قسم کی بذکری کا سبب نہ بنیں۔ مشاہدے سے متعلق جو بھی تاثرات قلم بند کیے جائیں ان پر نگران استاد کی نگرانی میں ہو نے والی کانفرنس کے اندر ہنایت سُوچھ بوجھ اور، فراخ دلی اور خندہ پیشانی کے ساتھ غور کیا جائے اور نگران استاد اور ساتھیوں کے مشوروں سے فائدہ اٹھایا جائے۔

(دوسرا باب)

## استاد کی شخصیت کا مطالعہ اور مشاہدہ

یوں تو گذشتہ ابواب میں ایک دو جگہ استاد کی بعض اچھائیوں کو بیان کیا جا چکا ہے۔ لیکن اس کی شخصیت کی تاثیر کو سمجھانے کے لیے شخصیت کی مختصری تعریف اور اس کی صفات کی تفصیل بیان کرنا اس لیے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شخصیت اور تدریس میں جسم اور روح جیسا رشتہ سمجھا جاتا ہے۔ شخصیت کے بغیر تدریس بالکل بے جان اور بے معنی بن کر رہ جاتی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ متعلم استادوں کو نہ صرف مشاہدے کی مقرہ مرتب میں استاد کی شخصیت کا مشاہدہ کرنا چاہیے بلکہ زندگی کے ہر لمحے اور ہر موقع پر ان خوبیوں اور اچھائیوں کو دیکھتے رہنے کی کوشش کرنی چاہیے جن کی وجہ سے کوئی استاد اچھا استاد کہلاتا ہے یا کوئی انسان اچھا انسان کہلاتے کا سختی قرار دیا جاتا ہے۔ خوبیوں کو دیکھتے رہنے کے علاوہ خود اپنی شخصیت کا بھی جائزہ لیتے رہنا چاہیے تاکہ اچھا بننے میں مدد مل سکے۔

شخصیت بقول ڈاکٹر سید عابد حسین ان جسمانی اور اخلاقی صفات کا ایک ہم آہنگ مجموعہ جن کی بدولت کوئی شخص عام لوگوں سے امتیاز فاصل کرتا ہے اور ان پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ہمیں استاد کی شخصیت میں ان ہی صفات کو دیکھنے کی کوشش کرنی چاہیے جن سے دوسرے لوگ بالخصوص طلبہ متاثر ہوتے ہیں۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ استاد کی شخصیت میں وہ جسمانی اور اخلاقی صفات کیسی کھلی ملی ہیں اور وہ اس کی تدریس کو کس طرح متاثر کرتی اور کامیاب بناتی ہیں۔

اچھے استاد کی شخصیت کی خوبیوں اور اچھائیوں کی تفصیل میں جانے سے پہلے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اور آپ اپنے دوست اور رفیق کی شخصیت میں جو خوبیان دیکھنا پسند کرتے ہیں وہی عام خوبیاں طلبہ اپنے استادوں کی شخصیت میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ غالباً طلبہ کو استاد کی جو خوبی سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے اور جس کو عام طور سے پسند کیا جاتا ہے وہ محبت، قبولیت اور توجہ ہے اور وہ بھی ماں جیسی۔ اچھا استاد یقیناً اپنے طلبہ کو غیر مشروط طریقے پر اپناتا ہے۔ وہ ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس کے دل میں بچوں کی محبت اور اس کے سر میں بچوں کی بھلائی اور بہبود کا سودا جنون کی حدود سے ذرا ہی دور رہ جاتا ہے۔ اس میں طلبہ کے مسئللوں کو صبر و تحمل کے ساتھ سُننے کی صلاحیت پر رجہ اتم ہوتی ہے۔ وہ اپنے طلبہ کی ترقی اور کامیابی کے ذریعے ان کے اندر خدا عنادی پیدا کرتا ہے۔

درالصل اچھا استاد فطرت اعلم کا جو یا اور دوسروں کو علم کی دولت سے مالا مال کرنے کا شوقین ہوتا ہے۔ اسے تمام سماجی اور اخلاقی مسئللوں کو مثبت انداز میں سوچ کر حل کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ وہ اپنے طلبہ کی غلطیوں اور کمزوریوں کی نہایت خوش ذوقی اور سلیقے کے ساتھ اصلاح کرتا ہے۔ وہ اپنے ذاتی اور پیشہ ور انہ مسئللوں کو ایسے مثبت طریقوں سے سوچتا اور حل کرتا ہے کہ دوسروں کو گران ہیں گزرتا۔ وہ دوسروں کی عزت کر کے اپنی عزت کرانا جانتا ہے۔

اچھے استاد کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ خود اپنا مایسے کرتا رہتا ہے۔ خود سے واقف ہونے کی بنا پر دوسروں کو جانے اور بحث کرنے میں بہت کم غلطی ہوتی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جذبات اور خواہشات کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک اچھی، دوسرا بُری۔ اس کی نظر سدا اچھائیوں پر رہتی ہے۔ بُرا یوں کو دیکھا نہ درہے لیکن وقّت طور پر نظر انداز کرتا ہے اور پھر دھیرے دھیرے مناسب رہنمائی کے ذریعے ان بُرا یوں کو ذور کرنے میں مدد کار ثابت ہوتا ہے۔ وہ اپنے طلبہ کی اچھائیوں کو سراہ کر اُنھیں اور زیادہ اچھا بننے کا شوق دلاتا ہے۔

اچھا استاد بچوں کی فطرت اور ان کی دلچسپیوں سے واقف ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کوئی دو بچے بھی فطرت میکاں نہیں ہوتے۔ اس کے پڑھانے اور تعلیمی تجربوں کے انٹھاب میں بچوں کے انفرادی امتیازات کا پُورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ بچوں کی موجودہ دلچسپیوں کو مرکز بنانے کے حال اور مستقبل کو کامیاب اور خوش گوار بنا دیا جائے۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ اچھا استاد خود اپنا مایسے کرتا رہتا ہے اور وہ عام طور سے جذبات سے نہیں عقل سے کام لے کر مسئللوں کو حل کرتا ہے۔ عام طور سے معمولی معمولی باتوں پر خفا ہونا۔ طیش میں اگر ادھر اُدھر باٹھ پھینکنا۔ غصتے میں قابو سے باہر ہو جانا۔ طلبہ کو درجے سے نکال باہر کھڑا کر دینا وغیرہ علمائیں ہوتی ہیں خود پر قابو نہ رکھ سکنے کی۔ اچھا استاد اس قسم کی حرکتوں سے باز رہنے کے لیے ہر عال میں جذبات کو قابو میں رکھتا ہے اور مہنس بوس کر وقت گزار دیتا ہے۔

یہ ایک اصول بات ہے کہ شخصیت کی تعمیر اور پیشہ ور انہ ترقی کے لیے انسان کو اپنی کمزوریوں کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے اور ان کو جان کر انھیں دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو شخص ایسا کرتا ہے کامیابی اس کے قدم چومتی ہے متعلم استادوں کو چاہیے کہ وہ اپنے تدریسی مشاغل کا پلان تیار کرتے وقت اپنی اچھائیوں اور کمزوریوں، اپنی خوبیوں اور خرابیوں پر نظر رکھیں وہ اپنے ہم جیلوں اور رفقاء کا ر سے بے تسلیفی سے بات کر کے یہ بحث کی کوشش کریں کہ وہ کون می کمزوریاں ہوتی ہیں جن کی وجہ سے

انسان دوسروں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ ہم جو یوں اور ہم جماعتوں کی رائے بسا اوقات بڑی بُری معلوم ہوتی ہے لیکن اگر وہ کسی حقیقت پر مبنی ہوتی ہے اور سُنْنَۃ والا اپنی اصلاح کرنا چاہتا ہے تو وہی بُری رائے بڑی مفید اور کارآمد ثابت ہو جاتی ہے۔

خود کو جاننے اور بہچاننے میں جس چیز سے مدللتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان اپنی خواہشات اور اپنے حرکات کو پُورے طور پر سمجھنے کی کوشش کرے۔ خواہش سے ارادہ بنتا ہے اور ارادے سے عمل میں تیزی آتی ہے۔ عام طور سے دلچسپی اور خواہش سے ارادے میں اور ارادے سے عمل میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ بعض خواہشات مثبت ہوتی ہیں اور بعض منفی۔ مثلاً جسمانی راحت کی خواہش، کسی کا ہمدرد بن جانا۔ دوست کو دوست اور رشتہ دار کو رشتہ دار باننا اور دوسروں کی نظروں میں مقبول ہونا وغیرہ ایسی مثبت اور جائز خواہشات ہیں جن کے ذریعے شخصیت بنی اور سُنورتی ہے۔ ان کے برعکس منفی خواہشات ہیں جیسے کسی شخص یا کام سے بد دل ہو کر الگ بیٹھ جانا، خود کو احساسِ کمتری میں بنتلا کر لینا۔ خود کو کسی ناکردار گناہ کا مرتكب سمجھ لینا، نقصان کے اندر لیشے سے کوئی کام شروع نہ کرنا۔ دوسروں سے انتقام لینے کی فکر میں کڑھتے رہنا وغیرہ ان خواہشات کو بڑھاوا دینے سے شخصیت بننے کے بجائے مجروح ہو کر رکھ جاتی ہے۔

اچھا استاد یقیناً اچھا انسان ہوتا ہے۔ وہ ہر وقت ثابت خواہشات اور نیک تہذیب رکھتا ہے اور اسی قسم کی خواہشات اور تہذیب اپنے طلبہ میں پیدا کرانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ سماجی انسان ہوتا ہے زندگی کے کسی بھی مور پر مالوں نہیں ہوتا۔ اسے دوسروں کے ساتھ مل جل کر کام کرنے اور زندگی بسرا کرنے میں لطف آتا ہے۔ وہ دوسروں کی مدد کر کے خوش ہوتا ہے اور جب ضرورت پیش آ جاتی ہے تو بلا تکلف دوسروں کی مدد حاصل کر لیتا ہے۔ وہ دوسروں کی مجبوریوں اور کمزوریوں کو جان کر خوش ہونے کے بجائے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ اس کے برعکس منفی خواہشات اور تہذیب والے انسان خود غرض، بے رحم اور تنگ نظر ہوتا ہے۔ وہ عام طور سے غیر سماجی حکتوں میں بستار ہوتا ہے۔ بہتری کھو جاتا ہے کہ خواہشات اور جذبات میں توازن قائم رکھا جائے اور عقل کو دل کا پاسپان بنائے رکھنے کی کوشش کی جائے۔

مختصر ان اخلاقی صفات کے اچھا استاد اپنی وضع قطع، چال ڈھال اور لباس کی طرف سے بھی غافل نہیں رہتا۔ وہ اپنے لباس، طرزِ گفتگو، چال ڈھال اور رکھ رکھا و میں طلبہ کے لیے نو نہ بنالہتے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ طلبہ اپنے استادوں کی نقل بھی کرتے ہیں اور انہیں تنقیدی نظر

سے بھی دیکھتے رہتے ہیں۔

ابھی تک ہم نے متعلم استادوں کو استاد کی علمی قابلیت اور فن تدریس سے متعلق ہمارتوں کی تفصیل بیان کیے بغیر ان جسمانی اور اخلاقی خوبیوں اور صفتیوں کو بھلانے کی کوشش کی ہے جو اچھا استاد بننے کے لیے ضروری بھی جاتی ہیں اور جن کو تھوڑی توجہ، کوشش اور رہنمائی کے ذریعے مشقی تدریس کے دوران بڑی حد تک پیدا کیا جاسکتا ہے۔ ان خوبیوں اور صفتیوں کی تفصیل بیان کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہ سمجھا جائے کہ متعلم استاد اپنے اندر تمام کی تمام خوبیاں پیدا کر سکتے ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ روزانہ کی کوشش اور توجہ سے کچھ نہ کچھ ضرور حاصل کی جاسکتی ہیں بشرطیکہ سیکھنے کا شوق ہو اور ذہن سیکھنے کے لیے آمادہ ہو سکے۔ آخر میں ان تمام صفتیوں اور خوبیوں کی فہرست ذرا اتر تیب سے پیش کی جا رہی ہے تاکہ متعلم استادوں کو دوسرے استادوں کی شخصیت کا مشاہدہ کرنے میں ذرا زیادہ مدد مل سکے۔

## I جسمانی صحت :-

- (۱) جسمانی زنگ روپ اور خوبصورتی
- (۲) جسمانی صفائی اور رکھرکھاؤ
- (۳) مناسب اور صاف ستمھرالباس
- (۴) بالوں کی مناسب وضع قطع اور تراش خراش
- (۵) موثر آواز
- (۶) چہرے کا آسٹار چھڑھاؤ اور مسکراہٹ
- (۷) عام صحت اور توانائی
- (۸) خوش دلی اور خندہ پیشانی

## II اخلاقی صفات :-

- (۱) عام اخلاق
- (۲) انصاف
- (۳) ضبط نفس
- (۴) انسان دوستی

## مشقی تدریس

- (۱) خوش مذاقی
- (۲) مستقل مزاجی
- (۳) صبر و تحمل
- (۴) محبت اور شفقت
- (۵) عام کچھ بوجھ
- (۶) ہمدردی اور قبولیت
- (۷) توجہ اور طنساری
- (۸) ایمان داری
- (۹) وفاداری
- (۱۰) مطابقت پذیری
- (۱۱) جمال آفرینی
- (۱۲) بذله سخنی

استاد کی علمی اور انتظامی صفات کا ذکر ڈپلن اور تدریس سے متعلق ابواب میں کیا جائے گا یہاں  
متudem استادوں کی رہنمائی کے لیے چند ایسے سوالات کی فہرست درج کی جا رہی ہے جن کے مطابعے اور جن  
کے جوابات سوچ کر عمل کرنے سے انھیں اپنی شخصیت کو بنانے اور ابھارنے میں مدد ملے گی، عمل سے زندگی  
بنتی ہے جتنی بھی جہنم بھی۔

## سوالات کی فہرست :-

- (۱) کیا میرا بیاس، میرے بال اور جسم کی عام صفائی میرے منصب کے مطابق ہے؟
- (۲) کیا میری آواز سامعین کو متاثر کرتی ہے اور جو کچھ کہتا ہوں اس کو آسانی سے کچھ لیا جاتا ہے؟
- (۳) کیا میری ظاہری شخصیت پر کشش اور قابل قبول ہے؟
- (۴) کیا میرے چہرے کے اتنے چڑھا و مناسب ہوتے ہیں؟
- (۵) کیا میری صحبت ٹھیک ہے اور میں محنت سے کام کر سکتا ہوں؟
- (۶) کیا میں ہر کام نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ کرتا ہوں؟
- (۷) کیا میرے فیصلے بے لائگ اور غیر جانبدارانہ ہوتے ہیں۔

- (۸) کیا مجھے اپنے جذبات پر قابو رہتا ہے یا جلدی سے خفا ہو جاتا ہوں؟
- (۹) کیا میں بہت جلد مایوس ہو کر یہ سوچنے لگتا ہوں کہ دنیا خود غرض لوگوں سے بھری ہے؟
- (۱۰) کیا میں درجے کے اندر رجش و خروش اور زندگی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں؟
- (۱۱) کیا جب کبھی کوئی کام میری امید اور توقع کے خلاف ہو جاتا ہے تو میں صبر و تحمل سے کام لیتا ہوں؟
- (۱۲) کیا میں جذباتی اعتبار سے تن درست ہوں اور کسی بھی صورتِ حال میں بلا وجہ خوف زدہ نایوس اور پریشان نہیں ہوتا ہوں؟
- (۱۳) کیا میں بچوں اور بڑوں کے ساتھ ہمدردی اور شرافت سے پیش آتا ہوں؟
- (۱۴) کیا میں بغیر کسی ذاتی مفاد اور غرض کے دوسروں کی خدمت کرتا ہوں؟
- (۱۵) کیا میں اپنے اور اپنے دوست احباب نیز ساتھیوں کے ساتھ ایمان دار رہتا ہوں؟ کیا میں سماجی انسان ہوں یا خود غرض؟
- (۱۶) کیا میں کسی ضرورت کے وقت تبدیلی کو خوشی سے تسلیم کر لیتا ہوں؟
- (۱۷) کیا میں ہنسنے ہنسانے اور دوسروں کے ذوقِ سلیم کو پسند کرتا ہوں؟
- (۱۸) کیا میں اپنی خوبیوں اور کمزوریوں سے واقع ہوں اور خود پر اعتماد رکھتا ہوں؟
- (۱۹) کیا میں کسی مسئلے کو خود سوچ سمجھ کر حل کر لیتا ہوں؟
- (۲۰) کیا مجھ میں اپنے ارادوں اور منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی صلاحیت ہے؟
- (۲۱) کیا میں دوسروں کی مدد کر کے خوش ہوتا ہوں اور دوسروں کا تعاون حاصل کر سکتا ہوں؟
- (۲۲) کیا میں اپنے فرائض کو ذائقے داری کے ساتھ ادا کر کے خوش ہوتا ہوں؟
- (۲۳) کیا میں ضرورت کے مطابق وسائل تلاش کرنے اور انھیں استعمال کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں؟
- (۲۴) کیا مجھ میں تعاون اور وفاداری کی صلاحیت موجود ہے؟
- (۲۵) کیا میں دوسروں کی رائے ہمار کر سکتا ہوں اور اپنی بات آسانی کے ساتھ دوسروں کو سمجھانے کی صلاحیت رکھتا ہوں؟
- (۲۶) کیا میں دوسروں کے جذبات اور خیالات کو بغیر ان کے کہے ہوئے سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہوں؟
- (۲۷) کیا مجھ میں مطالعہ کرنے اور مختلف قسم کی معلومات حاصل کرنے کا شوق ہے اور اپنی قابلیت اور علمی استعداد کے مطابق سماج میں پڑھے لکھے لوگوں کے درمیان بیٹھ کر خوش رہتا ہوں؟ اور تعلیمی اور علمی بحث و مباحثہ میں شرکیں ہو کر اسے کامیاب بنانے کی صلاحیت رکھتا ہوں؟

(۲۸) کیا مجھے اپنے مضمون میں دلچسپی ہے اور اس پر اتنی قدرت حاصل ہے کہ دوسروں کو اچھی طرح پڑھاسکوں؟

(۲۹) کیا میں جوزبان بولتا ہوں اس میں اپنے خیالات نہایت آسانی اور موزونیت کے ساتھ زبانی اور لکھ کر ظاہر کر سکتا ہوں؟

(۳۰) کیا مجھے ہر موقع پر مجلسی آداب کا لحاظ رہتا ہے اور ان پر عمل کرتا ہوں؟

(تیسرا باب)

## درجے کا ڈسپلن اور اس کی اہمیت

تعلیم کی چند دوسری اصطلاحات کی طرح ڈسپلن بھی ایک الی اصطلاح ہے جس کو سمجھنے اور بمحضانے میں تھوڑی دشواری پیش آتی ہے۔ جب بھی اساتذہ اور منتظرین تعلیم اس اصطلاح پر تباہ خیال کرتے ہیں تو وہ اس کے کسی ایک معنی اور مفہوم پر متفق نہیں ہوتے ابتدہ اس بات سے کسی کو امکان نہیں ہوتا یہ کہ یہ دلسلہ ہے جو نئے استادوں اور بالخصوص متعلم استادوں کے لیے بڑا ہم مسئلہ ہے۔ ڈسپلن کو سمجھانے کے لیے کوئی کہتا ہے کہ ڈسپلن کا مطلب ہے بچے کو جبر و تشدید یا سزا اور انعام کے ذریعے قابو میں رکھنا۔ کسی کے ذہن میں ڈسپلن کا مطلب تعییل حکم ہے۔ یہ تو ہیں وہ معنی اور مفہوم جوزیانہ قدیم میں بتائے جاتے تھے۔ اب دور حاضر میں عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ جمہوری نظام زندگی میں ڈسپلن سے مراد ہے بچے کی عادتوں اور کردار کو اس طرح سدھارتا اور سنوارتا کر وہ اچھا سماجی انسان اور اچھا شہری بن سکے۔ موجودہ مفکرین تعلیم اور ماہرین سماجیات کا کہنا ہے کہ دوسروں کے بناء پر ہوئے قواعد و صوابط کی پابندی کرانا اور تاریخی طریقوں کے استعمال سے طلبہ کو قابو میں رکھنے کا نام ڈسپلن نہیں بلکہ ڈسپلن کا مطلب ہے بچے میں آزادی کے ساتھ نیک خیالات، صحبت مندنظریات، پسندیدہ سماجی کردار اور اچھا اخلاق پیدا کرنا۔ غرض یہ کہ جتنے مئہ آٹنی ہی باتیں۔ ڈسپلن کے عام فہم معنی جس پر عام طور سے اتفاق کیا جا سکتا ہے یہ ہیں کہ ڈسپلن نام سے بچے کے کردار کی خوبی کا اور یہی خوبی بچے کے کردار کا طریقہ امتیاز سمجھی جاتی ہے۔ جو شخص سماج کا معقول اور نتے دار رکن بننا چاہے گا اسے اس خوبی کو حاصل کرنا ہوگا۔ جو شخص اس خوبی کا حامل ہوگا وہی سماجی انسان اور اچھا شہری کہلانے کا مستحق ہوگا اور وہی سماجی زندگی کو سنوارنے اور بنانے میں مددگار ثابت ہو سکے گا۔

درالصل کردار کی یہ خوبی ہی والدین اور اساتذہ کی تعلیم و تربیت کا ماحصل بھی جاتی ہے اور اسی خوبی کو صحیح معنوں میں ڈسپلن کہتے ہیں۔

ہم اس بحث میں نہیں پڑنا پا چاہتے کہ جمہوری معاشرے میں کس قسم کا ڈسپلن کیوں ضروری ہے۔ ہم اپنی بحث صرف مدرسے اور درجے کی حد تک عدد درکھنا پا ہتے ہیں۔ ہماری کوشش ہوگی یہ سمجھانے کی کہ درجے کے اندر کس طرح ڈسپلن قائم رکھا جائے۔ اپنے ڈسپلن کس کو کہتے ہیں اور ڈسپلن کی وجہ سے درس و تدریس اور تعلم کے عمل پر کیا اثر ہوتا ہے وغیرہ ظاہر ہے اس مختصر سے مضمون یا کتاب کے اس باب میں مسئلے کی پوری تفصیل بیان نہیں کی جاسکتی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ قارئیں کو اس باب کے مطابعے سے مذکورہ مسئلے پر مزید مطالعہ کرنے میں مدد لے لیں اور نگران استادا پنے متعلّم استادوں کو سیاق و سباق اور اقادیت سے پورے طور سے واقعہ کر اسکیں گے اور انھیں یہ سمجھا اسکیں گے کہ درجے میں کس قسم کا ڈسپلن کس طرح قائم کیا جاسکتا ہے اور اس کے ذریعے تدریس کو کس طرح موثر اور کامیاب بنایا جاسکتا ہے۔

ہماری درجے کے ڈسپلن سے متعلق بحث اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ (۱) تدریس کے لعین ایسے بندھے ملکے اصول میں جن پر عمل کرنے سے درجے کے اندر ڈسپلن خراب ہونے کے امکانات اگر ختم نہیں تو کم ضرور ہو جاتے ہیں (۲) ڈسپلن کی خرابی کے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ استاد جماعت کا فرض ہے کہ ان اسباب کو تمیح کر ڈسپلن کی خرابی کو دور کرنے کی کوشش کرے۔

**درجے کے اندر ڈسپلن :-** تدریس کی کامیابی کے لیے درجے کے اندر ڈسپلن قائم رکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ یوں کہنے کو تو یہ کہا جاتا ہے کہ اپنے ڈسپلن کی وجہ سے تدریس میں کامیابی ہوتی ہے اور اپنی تدریس سبب بن جاتی ہے اپنے ڈسپلن کی۔ جس طرح کسی انسان کے جسم کے درجہ حرارت سے اس کی جسمانی صحت کا اندازہ ہو جاتا ہے اسی طرح کسی جماعت کے ڈسپلن کو دیکھ کر اس کے درس و تدریس کے معیار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ درجے کا خراب ڈسپلن اور جسم کے درجہ حرارت کی زیادتی یہ دونوں علامات ہیں خراب تدریس اور خراب صحت کی۔ خراب تدریس کو اپنایانا کے لیے ماہرین تعلیم ڈسپلن کو درست کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ماہرین صحت جسمانی درجہ حرارت کو دیکھ کر جسمانی صحت کو درست کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ماہرین تعلیم کا یہ کہنا بھی درست ہے کہ جماعت کے بعض طلبیہ کے غیر سماجی روؤں اور ناپسندیدہ کردار کو دیکھ کر اس لیے بھی اصلاحی اقدامات اختیار

کرنا ضروری ہیں کہ ان کی وجہ سے جماعت کے دوسرے طلبہ کی حق تلفی نہ ہو سکے اور وہ حسب معمول درج تدریس کے کام میں حصہ لیتے رہیں۔ درجے کے اندر ڈسپلن قائم رکھنے کا مطلب ہے کہ بچوں کو سوچنے اور سوچ بچھ کر کام کرنے کی پوری آزادی دی جائے اور آزادی کے ساتھ ساتھ ان کی با واسطہ طور پر نگراہی کی جائے۔ اس کے علاوہ محنت، توجہ، قبولیت اور مدد و دی کا اظہار بھی خوب کیا جائے۔ اس طرح بچے کو اپنے کردار پر خود کنٹرول رُننا سکھایا جاتا ہے۔ بچے کی شخصیت کا احترام کیا جاتا ہے۔ استاد سے اپنا کھلونا یا کوئی بے جان اور نا بچھ چیز بچھ کر اس کی بے حرمتی نہیں کرتے۔ وہ جانتے ہیں کہ ہر بچہ اپنے دل میں کوئی مقصد اور کوئی منزل ضرور چھپا کر رکھتا ہے اور اپنے گرد و پیش کی دُنیا کو اپنے مقصد کی روشنی میں رکھتا ہے اسی لیے وہ اس کو اس کی مرضی اور بچھ بوجھ کے مطابق کام کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ اپھا استاد جب کبھی اپنی مرضی اور توقعات پوری کرنا تھا ہے تو تبری ہوشیاری اور حُسن تدبیر سے کام لیتا ہے۔ وہ بچے کے داخلی مقاصد جذبات اور اقدار کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچنے دیتا۔ اس کی کوشش رہتی ہے کہ بچہ اپنے تجربے، مشاہدے اور مطالعے کے ذریعے آزادی کے ساتھ اپنی شخصیت کی نشوونما اور سیرت کی تعمیر میں لگا رہے۔ اس طرح جماعت کے تمام اراکین کو اپنی نقل و حرکت، اپنی کوششوں اور یحیانات پر اس طرح قابو پانا سکھایا جاتا ہے کہ درجے کے اندر درس و تدریس کے لیے مناسب اور سازگار ماحول قائم رہ سکے۔ اس کام میں استاد اور شاگرد دونوں کی مشترکہ اور متعدد کوشش درکار ہوتی ہے۔ یا الفاظ دیگر درجے کے اندر ایسا مناسب اور معقول ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ طلبہ کو اجتماعی اور انفرادی اعتبار سے اپنی پوشیدہ صلاحیتوں اور قوتوں سے کام لے کر اپنی شخصیت کو بنانے اور سوارنے کا موقع مل سکے۔ اس موقع پر یہ کہنا یہ جا نہ ہو گا کہ ڈسپلن قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ جماعت کا ہر فرد خود اپنے کو ڈسپلن میں رکھے اور وہ ہر صورت حال میں دوسروں کی بھلائی، دوسروں کے حقوق اور دوسروں کی شخصیت کا احترام کرنا سیکھے۔ افراد کے ڈسپلن میں رہنے سے جماعت کا ڈسپلن بنتا ہے اور جماعت کے اراکین خود اپنے کاموں اور اپنی تمناؤں پر اپنا کنٹرول رکھتے ہیں۔ وہ خود اپنے قول و فعل کے نگران اور محاسبہ ینے رہتے ہیں۔ انھیں سماجی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کا احساس رہتا ہے تاکہ ان کی جماعت کا ڈسپلن خراب نہ ہو سکے اور تدریس و تعلم کے لیے مناسب باتوں بنا لے جائے۔ وہ اپنی ذمے داریوں کو بہتر طریقے پر پورا کرنے کے لیے خود طریقہ کار سوچتے اور ضروری قاعدے اور قانون بنانے پر عمل کرتے ہیں۔ اسی قسم کے ڈسپلن کو خود ساختہ ڈسپلن یا داخلی ڈسپلن ہے یہی اس میں جماعت کا ہر فرد استاد کا اور استاد جماعت کے ہر فرد کا دل (INTERNAL DISCIPLINE)

سے احترام کرتا ہے۔ اسی طرح مدرسے کے ذمے دار حضرات یعنی نگران مدرسہ اور اساتذہ اپنے طلبیہ اور رفقا کلر کا احترام کرتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کی راستے معلوم کرتے ہیں اور اس کا احترام کرتے ہیں۔ اس قسم کے ڈسپلن کے لیے شرط اول یہ ہے کہ باہمی مشورے سے جو اصول اور قاعدے مرتب کیے جائیں یا جو فیصلے کیے جائیں ان پر عمل کیا جائے اور پھر ہی اصول اور قاعدے ہر فرد کے کام اور کردار کا نگران کجھے جائیں۔ داخلی ڈسپلن کو مانندے والے یہ مانتے ہیں کہ استاد کی حتی الوضع یہ کوشش ہوتی ہے کہ جماعت کا ہر فرد اپنے فکر و عمل میں آزادی محسوس کرے اور اگر کبھی کسی صورت حال میں غارجی دباو کی ضرورت محسوس ہوتوا سے ہمایت خوش اسلوبی اور حسن سلوک کے ساتھ استعمال کیا جائے اس لیے کہ جو بچے کھر پر مار کھلنے اور دھنکارے جانے کے عادی ہوتے ہیں وہ مدرسے کے اندر بغیر مناسب نگرانی اور رہنمائی کے ڈسپلن قائم رکھنے میں مددگار نہیں ثابت ہوتے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ مدرسے میں غارجی دباو یا سختی کا استعمال اس طرح کیا جائے کہ طالب علم کی عزت نفس کو مطلق ٹھیک نہ لگے اور جہاں تک نہ کن ہو سکے جسمانی سزا اور بے جا نہستہ سے احتراز کیا جائے۔ اس لیے کہ غارجی دباو اور کنٹرول کے ذریعے ہائل شدہ علم اور افلاق دونوں محض ایک علامت بن جاتے ہیں۔ اس سے متعلم اور اس کے ہم جویوں کو کوئی غام فائدہ نہیں ہوتا۔ غارجی دباو اور کنٹرول والے احوال کا پروردہ بچہ اپنی خانگی اور سماجی زندگی میں ناخوش اور غیر مطمئن رہتا ہے۔ اس کے دل میں حسد اور کینہ بھرا ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کی چغلیاں کھا کر اپنا دل خوش کرتا ہے اسے دوسروں پر الزامات لگانے میں سکون ملتا ہے۔ وہ اپنے عیب چھپانے کے لیے دوسروں کی کمزوریوں کی تلاش میں ہیран اور سرگردان رہتا ہے اسے اپنے سوا کسی اور کی تعریف میں کر خوشی نہیں ہوتی۔ دراصل ڈسپلن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچے کی نشوونگا کے فطری عمل میں کسی قسم رکاوٹ نہ پیدا ہو اور اس کے کردار میں پسندیدہ خوبیاں پیدا ہو سکیں۔ سمجھ دار والدین اور اساتذہ بچے کی تربیت میں لاڑکانی اور محبت کا وہ روایہ اختیار کرتے ہیں جس کے ذریعے اسے ذہنی اور جذباتی اعتبار سے سکون حاصل ہوتا ہے اور اپنے کردار کی اچھائیوں اور بُرا تیوں کو سمجھنے کی عادت ہوتی ہے۔ ہمارے خیال میں ڈسپلن کی یہ خوبی ہونی چاہیے کہ بچہ اپنی پوشیدہ صلاحیتوں اور قوتوں کو خود اپنے شوق اور دلچسپی کے مطابق اجاگر کرے اور کام کے دوران اپنے جذبات اور خواہشات پر قابو پانے کی تربیت حاصل کرے۔ اسے خود ماحول کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے کا شوق ہو اور دوسروں کے دُکھ درد میں کام آسکے۔

۷۔ تو مسلم امر ہے کہ درجے میں داخلی ڈسپلن کی تربیت دی جائے اور اس سلسلے میں استاد

اور شاگردد دونوں یہ کوشش کریں کہ ان کے باہمی تعلقات نہایت خوش گوار اور دوستا نہ رہیں۔ یہ تعلقات جتنے زیادہ خوش گوار اور دوستا نہ ہوں گے اتنی ہی زیادہ تدریسی مقاصد کے حصول میں کامیابی ہوگی۔ چنانچہ بعد میں تعلیمی نظریات کے مطابق ہر مرے سے کو "کام کا مرد رہے"۔ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ طلبہ کی ذہنی اور جذباتی تربیت میں کام کے ذریعے تعلیم سے پورا پورا فائدہ حاصل ہو سکے۔ "کام کے مرے سے" میں ہر استاد حکما نہ روئے سے احتراز کرتا ہے کام کے دوران کسی قسم کی بے اصولی اور بد مرغی نہیں پیدا ہونے دی جاتی۔ استاد اور طلبہ دونوں مل کر جو فیصلے کرتے ہیں ان کو ایک دوسرے کے تعاون اور اشتراک عمل سے عملی جاہز پہنچانا یا جاتا ہے۔

**متوفیم جماعت:** دریے کے اندر خوش گوار ماحول پیدا کرنے کے لیے ڈسپلن کا رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ استاد اور طالب علم دونوں تدریس اور تعلم میں برابر کے ساتھے دار رہنے ہیں۔ سب یک دوسرے کی عوت کرتے ہیں اور سب ایک دوسرے کی مدد سے درستے کے اصل متعدد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ استاد کی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے تمام طلبہ میں کام کے ذریعے احساس ذاتہ داری پیدا کرائی جائے۔ وہ ایسے نام سوچتا اور کرتا تاہم اسے جن میں طلبہ صرف بھی رہتے ہیں اور خوش بھی۔ مثلاً درجے کے اندر سامان نشست کی نیلامی اور صفائی کا کام۔ طلبہ کی کاپیوں کو جمع کرانے اور پھر تحریری کام کو جانچنے کے بعد واپس کرانے کا کام۔ کسی سیر و تفریح کے لیے چندہ جمع کرانے کا کام۔ طلبہ کی عانسڑی کو چیک کرنے کا کام۔ درسے کے خواص اور بخوبی دوکان کی نگرانی کا کام وغیرہ۔ یہ اور اسی قسم کے دوسرے کاموں میں شرک رہنے سے بخوبی ڈسپلن کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ عام طور سے یہ کہنا مشکل ہے کہ درجے میں کتنی خاموشی اور کیسا نظم رہنا چاہیے۔ اس کا تعلق بخوبی کی عروض کی نوعیت سے ہوتا ہے۔ تاہم متعلم استاد کو یہ ضرور کی محاجادا جائے کہ مختلف اسکولوں میں خاموشی اور ڈسپلن کے مختلف معیار ہوتے ہیں۔ انھیں شفیق اسکول کے نگران کے شوے اور ہدایت کے مطابق عمل کرنا پڑا ہے۔

## ڈسپلن

**استاد کی شخصیت:** شخصیت کی تاثیر بیان کرنے سے پہلے یہ بتا نامناسب معلوم ہوتا ہے کہ شخصیت کیا ہے؟ لیکن یہاں اس موضوع پر مفصل بحث کی نہ تو گنجائش نظر

نظر آتی ہے اور نہ ہی ضرورت۔ البتہ مختصر طور پر یہ سمجھ لیجئے کہ شخصیت ان جسمانی، ذہنی اور اخلاقی صفات کا ہم آہنگ گمودہ ہوتی ہے جن کی بدولت کوئی شخص عام لوگوں سے امتیاز حاصل کرتا ہے اور ان پر اثر انداز ہوتا ہے۔ بعض اوقات ہم شخصیت کے الک یعنی اس انسان کو بھی جو غیر معمولی جسمانی اور اخلاقی صفات رکھتا ہے شخصیت کہ دیتے ہیں۔ شخصیت کی تعریف میں یہ بات شامل ہے کہ وہ اپنے ماحول پر اثر انداز ہوتی ہے اور وہ خود ماحول ہی کی پسیدادار ہوتی ہے۔ شخصیت کے اثرات کی حدود مقرر کرنا ذرا دشوار کام ہے۔ اس سلسلے میں اک برالآبادی نے تھیک ہی کہلے "مردوہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں۔" اقبال نے شخصیت کو خودی کہا ہے اور خودی کو خدائی تک پہنچا دیا ہے۔ بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ شخصیت ماحول کو بدل دیتی ہے اور پھر وہ سماج کی رہنمائی بن جاتی ہے۔ ہماری بیٹھ کا موصوع استاد کی شخصیت ہے۔ جو سماجی ہونے کے علاوہ جمایاتی اور علمی بھی ہوں چاہیے۔ استاد کی شخصیت تدریس اور تعلم کی کامیابی میں بڑی مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اس کی شخصیت کا درجے کے ڈسپلن کی شکل میں چنان اثر دکھائی دیتا ہے اتنا ہمیں اور نظر نہیں آسکتا۔ مدرسے کی ہر جماعت میں ہر بچہ جدا گانہ شخصیت کا مالک ہوتا ہے اسی لیے یہ کہا جاتا ہے کہ مدرسے کی جماعیت دراصل ایک قسم کا مجموعہ احمدزاد ہوتی ہیں۔ ان میں بعض بچے رشد دیسند ہوتے ہیں اور بعض بالکل دتو اور ڈرپوک۔ بعض بالکل کچھ فہم ہوتے ہیں اور بعض تھوڑے عقل مند۔ کچھ محفوظ ہوتے اور کچھ غیر محفوظ۔ کچھ مطمئن ہوتے ہیں اور کچھ غیر مطمئن۔ ان سب کی دلچسپیاں اور اغراض و مقاصد بھی جدا جدہ ہوتے ہیں۔ تاہم استاد ان سب کے انفرادی امتیازات کو جان کر ایسی مشترک دلچسپیاں اور ایسے مشترک مقاصد کو مرکز بنانا کہ راپنا کام شروع کرتا ہے کہ پوری جماعت ان کو حاصل کرنے میں مصروف ہو جاتی ہے۔ دلچسپیوں کو پہچان کر انھیں تعلیمی مشغلوں کا مرکز بنانا ہر استاد کے بس کی بات نہیں ہوتی۔

استاد کی شخصیت کے اثرات اور اس کی توانائی سے تدریس میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ استاد کو اپنے علم اور اخلاق سے بھی درجے میں ڈسپلن قائم رکھنے اور تدریس کو کامیاب بنانے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ جس استاد کی شخصیت کے خیر میں انسانی ہمدردی اور محبت کے عناصر شامل ہوتے ہیں اسے دوسروں کے دلوں کو جیت کر اپنی بات سمجھانے میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔ وہ نہایت آسانی سے دوسروں کا تعاون حاصل کر لیتا ہے۔ وہ دوسروں کی عزت کر کے اپنی عزت کراتا ہے۔ جسے دوسروں کے جذبات اور اعتمادات کا احترام کرنا آتا ہے وہ کبھی بھی دوسروں کی غلطیوں پر نظر نہیں رکھتا۔ اسے تو دوسروں کی خوبیوں اور اچھائیوں کے ذیکر کے شوق ہوتا ہے۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود جس استاد میں صبر و تحمل کی طاقت ہوتی ہے۔ جس کے دل میں بچوں سے ماں جیسی

محبت ہوتی ہے وہ کبھی مالیوس نہیں ہوتا۔ وہ بقول ذاکر صاحب ”وہاں امید رکھتا ہے جہاں دوسرے دل چھوڑ دیتے ہیں۔ وہاں تازہ دم رہتا ہے جہاں دوسرے تھک جاتے ہیں۔ اسے وہاں روشنی دکھانی دیتی ہے جہاں دوسرے اندر ہیرے کی رشکایت کرتے ہیں۔“ جس اسٹاد کی شخصیت ان صفات سے منصفت ہوئی ہے اُسے داخلی ڈسپلن قائم رکھنے میں بھی مشکل ہی تھے کوئی گذواری پیش آتی ہے۔

یہ بات ذرا مشکل ہے کہ اپنے اسٹاد کی تمام تر صفات کسی ایک شخص کی شخصیت میں نظر آسیں لیکن ڈھونڈنے سے ایسے بہت سے اسٹاد میں سکیں گے جن کی شخصیتوں کے مطابعے اور مشاہدے سے متعلم اسٹادوں کو اپنے اسٹاد کی شخصیت کی بہت سی خوبیاں سمجھ میں آسکیں گی۔ اس یہ مشقی تدریس کے دوران نگران اسٹادوں کے لیے گرد و پیش کے اسکولوں میں کام کرنے والے اپنے اسٹادوں سے ملنے کے موقع فراہم کرنے چاہیں۔ اس طرح انھیں خود اپنی شخصیت کا جائزہ لینے اور اسے سنوانے کا شوق پیدا ہو گا۔ نگران اسٹادوں کی یہ کوشش رہنی چاہیے کہ شخصیت کی جو صفات تعلم و تربیت کے ذریعے پیدا کرائی جاسکتی ہیں ان کو پیدا کرایا جائے۔ اور جو صفات ان کی شخصیت میں موجود ہوں ان کو سراہ کر مزید صفات پیدا کرنے کا شوق دلایا جائے۔ اس کوشش میں یہ نہ بھولا جائے کہ متعلم اسٹاد طالب علم ہوتا ہے اس کو تمجحانے اور اس کی رہنمائی کرنے میں اس کی شخصیت کا پورا احترام کیا جائے اور کوئی ایسی صورتِ حال نہ پیدا ہونے دی جائے جس میں وہ بددل اور بدگمان ہو سکے۔

**۲۔ اعتماد اور بھروسہ:** ڈسپلن قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اسٹاد کو خدا اپنے پرپورا بھروسہ اور اعتماد ہو۔ یہ وہ صفت ہے جو مشقی تدریس کے ذریعے پیدا کرائی جاسکتی ہے۔ اگر متعلم اسٹاد میں یہ صفت نہیں ہوگی تو وہ پہلے ہی قدم پر ہمور رکھا کر گرپرے گا۔ ضرورت ہے کہ مشقی تدریس شروع کرائے سے پہلے اس میں یہ اعتماد پیدا کرایا جائے کہ وہ صاحبِ فن ہے اور اہل علم۔ اس کی ذاتی صلاحیتوں اور خوبیوں کی وجہ سے اس کی عزت کی جاتی ہے۔ اس طرح اس کے اندر یہ خیال پیدا کرایا جائے کہ وہ سماج کا کارآمد رکن ہے اور اس میں اچھا اسٹاد بننے کی صلاحیتیں موجود ہیں۔ اس کے بعد اسے متعلق جماعت اور اس کے جملہ معمولات سے واقعہ کرایا جائے۔ اسے واضح طور پر تمجھا دیا جائے کہ مشقی تدریس کے دوران اُسے کن کن ذائقے داریوں کو پورا کرنا ہو گا۔ اسے یقین دلایا جائے کہ درجے کے سامنے وہ بالکل مستقل اسٹاد کی حیثیت سے کھڑا ہو گا۔ اسے جماعت کے تمام طلبہ کے نام یاد کر دیے جائیں ہیں تو اسے درجے کے اندر نشست کے لیے ہر ایک طالب علم کی جگہ مقرر کر کے ایک چارت بنائیں چاہیے اور

اس چارٹ کی مرد سے جس طالب علم کو پہکارنا ہواں کا نام لے کر پکارا جائے متعلم استاد کو پڑھائے جانے والے اباق کے نفس بخون اور طریقہ تعلیم سے بخوبی واقعہ ہونا چاہیے۔ اس طرح کی تیاری سے متعلم استاد میں خود اعتمادی پیدا ہوگی اور اس کی وجہ سے درجے کے اندر ڈپلن قائم رکھنے میں مدد ملتے گی۔

**۳- استاد اور شاگرد کے باہمی تعلقات:-** درجے کے اندر داخلی ڈپلن قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ استاد اور شاگرد کے درمیان وہ رشتہ ہے جو شیر اور شکر میں ہوتا ہے۔ دونوں ہمایت آزادی اور خوشی سے ایک دوسرے کا تعاوون حاصل کریں۔ اپنے تعلقات منحصر ہوتے ہیں باہمی عزت اور تفہیم پر ایک دوسرے کی دل سے عزت کرے اور ایک دوسرے کی طبیعت سے بخوبی واقعہ رہے۔ اس طرح درجے کے اندر ڈپلن قائم رہتا ہے اور کام کرنے والوں کو اپنے کام میں لطف آتا ہے۔ استاد کی شخصیت کا یہ بہت بڑا کمال سمجھا جاتا ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو ماں کی طرح اپنے سینے سے لگائے رکھے۔ وہ اپنے تمام شاگردوں کے چیزیات اور احساسات کا احترام کرے۔ وہ اپنے افلاق اور علم کی بناء پر نیایاں حیثیت بنائے رکھے۔ جماعت کے ہر رکن کو اپنا الحنف جلزاً جانے اور کسی بھی صورتِ حال میں صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھٹنے دے۔ اس کی زبان کی شیرینی اور خندہ پیشانی پوری جماعت کے لیے خوشی اور اطمینان کا ذریعہ بنی ہے۔

یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ متعلم استاد اور اس کے شاگردوں کے درمیان خوش گوار تعلقات پیدا کرنے اور قائم رکھنے میں نگران استاد کو مسلسل رہنمائی کرنی چاہیے۔ اسے خود اپنے متعلم استادوں کے ساتھ ہمایت محبت اور عزت کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ اسے ہر موقع پر یہ ثابت کرنا چاہیے کہ وہ متعلم استادوں کا دوست اور فیق کا رہے۔ اسے کوشش کرنی چاہیے کہ مشقی تدریس کا کام متعلم استادوں کے لیے کسی قسم کا بوجھنا بننے پائے۔ اچھی پلانگ اور سخون تیاری سے متعلم استاد میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور بچراں کی وجہ سے درجے کے اندر ڈپلن قائم رکھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ متعلم استاد کو جا ہیے کہ :-

- (۱) جس کمرے میں پڑھانے جائے اسے صاف سترھا رکھئے۔ اس کے اندر تازہ ہوا کے آنے اور گندی ہوا کے نکلنے کا معقول انتظام ہو۔ وہ روشن ہو اور اس کے اندر بچوں کے لیے میز کر سیوں اور تختہ سیاہ وغیرہ کا معقول انتظام ہو
- (۲) جو کام کرانا ہو یا جو کچھ پڑھانا ہواں کی باقاعدہ تیاری کرنی جائے۔ ہر کام اور ہر

سبت کے اشارے تیار کر کے جس تو صبحی اور امدادی سامان کی ضرورت ہو وہ فراہم کر لیا جائے۔ مواد تعلیم کا انتخاب کرتے وقت طلبہ کی سابقہ معلومات دلچسپیوں اور صلاحیتوں کا خیال رکھا جائے پڑھاتے وقت طلبہ کے انفرادی امتیازات کو نظر اندازنا کیا جائے۔

(۳) تو صبحی اور امدادی سامان کو حسب ضرورت استعمال کیا جائے۔

(۴) درجے کے اندر ڈسپلن قائم رکھنے کے لیے اشد ضروری ہے کہ استاد کا طریقہ تعلیم اور انداز بیان دلچسپ اور دل نواز ہو۔ اگر طریقہ تعلیم اچھا نہیں ہوتا تو سبق کے اچھے سے اچھے اشارے بھی بے کار ثابت ہوتے ہیں۔

(۵) درجے کے اندر تمام طلبہ کی دلچسپیوں اور صلاحیتوں کے مطابق کام فراہم کیے جائیں اور جماعت کے کسی بھی رکن کو بغیر کسی کام کے نہ پھرڑا جائے۔

(۶) طلبہ کے سامنے کام کے دوران نہایت سنجیدہ اور با مقصد رکھا جائے تاکہ طلبہ کو یہ محسوس ہوتا رہے کہ استاد کے سامنے کوئی مقصد ہے جس کو حاصل کرنے کی فکر لگی ہے۔

(۷) مجوزہ اس باقی کی تیاری کے علاوہ عام تیاری بھی اپنی طرح کی جائے تاکہ غیر متوقع طور پر کوئی مسئلہ پیش آنے پر اسے حل کرنے میں دشواری نہ محسوس ہو۔

**چند اور ترکیبیں :-** استاد کی تمام تر احتیاط اور جملہ کوششوں کے باوجود درجے میں ڈسپلن خراب ہو سکتا ہے۔ جماعت کا کوئی نہ کوئی بچہ شرارت کر کے پوری جماعت کے اندر انتشار پیدا کر سکتا ہے اسی صورت حال میں استاد کو اس یقین کے ساتھ اصلاحی تدبیر سوچنی چاہیے کہ بچہ فطرتاً تحریکی نہیں تعمیری مزاج رکھتا ہے۔ اسے اپنے شاگردوں کی تعمیری صلاحیتوں پر پورا بھروسہ رکھنے کے بعد شرارت کے مقصد کا پتا لگانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ بچے کی ہر شرارت کا کوئی نہ کوئی مقصد سزاور ہوتا ہے۔ اس مقصد کو جان کرنا پسندیدہ رقیے کو بدلنے یا اس کی اصلاح کرنے کی کوشش مگر نہ چاہیے کوشش کی جانے کے شریر بچے کو اس کی شرارت کا مقصد کمکھادیا جائے۔ یہی ہو سکتا ہے کہ جب کبھی کوئی طالب علم غیر ذائقہ داری کا ثبوت دے یا کوئی غیر عالمی اور ناپسندیدہ روایہ اختیار کرے تو اسے علاحدہ بلا کرا مطمیناً سے کمکھادیا جائے کہ اس طرح کی شرارتوں سے بجز جماعتی نقصان کے کچھ نہیں حاصل ہوتا۔ ہاں ایک بات یہ بھی ہے کہ جب تحریک سیاہ پر لکھتے کی ضرورت پیش آئے تو پورا ڈپر صاف صاف لکھا جائے اور طلبہ کی طرف زیادہ دیر تک پشت نہ کی جائے۔ پورا ڈپر لکھتے وقت طلبہ

کی طرف بھی دیکھتے رہنا چاہیے۔ کوشش کی جائے کہ طلبہ بورڈ پر لکھی عبارت کی طرف متوجہ رہیں اور اگر ضرورت ہو تو اسے اپنی کاپیوں میں نقل کرتے جائیں۔

استاد کی شخصیت کی بعض جو بیان آسانی سے ظاہر نہیں ہوتیں لیکن ان کی وجہ سے ڈسپلین قائم رکھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مثلاً استاد کا اپنے شاگردوں پر بھروسہ، استاد کی اپنے شاگردوں کے ساتھ ہمدردیاں اور طلبہ کی ترقی کی رفتار کو دیکھ کر استاد کا خوش ہونا وغیرہ۔ یہ اور اسی قسم کی بہت سی وہ صفات ہیں جن کے ذریعے استاد کو تدریسی مقاصد حاصل کرنے اور درجے کے اندر داخلی ڈسپلین قائم رکھنے میں بے پہاڑا مدد ملتی ہے۔ اس قسم کے تمام صفات متعلم استادوں میں پیدا کرائی جاسکتی ہیں۔

**ڈسپلین کی خرابی :-** استاد کی تمام تر کوششوں کے باوجود عین ممکن ہے کہ درجے کا ڈسپلین اپنا نک خراب ہو جائے بعض اوقات اپنا نک کوئی ایسا حادثہ پیش آجاتا ہے کہ پوری جماعت کا ڈسپلین درہم برہم، موجاتا ہے۔ بعض اوقات ذمہ اور نو خیر لڑکے اور لڑکیاں جذبات سے مغلوب ہو کر جماعت کے پورے ڈسپلین کو خراب کر دیتے ہیں بعض اوقات شخصیتوں کے اختلاف کی بنا پر غیر متوقع فتنہ لکھ رہا ہو جاتا ہے اور جھی کھی چند شرسر طلبہ مل کر پوری جماعت کے ڈسپلین کو ختم کر دیتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں استاد کا فرض ہے کہ وہ فوری طور پر ضروری اقدامات سے کام لے اور حالات پر قابو پانے کے بعد نگران مدرسہ یا سوکھ درکر کی مدد سے مسئلے کو حل کرے۔

ہمارے متعلم استادوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ انسان فطرستا غارجی دیا اور بے جا پا بندیوں کے خلاف علم بغاوت اٹھانے پر مجبور ہوتا ہے۔ اس یے ڈسپلین کی خرابی یا بدنظمی کے موقع پر یہ سوچ کر آگے قدم بڑھانا چاہیے کہ طلبہ کی اکثر غیر سماجی اور ناپسندیدہ حرکتیں ان کی فطرت کے ان تقاضوں کو پورا کرنے اور طبیعت کے ہیجان کو دبانے کے لیے ہوتی ہیں جو زبردستی، بے جادباہ اور غیر ضروری پابندیاں عاید کرنے کی بنا پر ابھرتے ہیں۔ متعلم استادوں کو سمجھنا چاہیے کہ ناپسندیدہ اور غیر سماجی رویوں کے اسباب بڑے گنجالک اور مخلوط ہوتے ہیں۔ ان کی جڑیں اور طنابیں لکھ، فاندان اور سماج کے ماحول میں بنتی اور بھیلیتی ہیں۔ طلباء کی شرارتیں اور رویوں میں ان کی فنا نئی زندگی اور معاشرتی زندگی کے اثرات کو بہت دخل ہوتا ہے۔ چنانچہ انھیں سمجھنا چاہیے کہ وہ جب کبھی کسی غیر سماجی اور ناپسندیدہ رویے کو دیکھیں تو اس کے اسباب پر غور کرنے کے بعد اس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ انھیں یقین رکھنا چاہیے کہ طلبہ کی شرارتیں کام عاصد عام طور سے استاد کی توہین کرنا نہیں ہوتا۔ وہ تو کبھی محبت اور قبولیت کی خواہش میں ایسا کرنے نہیں اور

کبھی استحام اور احساس مکتری کے جذبے میں ایسا کرنے لیجتے ہیں۔ زیادہ ثور طلب بات تو یہ ہے کہ کن شرارتیں کو غیر سماجی کہا جائے اور کن شرارتیں اور حرکتوں کو محض وقتی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے۔ بہر حال شرارتیں کو دیکھ کر ان کے اصل مقصد کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اور پھر انہیں مناسب طریقوں سے کم کرنے کی کوشش کی جائے۔ طلبہ کو یہ بھی سمجھایا جائے کہ کسی ایک طالب علم کی شرارت سے خود شریک کا اور اس کے تمام دوسرے ساتھیوں کا نقشان ہوتا ہے۔ متعلم استاد کا فرض ہے کہ اگر کوئی طالب علم اپنی شرارتیں اور ناپسندیدہ حرکتوں میں حد سے زیادہ تجاوز کر جاتا ہے تو اسے ننگاں مدرسے کے ذریعے مدرسے کے کونسلریا سوشنل ورکر کے پرورد کر دیا جائے۔

ڈسپلن کی خرابی دیکھ کر متعلم استاد اپنے جذبات کو بے قابو نہ ہونے دے اور کسی بھی صورتِ حال میں جسمانی سزا کا استعمال نہ کرے۔ جسمانی سزا دینے یا بے جا غصہ کرنے سے متعلم استاد کے جذبات وقتی طور پر لٹھنڈے ہو جاتے ہیں لیکن اس سے مسئلہ خیز بچے کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اپنی توہین سمجھ کر ذہنی اور جذباتی اعتبار سے زیادہ پریشان ہو جاتا ہے۔ کامیاب تدریس اور اپنے ڈسپلن کے لیے ضروری ہے کہ استاد کسی بھی حال میں اپنے ہاتھ سے محبت، عزت اور صبر و تحمل کا دامن نہ چھوٹنے دے۔

ہمارا خیال ہے کہ متعلم استادوں کو مدرسے اور درجے کے اندر ڈسپلن قائم رکھنے میں ننگاں استاد کے بجائے خود طلبہ کا اتعاون حاصل کرنا چاہیے۔ ہاں جب کوئی خاص دشواری یا پھیپیدگی پیدا ہو جائے تو ننگاں استاد کی مدد سے صورتِ حال پر قابو پانے کی کوشش کی جائے۔ درجے میں ڈسپلن قائم رکھنے کے لیے مندرجہ ذیل اصولوں پر عمل کرنے سے بہت سی مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔

۱۔ درجے میں جو کام کرانا ہو یا جو کچھ پڑھانا ہو اس کی اپنی طرح تیاری کر لی جائے۔

۲۔ جماعت کے ہر رکن کی انفرادیت کو پہچان کر اس کی دلچسپی اور صلاحیتوں کے مطابق اسے کام مصروف رکھا جائے

۳۔ جو کام کرانا ہو اس کو شروع کرانے سے پہلے اپنی طرح واضح کر دیا جائے تاکہ سوچ سمجھ کر اسے پورا کر سکیں۔

۴۔ قواعد و مناوی بظکی ملی چوری فہرست تیار کرنے کے بجائے طلبہ کو آسان زبان میں یہ سمجھا دیا جائے کہ کام کے دوران کس قسم کے روئے افتیار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور کام کو کس طرح آسان سے کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ طلبہ کو محسوس کر دیا جائے کہ استاد کا سلوک سب کے ساتھ یکساں رہے گا اور کسی کے ساتھ

ناunschافی نہیں کی جائے گی۔

(۶) کام کے دوران طلبہ کی مسلسل مناسب انداز میں ہتھ افزائی کی جائے اور ان کی کامیابی پر تعریف کی جائے۔

(۷) طلبہ کی شکایتوں کو غور سے سُنا جائے اور سننے کے بعد ان کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

(۸) ڈپلن کی خرابی کو ہرگز نظر انداز نہ کیا جائے۔ اس کی اصلاح کے لیے بروقت مناسب کارروائی کی جائے۔

(۹) جو کچھ کہا جائے سوچ بچھ کر کہا جائے اور پھر اس پر ثابت قدم رہ کر عمل کیا جائے۔

(۱۰) بچوں کے ساتھ محبت کا سلوک کیا جائے اور کبھی یہ اعلان نہ کیا جائے کہ "اگر تم نے ایسا کیا تو ایسا کر دیا جائے گا"

(۱۱) جماعت کے ہر کن کی غیر مشروط طریقے پر عزت کی جائے اور ان سب کو اپنانے کی کوشش کی جائے

(۱۲) مدرسے اور جماعت کے ہر کام میں نہایت ایمان داری اور خلوص نیت کے ساتھ تحریک کی جائے۔

(۱۳) ہر صورت حال میں جذبات پر قابو بانے کی پوری پوری کوشش کی جائے۔

(۱۴) استاد کو اپنے قول و فعل میں ہم آہنی اور مستقل مزاجی کا ثبوت دینا چاہیے۔

**استاد اور طلبہ کی کانفرنس :-** درجے میں ڈپلن قائم رکھنے کی ایک نہایت موثر اور کارگر ترکیب ہے کہ استاد گاہے گا۔ ہے اپنے شاگردوں کے ساتھ بیٹھ کر نہایت اطمینان اور بے تکلفی سے باتیں کرے اور درجے کے ڈپلن کے متعلق ان کی رائے معلوم کرے اور سمجھائے کہ ڈپلن قائم رکھنے سے کیا اور کتنا فائدہ ہوتا ہے۔ اگر ڈپلن کی کوئی خرابی سامنے آئے تو اس کے اسباب معلوم کرے اسے درست کرنے کی کوشش کی جائے۔ ڈپلن قائم رکھنے کے لیے یہ طریقہ جمہوریت کے عین مطابق ہے اور اس کے موثر اور مفید ہونے میں کوئی شیرہ نہیں ہو سکتا۔ اس طریقہ کار کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ استاد اور شاگرددونوں ایک دوسرے کے مزاج اور منشا سے بخوبی واقع ہو جاتے ہیں۔ آپس کی بہت سی بدلگانیاں دور ہو جاتی ہیں اور بالآخر باہمی تعلقات نہ صرف استوار بلکہ نہایت خوش گوار بن جاتے ہیں۔ خواہ خواہ خفا ہونے، جسمانی سزا دینے یا مسئلہ خیز بچوں کو مدرسے کے اوقات کے بعد روک لینے جیسی تدبیر بالکل بے کار اور بے سود ثابت ہو جائیں۔

جب کبھی اس قسم کی کانفرنس کی جائے تو استاد کے ذہن میں شرارتون کے اسیاب واضح ہونے چاہئیں اور مسئلہ خیز پچھوں سے باتیں کرنے کے لیے ان کے جمیعی ریکارڈ (CUMULATIVE RECORD) کی مدد سے ان کے متعلق پوری معلومات حاصل کر لینی چاہیں۔ استاد کو یہ اختیاط کرنی چاہیے کہ کانفرنس میں کسی طالب علم کی اخلاقیہ توہین نہ کی جائے۔ اسے اپنی رائے اور تاثرات کو پچھا اس انداز میں ظاہر کرنا چاہیے کہ مسئلہ خیز بچے خود سمجھ جائیں کہ استاد کا روئے سخن کس کی طرف ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ استاد کو طلبہ کی شکایات اور تاثرات بھی غور سے سُننے چاہیں اور سُننے کے بعد انھیں دور کرنے کے لیے مناسب طریقہ کا اختیار کرنا چاہیے۔ اس طرح کام کرنے سے طلبہ میں اشتراک عمل کا شوق پیدا ہوگا۔ انہیں استاد پر اور پھر خود پر بھروسہ رہے گا اور رفتہ رفتہ ذاتی مفاد کو جماعتی مفاد پر قربان کرنے کی عادت ہو جائے گی۔ وہ مرد سے کے مقاصد کو سمجھ کر انھیں پورا کرنے کی کوشش کریں گے اور مرد سے کو اپنا گھر جیسا کھجھنے لگیں گے۔ مزید براں استاد اور شاگرایک روح دو قابل بن کر رہیں گے۔

اس سلسلے میں نگران استاد کی یہ ذمے داری سمجھی جاتی ہے کہ متعلم استادوں کو کانفرنس کے انعقاد اور استعمال کے متعلق پوری معلومات فراہم کرے اور اپنی طرح سمجھاوے کہ اس قسم کی کانفرنس سے کس طرح پورا پورا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے چند اشارے دیج کیے جا رہے ہیں۔ اگر متعلم استادوں کی روشنی میں کانفرنس کریں گے یا طلبہ کے ساتھ سلوک کریں گے تو یقیناً ڈسپلن قائم رکھنے میں مدد ملے گی:-

(۱) کانفرنس میں شریک ہونے والے طلبہ کو نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ خوش آمدید کہا جائے اور پھر ان کے ساتھ بڑے اطمینان اور بے تکلفی سے باتیں کی جائیں۔

(۲) زیر بحث مسئلہ کے متعلق متعلم استاد کو پوری معلومات ہونی چاہیں۔

(۳) مسئلہ خیز طلبہ کو نہایت سلیقے اور حُسن تدبیر سے اس کی شرارتون کا احساس دلایا جائے۔

(۴) طلبہ کے عذر و معذرت کو گھلے دل سے قبول کیا جائے۔

(۵) شرارت کے مقاصد کو سمجھ کر مسئلہ خیز بچے کو یقین دلایا جائے کہ استاد اس کی شرارت کے مقصد کو سمجھ گیا ہے۔

(۶) استاد کو نہایت پیار اور محبت کے ساتھ یہ سمجھا دیا جائے ہے کہ وہ اپنے شاگردوں سے کیا توقعات رکھتا ہے۔

(۷) کانفرنس میں کسی بھی طالب علم کی کسی قسم کی توہین نہ کی جائے۔

- (۸) استاد کو انتہائی نہیں بلکہ ہمیشہ اصلاحی رقبہ اختیار کرنا پڑا ہے۔
- (۹) طلبہ کو ہمایت آزادی کے ساتھ اپنی بات کہنے کا موقع دیا جائے۔
- (۱۰) کافرنز کے دوران کسی بھی صورت حال میں غصہ یا نفرت کا انہصار نہ کیا جائے۔
- (۱۱) کسی طالب علم کا راز دوسروں پر ظاہر ہونے کا موقع دیا جائے۔
- (۱۲) جب کسی مسئلے کو حل کیا جائے اور مسئلہ حل ہو جائے تو مسئلہ خیز بچے کی گذشتہ شرارتون کا بالکل ذکر نہ کیا جائے۔
- (۱۳) طلبہ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ محبت، ہمدردی، ایمان داری اور غمگساری کا روپیہ اختیار کیا جائے۔ ہر شخص محبت اور قبولیت کا بھوکا ہوتا ہے۔
- (۱۴) طلبہ کے انفرادی امتیازات کی روشنی میں ان سے کام لیا جائے اور ہر طالب علم کو اس کی استعداد کے مطابق کام دے کر اُسے فرعی پانے کا موقع دیا جائے۔

## پچے کا مطالعہ (جو تھا باب)

تدریس کی کامیابی مختصر ہوتی ہے استاد اور شاگرد کے باہمی تعلقات کی خوشگواری اور گہرا ای پر۔ تعلقات کی خوشگواری اور گہرا ای پسیدا ہوتی ہے ایک دوسرے کو اپنی طرح جانتے، ایک دوسرے کی عزت کرنے اور ایک دوسرے کے مزاج سے بخوبی واقع ہونے سے۔ جو استاد اپنے شاگرد سے بخوبی واقع ہوتا ہے وہ اس کے قول و فعل اور نقل و حرکت کو سمجھ کر اس کی مناسب طریقے پر رہنمائی کر سکتا ہے۔ طالب علم کو جانتے اور اس سے بخوبی واقع ہونے کا یہ مطلب سمجھا جاتا ہے کہ استاد اس کو بحیثیت انسان جانتا ہے۔ وہ اس کے مسائل اور سماجی لپیں منظر سے واقع ہے وہ اس کی دلچسپیوں، اس کی زندگی کے تجربوں اور طبیعت کے عام رسمحات کو خوب سمجھتا ہے اسی لیے مشقی تدریس کے سلسلے میں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ تدریس کے طالب علم (STUDENT OF TEACHING) یا متعلم استاد (PUPIL TEACHER) کو ان عوامل کا باقاعدہ مطالعہ کرنا پڑتے ہے جن کے ذریعے تدریس کو کامیاب بنانے میں مدد ملتی ہے اور جن کے ذریعے طلبہ کی زندگی نہ صرف متاثر ہوتی ہے بلکہ اس میں پسندیدہ تبدیلیاں بھی لائی جاسکتی ہیں۔

ہاں تو تدریس کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ استاد اپنے شاگردوں سے بخوبی واقف ہو۔  
یوں ابھی تک اس موضوع پر جو تحقیقات کی گئی ہیں ان میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بہترین استادوں نے ثابت  
ہوا ہے جو اپنے شاگردوں کی سیرت اور شخصیت سے بخوبی واقع ہوتا ہے۔ ان تحقیقات میں واضح  
طور پر کہا گیا ہے کہ جو استاد اپنے شاگردوں سے جتنا زیادہ واقع ہو گا اسناہی زیادہ استاد اور  
شاگردوں کے درمیان خوش گوار تعلقات ہوں گے (۲) استاد اس جماعت کو پڑھانے میں نسبتاً  
زیادہ کامیاب ہوتا ہے جس کے طلبہ سے وہ واقع ہوتا ہے۔ (۳) تدریس کی کامیابی اور استاد  
اور شاگردوں کے درمیان اچھے تعلقات میں لازم اور ملزوم جیسا رشتہ ہوتا ہے۔ (۴) جو استاد، استاد  
اور شاگردوں کے باہمی تعلقات کی اہمیت سے ناواقف ہوتے ہیں وہ تدریسی مقاصد حاصل کرنے میں  
ناکام رہتے ہیں۔

مشقی تدریس کے پروگرام میں متعلم استادوں کو طلبہ کے مطالعے کی مشق کرائی جانی چاہیے۔  
انھیں سمجھایا جائے کہ تدریس کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے اس میں صرف مواد تعلیم یا نصاب سے متعلق  
معنای میں کو پڑھانا ہی نہیں بلکہ طلبہ کی شخصیت کی ہمہ جہت نشوونام مقصود ہوتی ہے اور یہ مقصد طلبہ سے  
بخوبی واقع ہوئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ طلبہ سے متعلق معلومات حاصل کرنے اور ان سب  
سے متعلق ضروری عوامل کو جانتے کے لیے ان کو درست سے یا ہر کی زندگی میں بھی دیکھنا اور سمجھنا  
ضروری ہوتا ہے۔ جب ہم مشقی تدریس کے لیے مقرر کردہ وقت کو دیکھتے ہیں تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ  
متعلم استاد تھوڑے سے وقت میں وہ سب حالات نہیں معلوم کر سکتا اور نہ ہی طالب علم کی زندگی کے  
ان مختلف پہلوؤں کا مطالعہ کر سکتا ہے جو تدریس کو کامیاب بنانے کے لیے ضروری تجھے جاتے  
ہیں۔ اس لیے یہ کوشش کی جانی چاہیے کہ متعلم استاد ان خاص اور اہم اصولوں اور تدبیروں سے واقف  
ہو جائیں جو طالب علم کے مطالعے اور اس کے تجھنے میں خاص طور سے استعمال کی جاتی ہیں۔

**چند اصول اور تدبیر:** طلبہ کے مطالعے کے سلسلے میں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ان کا کوئی  
کردار نہیں اور بلا وجہ نہیں ہوتا۔ طلبہ کے کردار کے اس اب کو تجھنے کے لیے عقل اور علم دونوں  
کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ اب اب عام طور سے ہنایت پیچیدہ اور کنجکہ ہوتے ہیں۔ اس اب پیدا  
ہوتے ہیں پچھے کی سابقہ زندگی کے ذاتی تجربوں کے ذریعے۔ وہ پیدا ہوتے ہیں ماحول کے اثرات  
سے۔ اس ماحول کے اثرات سے جس میں پچھے کی پروش ہوتی ہے۔ ان اس اب کی پیداوار میں بسلوچتا

والدین، عزیزوں اور دوستوں کی بے جا امیدوں اور توقعات کو بھی بڑا دخل ہوتا ہے۔ یا یوں کہ لمحے کے بعدن کردار خود پچے کی اپنی آرزوؤں اور امیدوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ طالب علم کے مطالعے کے سلسلے میں متعلم استاد کو اس کے سماجی پس منظر۔ اس کے عزیز واقارب اور دوست احباب کی زندگی اور خود اس کے ارمانوں اور آرزوؤں کو جان کر ان کا تجزیہ کرنا سیکھتا چاہیے۔ اس کے علاوہ متعلم استاد کو یقین کھتنا چاہیے کہ پچھے کے مطالعے کے ذریعے اس کے کردار کی ناپسندیدہ عادتوں کو پسندیدہ عادتوں میں بدلتے میں مدد ملے گی۔ جو لوگ ڈسپلین اور تربیت کے معاملے میں فارجی دباؤ، تشدد اور لائچ کے قائل میں انھیں یہ سب اصول اور تدبیریے کا معلوم ہوں گی لیکن وہ پچھے کو بھی بھی وہ نہیں بنا سکتے جس کے لیے قدرت نے اسے پیدا کیا ہے۔

طلیبہ کے مطالعے اور سمجھنے کے لیے مزروزی ہے کہ جمہوری نقطہ نظر کے مطابق ہر فرد کی عزت کی جائے اور اس کی اہمیت کا دل سے اعتراف کیا جائے۔ درس سے میں جو بچہ داخل ہوا اس کو بلا کسی شرط اور امتیاز کے قبول کیا جائے۔ مذہب، نسل، رنگ اور جنس یا مادی اور معاشرتی مرتبے کے اعتبار سے کسی کو کمپایز میڈیا میں نہ دی جائے۔ محبت، مسادات اور انصاف سے کام لے کر انفرادی مصالحتوں اور خوبیوں کی مناسب طریقے پر تعریف کی جائے۔ انفرادی امتیازات کو سمجھئے اور بلا کسی امتیاز کے طلیبہ کی شخصیت کا احترام کرنے والا استاد اپنے طلیبہ کی شخصیت کی وجہہ جہت نشوونما میں مددگار ثابت ہوتا ہے اور وہ اپنے طلیبہ میں خود اعتمادی اور خود نشناصی کی صلاحیت پیدا کر دیتا ہے۔ وہ اپنے طلیبہ کو خود غرضی اور خود ستائی جیسی غیر سماجی عادتوں سے بچا کر حق انسانیت ادا کرنے اور بندگان خدا کی خدمت کرنے کا شوق دلادر تباہ ہے۔ وہ اپنے مقاد اور اپنی آسالیش کو جماعت کی فلاح و ہبہ پر قربان کر کے خوش ہوتا ہے۔ یاد رہے یہ زریں اصول کو درجے میں کسی بھی طالب علم کو کسی بھی صورت حال میں کم تر بھکر حقارت کی نظر سے نہ دیکھا جائے۔ طالب علم سے محبت کرنے کے لیے اس کی عزت کرنا لازم ہے۔ محبت، عزت اور قبولیت کے ذریعے کمزور طالب علم کو بھی آگے بڑھنے، ترقی کرنے اور کمزوریوں کو دور کرنے میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ جب آپ یہ مان لیں گے کہ کردار کا کوئی نہ کوئی سبب مزور ہوتا ہے تو سبب کو معلوم کرنے کے لیے طالب علم کو اپنے قریب لانا ہو گا اور قریب لا کر، ہی سبب کا پتہ مل سکے گا۔ اس کے بعد آپ اس کی اصلاح کی کوشش میں کامیاب ہو سکیں گے۔

طلیبہ کے مطالعے اور تفہیم کے لیے ان کے انفرادی امتیازات کو سمجھنا اور مہجا نتاضروری ہوتا ہے۔ متعلم استاد کو سمجھتا چاہیے کہ کوئی دو طالب علم بھی یکساں شخصیت کے حامل نہیں ہوتے۔ طلیبہ کے

جمانی امتیازات کو مثلاً قد و قامت کا فرق، زنگ روپ کا فرق اور جال ڈھال کا فرق وغیرہ آسانی سے پہچانا جا سکتا ہے لیکن وہ امتیازات جو اقتصادی اور سماجی مرتبوں اور شہری اور انتظامی رتبوں کی پیداوار ہوتے ہیں ان کو پہچانا دشوار ہوتا ہے۔ ان کا تجزیہ کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ ان تمام امتیازات یعنی جسمانی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی امتیازات کا طلبہ کی جسمانی، ذہنی، جذباتی اور سماجی نشوونما کی رفتار پر تاثر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ گھر کا ماحول، سماجی پس منظر، روزانہ زندگی کے ذاتی تجربات، خاندانی زندگی کی اور بخشنده عزیز واقارب اور دوست اجابت کی خوش مذاقی اور خوش مزاجی اور اقتصادی حالات بھی بخے کے کردار کو متاثر کرتے ہیں۔ ہر شخص دراصل اپنے ماحول کی پیداوار ہوتا ہے اور شاید ہی بڑی وجہ ہے کہ کوئی دو طالب علم بھی کسی نے تجربے کو یکسان نظریے اور طریقے سے نہیں دیکھتے۔ بہر حال ہر بچہ جو داگا نہ شخصیت کا مالک ہوتا ہے اور ان کے انفرادی امتیازات کو کیھنا آسان کام نہیں ہوتا۔ تاہم ان کو دیکھنا اور کیھنا تدریس کو کامیاب بنانے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ وہ متعلم استاد جو اس اصول کی وکالت کرتا ہے کہ کوئی دبپتے بھی عام طور سے یکسان نہیں ہوتے ہیں وہ تمام طلبہ کو ان کے جو داگا نہ شخص کی روشنی میں اپناتا ہے اور اس کی ذاتی صلاحیتوں اور قوتوں کی بنا پر اس کی عزت کرتا ہے۔ طلبہ کے مطالعے اور تفہیم کے سلسلے میں یہ تلاش اور جدوجہد بھی جاری رکھنی ہوتی ہے کہ کون طلبہ قطعی یا عام معیار کے مطابق ہیں۔ اس سلسلے میں دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ کون بچہ اپنے روپیوں، عادات اور اطوار اور ذہنی نشوونما میں اپنی عمر، عقل اور عام معیار کے مطابق ہے اور اسی معیار کو دیکھ کر مدرسون میں جماعت بندی کی جاتی ہے۔ جو بچے اپنے اخلاق، عادات و اطوار طریقہ فکر اور تحصیل علم میں عام معیار کے مطابق ہوتے ہیں ان کو انگریزی میں "نارمل" اور اردو میں معیاری کہتے ہیں۔

اپنے اور کامیاب متعلم استاد کو سب سے زیادہ یہ کیھنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ جوں اور بالغوں کے درمیان قطعی طور پر کیا فرق ہوتا ہے۔ وہ اپنے طلبہ کی شرارتیں اور ناپسندیدہ ترکتوں کی وجہ سے بد دل نہیں ہوتا۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ جو طالب علم جیسا ہے اسے بغیر کسی شرط کے اپنایا جائے۔ تاکہ بچے کے جزویہ قبولیت کو تسلیم حاصل ہو۔ غنیمہ کہ متعلم استاد کو مسئلہ خیز بچے سے متعلق ان عوامل کو ضرور کیجوں لینا چاہیے جو اس کے کردار کو متاثر کرتے ہیں۔ موجودہ زمانے میں مختلف ڈپلین یعنی منضبط علوم مثلاً انسیات، عضوریات، سماجیات، حیاتیات، بشریات اور تعلیمات کے ماہرین نے ایسے پہت سے طریقے پتادیے ہیں جن کے ذریعے بچوں کے مطالعے اور اس کے کیھنے میں مدد ملتی ہے اگر متعلم استادوں یا عام استادوں کو ان مضامین اور علوم کے مطالعے کا موقع ہے تو ضرور مطالعو کریں لیکن

ایسا ہو نہیں سکتا یہ ان تمام علوم کے مفصل مطالعوں کی روشنی میں چند ریسے اصول اور طریقے تجویز کیے گئے ہیں جن کے استعمال سے طالب علم کے مطالعے اور سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ ہم ذیل میں ان ہی اصولوں اور طریقوں کو خنثی طور پر بیان کریں گے۔

سب سے پہلے بچوں کی بنیادی ضرورتوں کو دیکھنا ہوتا ہے۔

۱۔ محبت، قبولیت اور عزت

۲۔ سمجھنے کی قوت اور خواہش

۳۔ جانی اور مانی حفظ

۴۔ خوف و ہراس سے بچاؤ

۵۔ لکیت اور لگاؤ کا شوق

۶۔ عزت نفس کا خیال

۷۔ ماحول کو جاننے کی خواہش

## ضرورتوں کے پورانہ ہو سکنے کی صورت میں پچھے کا رؤیہ :-

۱۔ بچہ دوسروں پر الزام لگاتا ہے اور اپنی غلطیوں کے لیے دوسروں کو ذلتے دار قرار دیتا ہے۔

۲۔ بچہ جرود تشدید پسند ہو جاتا ہے۔ وہ دوسروں سے رُدّانی جھکڑا کرتا ہے۔ بلا وجہ چلانے اور رونے لگتا ہے۔ درجے سے سکل کر بجا گئے لگتا ہے یا خاموش ہو کر ایک طرف بیٹھ جاتا ہے۔

اسی صورت حالات میں استاد کو پوری جماعت کی طرف متوجہ ہو کر مسئلہ خیز بچوں کو یہ محسوس کر دینا چاہیے کہ وہ ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا اور پھر ان کا علاحدہ بغور مشاہدہ اور مطالعہ کرنے کے بعد ان کے گردار کے اسباب کو جان کر ان کے اور دوسرے بچوں کے کاموں کے نمونے دکھائے جائیں گے۔ استاد کو مسئلہ خیز بچوں سے ہنایت پیار اور محبت سے باتیں کرنی چاہیں اور ان کے والدین سے مل کر ان کا تعاون حاصل کرنا چاہیے۔ بچوں سے باتیں کرتے وقت اندازہ کرنا چاہیے کہ وہ کس قسم کی کہانیاں سُننے اور سُننا تے ہیں۔ انھیں اپنی زندگی میں کون لوگ اور کون کام زیادہ پسند ہیں۔ وہ کس قسم کی کتابوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور اگر اسکوں میں ان کا مجموعی ریکارڈ (CUMULATIVE RECORD)

موجود ہو تو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اگر ہو سکے تو جماعت کے ہر ایک طالب علم کے متعلق عام معلومات حاصل کر لیں چاہیں اور جو طالب علم مسئلہ خیز معلوم ہوں ان کے مطالعے میں زیادہ وقت صرف کیا جائے۔ بچوں

کے مطالعے میں درج ذیل باتوں پر خاص توجہ دی ہے :-

**چند ضروری معلومات :-** بچوں کا مختلف صورتِ حالات میں مطالعہ کیا جاتا ہے۔ خاص طور سے دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ بچہ ایسے یا اپنے ہم جو لیوں اور عزیزوں کے ساتھ رکھے گئے حالات کے ساتھ کس طرح اور کس حد تک مطابقت پیدا کرتا ہے۔ بچوں سے علاحدہ علاحدہ غیر رسمی طور پر باتیں کر کے ان واقعات اور حادثات کو سُننا جاتا ہے جن سے یہ اندازہ ہو سکے کہ ان میں دوسروں کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے یا عدم مطابقت کے لیے کتنی صلاحیت ہے۔ وہ دوسروں کے ساتھ کس حد تک مل جمل کر رہ سکتے ہیں محبت اور توجہ کے طلب گار طلبیہ کا مختلف موقعوں اور حالتوں میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ ان کی دلچسپیوں، ضرورتوں اور مشغلوں کو جاننے کے لیے اسکول سے باہر کے مشغل، ان کی پسند اور ناپسند، ان کے خوف اور ڈر، ان کی پریشانیوں۔ ان کے والدین کے باہمی تعلقات، ان کی علم اقدار اور ان کے دوستوں کا حال معلوم کرنا ہوتا ہے۔ ان واقعات اور حادثات کو خاص طور سے نوٹ کرنا ہوتا ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ بچہ عدم مطابقت کا عادی ہو گیا ہے دیکھنا یہی ہوتا ہے کہ کون بچے جماعت میں سماجی اعتبار سے زیادہ مقبول ہیں اور کون ناپسند کیے جاتے ہیں۔ ناپسندیدہ بچوں کے مطالعے سے پڑتے چلے گا کہ انہیں کیوں ناپسند کیا جاتا ہے۔ اگر ذرا اغور سے دیکھا جائے گا تو معلوم ہو گا کہ ناپسندیدہ بچہ ان بچوں کے گروہ میں رہتا ہے جو اپنے ہم جماعتوں اور ہم جو لیوں میں ناپسند کیے جاتے ہیں۔ گویا کہ شریر یا مسلکہ خیز بچوں کا گروپ ہی علاحدہ ہوتا ہے۔ مطالعے اور مشاہدے کے دوران یہ بات بھی نوٹ کر لیتی چاہیے کہ کون بچے وقت استدلال کا استعمال کرتے ہیں اور کون محسن جذبات سے مغلوب ہو کر علاحدہ رہتا جاہتے ہیں۔ کون بچے ضرورتوں کے پورا نہ ہونے پر غصتے اور تشدید سے کام لیتے ہیں۔ تشدید پسند بچے محبت اور توجہ کا بھوکا ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنی کسی مژوڑی کی بنی اسرائیل سے کام نہیں لیتا تو خاموشی اور فرار کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ایسے بچوں کو دھنکارنے، ڈرانے دھمکانے یا اپنے سے دور کر دیتے کے بجائے محبت اور پیار کے ساتھ اپنے قریب لایا جائے اور انہیں ایسے کام دیے جائیں جن کو کرتے ہوئے انہیں استادگی توجہ حاصل ہوتی رہتے۔ بچوں کی مطابقت اور عدم مطابقت کی صلاحیتوں کو جانتے کے لیے بہت سے TESTS بھی بنائے جا پچکے ہیں لیکن ابھی ہمارے یہاں ان کا استعمال عام نہیں ہو سکا۔

**صحت کا مطالعہ :-** ابھی ہمارے یہاں طلبہ کی صحت کا ریکارڈ رکھنے کا روایج عام نہیں ہوا ہے۔

البته چند اچھے پبلک اسکولوں میں یہ ریکارڈ رکھا جانے لگا ہے اور طلبہ کی جو عام جسمانی خامیاں یا مکروریاں معلوم ہوتی ہیں ان کے علاج میں والدین کا تعاون حاصل کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی وبا نی بیماری مثلاً ہمینہ اور طاعون وغیرہ پھیلی ہوتی ہے تو اسکول عارضی طور پر بند کر دیا جاتا ہے۔ بہر حال تدریسی کامیابی کے لیے داخلے کے وقت اور داخلے کے بعد بھی وقتاً فوقتاً بچوں کا طبی معاشرہ کرتے رہنا چاہیے اور جو خرابی معلوم ہواں کے علاج کے لیے فوری توجہ دی جائے۔ طبی معاشرے کے ذریعے بڑی آسانی سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ تعلیمی مکروری میں جسمانی خرابی اور بیماری کو کتنا داخل ہے۔ یا جسمانی مکروری اور خرابی کس حد تک کسی بچے کو مسئلہ خیز بنانے کا ذریعہ بنی ہوئی ہے۔ طبی معاشرے کی رپورٹ سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ بچے کی جسمانی صحت کی خرابی کا اس کی ذہنی، جذباتی، سماجی اور جسمانی نشوونما پر کیا اثر ہو رہا ہے۔ جسمانی صحت کی خرابی کی وجہ سے اکثر بچے اپنے ہم جو لیوں کے ساتھ کھیلنے کو دنے اور مطابقت پیدا کرنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے اسکول کے کاموں میں بھی زیادہ کامیاب نہیں ہوتے مثلاً بینائی اور سماحت کی مکروری کی بنا پر پڑھنے اور استاد کی باتوں کو سمجھنے میں دشواری پیدا ہوتی ہے۔ اچھی غذائی ملنے کی وجہ سے توانائی میں لمبی محسوس ہونے لگتی ہے اور پھر درست کام کرنے سے تکان ہو جاتی ہے۔ دانتوں کی خرابی کی وجہ سے بولنے میں دقت ہوتی ہے۔ استاد کو نہایت چاق چوپتا اور مستعد رہ کر یہ اندازہ کر لیتا چاہیے کہ عدم مطابقت اور تعلیمی مکروری میں جسمانی صحت کی خرابی کو تو داخل نہیں ہے۔ متعلم استاد کو درجے میں جا کر پڑھانا شروع کرنے سے پہلے اگر ممکن ہو سکے تو اپنی جماعت کے طلبہ کے طبق ریکارڈ کا ضرور مطابق کر لینا چاہیے اور اگر ریکارڈ نہ ہو تو استاد جماعت کی مدد سے طلبہ کی صحت سے متعلق عام باتیں معلوم کرنے کے بعد پڑھانا شروع کرنا چاہیے۔ جسمانی صحت کی خرابیوں کو دور کرنے کے سلسلے میں والدین کے تعاون سے ڈاکٹر کے مشورے پر عمل کرتے رہنا اچھا ہوتا ہے۔

امتحانات کے نتائج کے رکارڈ کا مطابعہ :- طلبہ کی تعلیمی ترقی کی رفتار کی جایخ کا بہترین ذریعہ مانا جاتا ہے کہ ان کے کام کی روزانہ جایخ کی جائے۔ اور پھر ہر سفہتے یا ہر ہمینے کے ریکارڈ کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جائے کہ کس طالب علم کی ترقی کی رفتار کیسی ہے۔ اگر کسی طالب علم کے رکارڈ سے ترقی ملکوں کا اندازہ ہو تو اس کو دور کرنے کے لیے طالب علم کی مناسب طریقے پر مدد اور رہنمائی کی جائے۔ اس کے علاوہ مختلف مصنایوں کے مختلف حصوں کی جایخ کے لیے وہ TEST استعمال کیے جائیں جو نگران استاد

کی رہنمائی اور مشورے کے مطابق تیار کیے جاتے ہیں۔ مشقی تدریس کے دوران TEST تیار کرنے کی مشق اپنی طرح کرانی جانی چاہیے۔

**ذہنی صلاحیت کا مطالعہ :-** ذہنی صلاحیت کی جائیج ہے ذہانت کہا جاتا ہے مدرسے کے مختلف کاموں کے نتائج کے ذریعے کی جاتی ہے۔ قدر ذہانت کے نتیجے کی روشنی میں طالب علم کی روزانہ کی علمی تحصیلات اور شخصیت کی نشوونما کا جائزہ لینا چاہیے۔ اس کام میں بھی نگران استاد کی مدد اور رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ذہنی صلاحیت اور قدر ذہانت کی جائیج کے لیے راجح الوقت طریقوں کو استعمال کرنا چاہیے۔ اس طرح کی جائیج سے ایک فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ بچے سے اس کے ذہنی معیار سے زیادہ امیدیں نہ وابستہ کی جائیں دوسرے یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ جو بچے اپنی صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے انہیں پورے طور سے فائدہ اٹھانے کا شوق دلا کر ترقی کی راہ پر گامزن کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

**گھر اور خاندان کی زندگی کا مطالعہ :-** اسکول کے اندر عام طور سے استادوں کی نگرانی رہتی ہے اس لیے بچوں کے کردار کا صحیح علم نہیں ہو پاتا۔ بچوں کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے اسکول سے باہر کی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اور اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ بچوں کے اکثر و بیشتر کردار کے اسباب ان کی اسکول سے باہر کی زندگی کے جگریات سے متعلق ہوتے ہیں۔ مشقی تدریس کے دوران جس قدر ممکن ہو سکے متعلم استادوں کو طلبہ کی مدد سے سے باہر کی زندگی کے مطالعے کی مشق کرانی جائے تاکہ انہیں بچوں سے متعلق صحیح معلومات حاصل ہو سکیں۔ اس قسم کی معلومات حاصل کرنے کے بہت سے طریقے ہیں مثلاً بچوں کو کھیل کے میدان میں دیکھنا۔ سڑک پر چلتے ہوئے دیکھنا۔ غیر رسمی طور پر اور بے تکلفی سے باتیں کرنا۔ والدین سے مل کر حالات معلوم کرنا۔ بچوں کے ساتھ استادوں سے مل کر حالات معلوم کرنا اور اگر مل سکے تو مجموعی ریکارڈ (CUMULATIVE RECORD) کا مطالعہ کرنا وغیرہ۔

یہ کہنا مشکل ہے کہ اس طرح حاصل کردہ معلومات سے بچے کے کردار کے کس پہلو کو سمجھنے میں بدلے گی لیکن ان اسباب کا عام طور سے اپنی طرح اندازہ ہو جاتا ہے جو بچے کے کردار اور روؤں کو متأثر کرتے ہیں۔ مدرسے سے باہر کی زندگی کے مطالعے کے سلسلے میں مندرجہ ذیل باتوں کو جانتے سے استاد کو اپنے طلبہ کی رہنمائی اور مدد کرنے میں بے پناہ بدلیتی ہے۔

(۱) ذاتی عقاید اور طبقات مثلاً مسلمان ہے یا ہندو اور جو کچھ ہے اس میں کس طبقے

سے تعلق ہے۔

- (۲) والدین کے ازدواجی تعلقات (خوشگوار یا ناخوشگار)
- (۳) والدین کی تعلیم اور معیار تعلیم
- (۴) غاندان میں ارائیکن فاندان کی تعداد
- (۵) بہنوں اور بھائیوں کی تعداد اور عمریں
- (۶) گھر میں کام کرنے اور کمانے والوں کی تعداد
- (۷) بچے کا گھر کے دوسرے لوگوں کے ساتھ سلوک۔
- (۸) گھر میں تفریحی مشاغل۔
- (۹) گھر میں مذہبی زندگی کے اثرات
- (۱۰) گھر میں اقتصادی حالت اور معیار زندگی
- (۱۱) گھر میں زندگی کے معمولات
- (۱۲) گھر کی جا، وقوع اور وعثت
- (۱۳) ذرائع آمدنی یعنی والدین کا پیشہ
- (۱۴) گھر میں پالتو جانوروں کی قسمیں اور تعداد وغیرہ۔

گھر اور غاندان سے متعلق معلومات حاصل کرنے میں بڑی سمجھا اور احتیاط سے کام کرنا ہوتا ہے۔ اس کام میں نگران استاد کو اپنے طلبہ کی اپنی طرح رہنمائی کرنی چاہیے اور بتانا چاہیے کہ اس طرح حاصل کردہ معلومات کو بالکل سیفہ راز میں رکھا جائے۔ والدین سے بات چیت کرتے وقت ان کے بچے کی کمزوریوں کو پُر زور دلیلے پر ظاہر نہ کیا جائے۔

آج کل ہمارے یہاں بھی والدین اور اساتذہ کی انجمنیں بن گئی ہیں اور ان کے جلسے ہونے لگے ہیں۔ ان جلسوں کی مرد سے والدین اور اساتذہ بچے کی تعلیمی ترقی اور شخصیت کی نشوونما سے متعلق دشواریوں سے واقفیت حاصل کرتے ہیں مشقی تدریس کے دوران متعلم استادوں کو اپنے نگران استاد اور نگران مدرسہ کی اجازت سے ان جلسوں میں شرکیہ ہو کر یہ دیکھنا چاہیے کہ طلبہ کی مشکلتوں اور دشواریوں کو دور کرنے کے لیے کیا تدبیر اختیار کی جاتی ہیں۔ ان جلسوں کے ذریعے والدین کو مدرسے کا اور مدرسے کو گھر کا حال معلوم ہو جاتا ہے اور بچوں کی مدد اور رہنمائی کرنے میں والدین اور اساتذہ دونوں کو آسانی ہو جاتی ہے۔

بعض اپنے اسکولوں میں یہ طریقہ بھی رائج ہے کہ استاد بچوں کے گھر جا کر ان کے والدین سے ملتے اور ان کے بچوں کا حال معلوم کرتے ہیں۔ نگران استادوں کو اس قسم کی ملاقاتوں کے آداب بھی اپنے متعلم استادوں کو سمجھادیئے چاہئیں۔ انھیں یہ بات خاص طور سے سمجھادیئی چاہئی ہے کہ استاد بچوں کے گھر بطور مہمان جاتا ہے۔ اسے وہاں جا کر گھر کے کسی رکن سے بھی بے کار اور بے مقصد بات نہیں کرنی چاہئی ہے اور بچوں سے متعلق جو باتیں کی جائیں ان کا ریکارڈ تو ضرور رکھا جائے لیکن اس ریکارڈ کو بالکل صیغہ راز میں رکھا جائے۔

**محصول معلومات کا استعمال :-** بچے کے مطالعے سے متعلق جو دردرسی برداشت کی جاتی ہے اس کا مقصد بچے کی فطری نشوونگامیں مددگر ناہوتا ہے اگر کوئی استاد بچے سے متعلق حاصل کردہ معلومات کو باراً اور طریقے پر استعمال نہیں کرتا ہے تو بہتر ہو گا کہ یہ دردرسی مول نہ لی جائے۔ یہیں تو اپنے متعلم استادوں کو یہ سمجھانا ہو گا کہ اس طرح حاصل کردہ معلومات کی روشنی میں بچے کے خراب سے خراب روئیے کو ابھی اصلاحی نقطہ نظر سے دیکھنا چاہیے۔ اس طرح بچے کے مطالعے کے سلسلے میں جو معلومات حاصل کی جائیں ان کو سمجھ کر ان کا جز یہ کیا جائے۔ بچے کے غیر سماجی اور ناپسندیدہ روئیوں کے اسباب کو سمجھا جائے پھر مسئلہ خیز بچے کو اپنے قریب لا کر اور اسے اپنی طرح اپنا کر اس کے روئیوں اور اس کی عادتوں کی اصلاح کی جائے۔ اصلاح کے سلسلے میں جو راہ عمل اختیار کی جائے اسے چھوڑانہ جائے بلکہ اصلاحی تجاویز او زندگی کو پورے طور سے عملی جامہ پہنایا جائے۔ اس کے بعد پھر یہ دیکھا جائے کہ بچے کی مکروہی کس حد تک دور ہو سکی ہے نتیجے کی روشنی میں حسب ضرورت طریقہ کار میں تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ مشقی تدریس کے دوران اتنا وقت نہیں ملتا ہے کہ متعلم استاد ان سب مدارج کو طے کرنے کی مشق کر سکے لیکن وہ اس طریقہ کار کو استعمال کرنے کی ابتدا قابلیت ضرور حاصل کر سکتا ہے۔ مشقی تدریس کے دوران بچے کے مطالعے کے ابتدائی اصولوں اور عام سیاق و سباق کو سمجھادیئے ہے وہ اس قابل ضرور ہو سکتا ہے کہ با قاعدہ استاد ہونے کے بعد مزید مطالعہ کر کے اس طریقہ کار سے فائدہ اٹھا سکے۔

**بچے کا مجموعی ریکارڈ** (CUMULATIVE RECORD) ہر اپنے اسکول میں بچوں سے متعلق معلومات کا مجموعی ریکارڈ رکھا جانے لگا ہے۔ یہ ریکارڈ کوئی بہت بڑی چیز نہیں ہوتی۔ یہ عام طور سے ایک فائل ہوتا ہے جس میں بچے سے متعلق وہ تمام معلومات تحریری شکل میں رکھی جاتی ہیں جو استاد کے لیے

بچے کی رہنمائی کرنے میں مددگار ثابت ہو سکیں ریکارڈ استاد جماعت تیار کرتا ہے لیکن اسے نگران مدرسہ کی خویل میں رکھا جاتا ہے۔ جب طالب علم ترقی پا کر ایک جماعت سے دوسری جماعت میں جاتا ہے تو یہ ریکارڈ اسی جماعت کے استاد کے پاس بھیج دیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ طالب علم کی اچھائیوں اور مکروہوں کو جان کر اسے آگے بڑھانے میں کامیاب ہو سکے۔ متعلم استاد کو مشقی تدریس کے دوران مجموعی ریکارڈ رکھنے اور استعمال کرنے کا طریقہ بھی سیکھ لینا چاہیے۔ اس ریکارڈ میں عام طور سے درج ذیل عنوانات کے تحت معلومات درج کی جاتی ہیں:-

- ۱۔ بچے کا نام اور اس کے گھر کا مختصر حال: اس عنوان کے تحت بچے کی ابتدائی زندگی کے حالات قلم بند کیے جاتے ہیں۔
- ۲۔ بچے کی صحت کا ریکارڈ: وزن اور جسمانی صحت کا حال
- ۳۔ امتحانات کے نتائج:
- ۴۔ حاضریاں.
- ۵۔ والدین اور اساتذہ کی کانفرنس:
- ۶۔ رپورٹ میں:
- ۷۔ بعض کاموں کی تاریخ وار رپورٹ:
- ۸۔ غیر متوقع واقعات اور عادثات کا ذکر:

اس رکارڈ میں ہر سال یہ ترمیم کی جاتی ہے کہ غیر ضروری معلومات کو قلم زد کر دیا جاتا ہے اور صرف ضروری معلومات کو رکھا جاتا ہے۔ ضروری اور غیر ضروری معلومات کے انتخاب اور فیصلے کا کل طور پر استاد جماعت کو حق حاصل ہوتا ہے البتہ اچھا یہ رہتا ہے کہ اس سلسلے میں دوسرے استادوں سے بھی مشورہ گر لیا جائے۔ بچے کے مطالعے کے سلسلے میں یہ ضروریاً درکھنا چاہیے کہ مسئلہ خیز بچے کا دھر ادھر بالکل نہ ذکر کیا جائے۔ درستہ اصلاح کے بجائے یہ سوچ کر شرارتیں کرنے لگتا ہے کہ ہم بدنام بھی ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔

(پانچواں باب)

## اصول تدریس

تدریس اور تعلم یا سکھانے کے عمل میں استاد راہ بر کی حیثیت رکھتا ہے اور طالب علم راہ رو کی راہ بر اور راہ رو دونوں کے باہمی مشورے سے مقصد یا منزل مقصود کا تعین ہوتا ہے اور دونوں کے باہمی

تعاون اور اشتراک عمل سے مقصد حاصل کرنے اور منزل کو پالیسے میں آسانی ہوتی ہے۔ راہ بر ذہن، علم اور بحث بے کے اعتبار سے بالغ ہوتا ہے اور راہ روکمن اور تہی دامن ہونے کے باوجود تحصیل علم کا خواہش مند رہتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان اچھے اور سمجھدار طبیب اور ملین جسے تعلقات قائم رہنے سے منزل کی نشان دہی اور سفر کی صعوبتوں پر قابو پانے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ راہ روہنستا کھلیتا منزل مقصود پر پہنچتا یعنی اپنے اسلام کی مددیوں کی ذہنی اور روحانی نگائی حاصل کر لیتا ہے اور پھر اس قابل بن جاتا ہے کہ اپنی ذاتی جذو جہد سے بزرگوں کے ملے ورنے میں اضافہ کر سکے۔ راہ بر یعنی استاد کی قدم قدم پر یہ خواہش اور کوشش رہتی ہے کہ اس کی رہنمائی میں چلنے والے راہ رو اپنے قوائے ذہنی اور جسمانی کو فرع دیں اور ان میں ایسی ترتیب اور توازن پیدا کریں کہ وہ بالآخر اچھے انسان بن جائیں۔

ابھی تک ہمارے یہاں تدریس کا یہ مطلب سمجھا جاتا ہے کہ مر سے میں استاد کے ذریعے جو کچھ بتایا جائے اسے جس طرح ہو سکے یاد کر لیا جائے اور درسی کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے اسے رٹا دیا جائے۔ اس کے علاوہ یہ امتیزی کی جاتی ہے کہ استاد جو کچھ پڑھائے اور جو کچھ بتائے اسے جماعت کے تمام طلبیہ یاد کر لیں اور جب یاد کیا ہو امداد تعلیم امتحان کے موقعے پر دریافت کیا جائے تو اُسے لفظ بہ لفظ دہرا دیا جائے۔ چون کہ فطرت کوئی دوچھے یہ کسی نہیں ہوتے۔ کوئی دوچھے یہ کسی رفتار سے نہیں سیکھتے اس لیے تدریس اور تعلم کا یہ طریقہ غلط ہے۔ استادوں کو طالب علم کی نفسیات، اس کے سماجی پس منظر اس کی پوشیدھا صلاحیت اور دلچسپیوں کو پہچان کر تدریس اور تعلم کے مفہوم اور مقصد کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور وہ طریقہ تدریس اختیار کرنا چاہیے جس کے ذریعے طالب علم کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتیں برقرار کار آسکیں اور اس کی شخصیت مکمل طور پر نشوونما پاسکے۔ یعنی استاد کو سیلیس پورا کرنے کے بجائے طالب علم کی دلچسپیوں کو پورا کرنے والا طریقہ تدریس استعمال کرنا چاہیے۔ ہمارے معاشرے میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر جو عام مکروہیاں اور غایمیاں نظر آتی ہیں اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ استاد اور فالدین بچوں سے اپنی من مانی کرنا چاہتے ہیں اور جو طریقہ تدریس اور تربیت استعمال کیا جاتا ہے اس میں بچے کی شخصیت، اس کی دلچسپیوں اور صلاحیتوں کو بالکل خاطر میں نہیں لا یا جاتا۔

مروجہ طریقہ تدریس میں عام طور سے حکم کی تعمیل اور مواد تعلیم کی رٹائی پر زور دیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ جمہوری نظام حکومت کی بقا اور جمہوری طرز زندگی کے تقاضوں کو مطلق نہیں پورا کرتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جو تعلیم دی جائے اس کے ذریعے طالب علم میں شروع ہی سے خود سوچنے اور جمہوری طرز زندگی کے اصولوں پر عمل کرنے کی صلاحیت پیدا ہو اور اس کی شخصیت کی نشوونما

کے لیے جہوری اصولوں کو استعمال کیا جائے۔ شخصیت کی نشوونما اور فرع کا مطلب ہے کہ مدرسہ کی تعلیم اور تربیت طالب علم کے دل میں خدا ترسی، انسان دوستی کا جذبہ پیدا کرے۔ اس میں صنیط نفس کی طاقت اور ذاتی مفاد پر اجتماعی مفاد کو ترجیح دینے کی عادت پیدا کر سکے۔ شخصیت کی نشوونما کا مطلب ہے کہ طالب علم کے دل میں انسانیت کا احترام، انسانی جان و مال اور رعایت و آبرو کے تحفظ کا جذبہ، حقوق کے مقابلے پر ادائے فرض کو ترجیح، مظلوموں اور مکروہوں کی حمایت و حفاظت، طالبوں اور طاقتوں سے زور آزمائی کا حوصلہ، ہر موقع پر کلمہ حق کہنے کی جرأت۔ اپنے اور پرائے کے مقابلے میں انصاف، کسی دانا اور بینا طاقت یعنی خدا کے قدوس کی نزاکتی کا یقین اور اس کے سامنے جواب دہی اور حساب کا یقین پیدا کرایا جائے۔ یہی وہ صفات حسنہ ہیں جن کے بغیر کوئی شخص ایک اپنے اور خوش مذاق معاشرے اور ایک پُران، طاقت ور، محفوظ اور باعزت آزاد ملک کے لیے مفید اور کارآمد نہیں بن سکتا اور نہ ہی وہ اپنی زندگی خوش گوار، بے خطر اور کامیاب بن سکتا ہے۔

ظاہر ہے شخصیت کی نشوونما پر ماحول کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ بچے کے گھر اور مدرسے دونوں گلیوں کا ماحول ایسا بنانا ہوتا ہے جس میں پسندیدہ اور مطلوبہ شخصیت فرع پاسکے۔ موجودہ زمانے میں تعلیم و تربیت کی پوری ذائقے داری مدرسے کی بھی جاتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ طلبہ اور اساتذہ مل کر مدرسے کے ماحول کو صحیح تدریس کے لیے سازگار بنائیں اور اس سازگار ماحول میں اسٹادا پسندے طلبہ کی رہنمائی کریں۔ لیکن ابھی تک ایسا ہونہیں پاتا۔ اسٹادوں کی تعلیم کے اداروں میں جہاں قومی معاشرتیار کرنے کا دعوا کیا جاتا ہے عام طور سے وہی فرسودہ طریقہ تدریس سکھایا جاتا ہے جو فریڈرک ہر بریٹ (۱۸۷۶ء تا ۱۸۷۳ء) کے نام پر ہر بارش طریقے کے نام سے مشہور ہے اور جس میں مواد تعلیم کو غیر مربوط طریقے سے پڑھایا جاتا ہے۔ جب میوسی مسی مسی عیسوی کے شروع میں قومی آزادی کی تحریک یعنی انڈین نیشنل کانٹریس کو اپنے مقاصد کے حصول میں کامیابی کی امید نظر آنے لگی تو چند قومی ادارے مثلًا کاشی وڈیا پیٹھ بنا رس، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی اور جگرات و ڈیا پیٹھ جگرات وغیرہ عالم وجود میں آئے اور کچھ ترقی پسند اداروں نے ان اداروں کے طریقہ کار کو دیکھ کر اپنے طریقہ کار کو بدلتے کی کوشش کی۔ ان اداروں کے سربراہوں نے ملک کے قومی رہنماؤں کی مدد اور مشورے سے تعلیم برائے آزادی، تعلیم برائے جمہوریت، تعلیم برائے شہریت اور تعلیم برائے قومی بھیتی جیسے نعروں کو نہ صرف مُبلند کیا بلکہ ان کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش میں اپنا خون پسینہ ایک کر دیا۔ ان اداروں میں باہر کے ترقی یافتہ ملکوں کے تعلیمی تجربوں سے بھی فیض حاصل کیا گیا۔ بالآخر اکتوبر ۱۹۳۶ء میں بنیادی قومی تعلیم یا بیسک نیشنل ایجوکیشن کے نام

سے جو اسکیم بنی اس میں بچے کی دلچسپیوں کو تعلم کا مرکز قرار دیا گیا اور صاف الفاظ میں یہ کہا گیا کہ جو کچھ پڑھایا جائے وہ کسی نہ کسی سماجی مشقیلے یا بار آور کام سے مربوط ہو۔

مناسب اور موثر تدریس کے لیے چار چیزوں کا ہوتا ضروری سمجھا جاتا ہے (۱) استاد (۲) صورت حال (۳) مقصد (۴) درسیات۔ ہم صرف پہلی دو چیزوں میں استاد اور صورت حال کا ذکر کریں گے۔ تدریس کو موثر اور کامیاب بنانے کے لیے ضروری ہے کہ استاد تعلیم کے مفہوم، مقاصد اور جدید طریقوں کو سمجھنے کے علاوہ طالب علم کی نفسیات، اصول تعلم، سماجی ضرورتوں اور تقاضوں کو بھی اپنی طرح جانتا ہو۔ ورنہ تدریس کے طریقوں میں کسی قسم کی تبدیلی لانا مشکل ہو گا۔ اس وقت تدریس کی کامیابی کے لیے یہ بھی بہت ضروری ہے کہ استاد سماجی حالات سے واقعہ ہو۔ خود سماجی ہو اور اپنے عمل سے اپنے طلبہ میں سماجی خدمت کا شوق پیدا کر اسکے۔ وہ اپنے طلبہ کو خود کفیل بناسکے اور اپنے سماجی مسئللوں کو آسانی سے حل کرنا سکھا سکے۔ اس سلسلے میں استاد کا فرض ہے کہ وہ مرستے کو سماجی زندگی کی بخوبی گاہ سمجھ کر اپنے طلبہ کے لیے زیادہ ایسے مواقع فراہم کرے جن کے ذریعے انہیں وقت حس، وقت فکر، وقت عمل اور ذہانت نہ صرف بیدار ہوں بلکہ وہ خوب فروغ پائیں۔ جو استاد کام یا تجربے کے ذریعے تعلیم دینے کے حامی ہیں وہ کہتے ہیں کہ کام کے ذریعے تعلیم سے عامل شدہ علم زندگی میں کام آتا ہے کام کے ذریعے ذہن اور حسیم دونوں گی ساتھ ساتھ تربیت ہوتی ہے اور طالب علم میں سوچ سمجھ کر کام کرنے اور باقاعدہ زندگی بسرا کرنے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔

تدریس اور تعلم کے متعلق عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ طالب علم صرف اس بات کو آسانی سے سیکھتا ہے جو اس کے لیے دلچسپ اور مفید ہوتی ہے۔ اور جو علم زندگی میں کام آتا ہے اس سے اسی کو سیکھا ہوا سمجھنا چاہیے استادوں بالخصوص متعلم استادوں کو تدریس کے وقت یہ یات بطور اصول یاد رکھنی چاہیے کہ مواد تعلیم کو زیادہ دلچسپ انداز میں پیش کیا جائے۔ اور اسے طالب علم کی زندگی سے اس طرح مربوط کیا جائے کہ وہ اسے اپنے اپنے سماج کے لیے زندگی کے ہر دوسری مفید اور کار آمد جانے۔ علاوہ ازیں تدریس کے دوران یہ دیکھا جائے کہ طالب علم ان قاعدوں اور طریقوں کے مطابق عمل کر رہا ہے یا نہیں جو کسی مسئلے کو سمجھنے اور حل کرنے کے لیے مفید اور ضروری سمجھے جاتے ہیں۔

## تدریس کو موثر اور کامیاب بنانے کے لیے ضروری ہے کہ :-

(۱) طالب علم کے دماغ میں زبردستی علم کا خزانہ بھرنے کے بجائے اس کی پوشیدہ صلاحیتوں اور دلچسپیوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور ان کو فرعون دینے کے لیے مختلف قسم کے دلچسپ اور سماجی اعتبار سے مفید اور نفع خیش کام کرائے جائیں۔ یعنی طالب علم میں خود سے سوچنے اور سکھنے کا شوق پیدا کرایا جائے اور مختلف تعلیمی مشغلوں کے ذریعے اس کے شوق اور جستجو میں حتیً الوسع اضافہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ استاد کا فرض ہے کہ وہ اپنے طلبہ کی صلاحیتوں اور دلچسپیوں کو اپنی طرح پہچانے اور ان کو فرعون دینے کے لیے مناسب ماحول پیدا کرے۔ اور ہر مشکل کے وقت صحیح طور پر رہنمائی کرے۔

(۲) تعلیمی مشغلوں اور کاموں کا تقسم میں طلبہ کے انفرادی امتیازات کا پورے طور پر خیال رکھا جائے اور پھر انہیں کچھ اس انداز سے کرایا جائے کہ ایک سے دوسرے کو مددمل سکے۔ کسی طالب علم کو یہ احساس نہ ہونے دیا جائے کہ اس کے کام کی دوسروں کے کاموں کے مقابلے کسی بھی اعتبار سے کم اہمیت ہے۔ یا یہ کہ اس کے کام کی تعریف اور اس کی محنت اور کوشش کا اعتراف نہیں کیا جاتا ہے۔ کام کی خرابیوں کو ظاہر کرنے کے بجائے کام اور اس کے کرنے والے کی صلاحیتوں اور کوشش کی تعریف سے طلبہ میں سیکھنے کا زیادہ شوق پیدا ہوتا ہے۔ تدریس کا یہ مطلب ہرگز نہ سمجھا جائے کہ طلبہ استاد کی باتوں کو کان لگا کر سُننے رہیں اور پورے طور سے رٹ ڈالیں۔ تدریس کا مطلب تو یہ ہے کہ مدرسے اور درجے میں ایسا سازگار اور دلچسپ ماحول پیدا کیا جائے کہ طلبہ سیکھنے کی خود کوشش کریں اور کسی وقت بھی ان کی جستجو میں تسابل اور ذہن میں تنافل نہ نظر آسکے۔

(۳) جماعت کے ہر ایک طالب علم کو یہ محسوس ہونا چاہیے کہ وہ استاد کی نظروں کا تارا اور دل کا ٹکڑا ہے۔ شخصیت کے پورے کو پورے طور سے پرداں چڑھانے کے لیے اُسے محبت کے چشمے سے سینچا جاتا ہے اور بیمار کے ہاتھوں اُس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ یہاں استاد کا کمال یہ سمجھا جاتا ہے کہ جماعت کے تمام طلبہ اپنے کو مدرسے کے لیے مفید اور ضروری سمجھنے لگیں اور اپنی ذمے داریوں کو دل و جان سے پورا کریں۔ تدریس کو موثر اور کامیاب بنانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ مدرسے کی تمام تعلیمی سرگرمیوں اور منصوبوں کو تعلیمی سال کے شروع ہی میں صحیح طریقے سے مرتب کر لیا جائے۔ اور مدرسہ مکھلنے پر انہیں طلبہ کے سامنے اس طرح پیش کیا جائے کہ ہر جماعت اور جماعت کا ہر ایک طالب علم متعلقہ استاد کی نگرانی

اور رہنمائی میں اپنے لیے کاموں کا خدا نتھا ب کرے۔ کام سے متصل ضروری مامان اور وسائل فراہم کیے جائیں۔ پھر ان کو استعمال کر کے کام پورا کیا جائے۔ کام پورا ہونے کے بعد سب اس کی جایخ کریں اور دیکھیں کہ کام مجازہ معیار اور پلان کے مطابق ہو سکا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اس طرح کام کرنے سے طلبہ اپنی صلاحیتوں، مکروہیوں اور خوبیوں سے واقف ہوں گے۔ ان میں کام کرنے کا شوق اور خود اعتمادی کا حصہ پیدا ہو گا۔ وہ دوسروں کے ساتھ حل حل کر کام کرنے اور زندگی بسر کرنے کا فن سیکھ سکیں گے۔ وہ دیکھیں گے کہ یا ہمی تعاون اور اتحاد عمل کے بغیر خوش گوار زندگی بس کرنا اور معاشرے کو خوش گوار بنانا ناممکن ہے۔ انھیں کام کی قدر و منزالت کا احساس ہو گا اور وہ ہاتھ سے کام کرنے والوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا دیکھیں گے اور اس طرح جو علم حاصل کیا جائے گا وہ زندگی گزارنے کے لیے بامعنی اور بار آور ثابت ہو گا۔

(۴) موثر تدریس کے لیے ضروری ہے کہ استاد مواد تعلیم اور اپنے مضمون سے بخوبی واقف ہو اور اسے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کے لیے مطالعے کا شوق ہو۔ اس کے علاوہ یہ کہ وہ مسائل کو حل کرنے اور دوسروں کو مسائل حل کرنے کا طریقہ سکھانے کے فن سے بھی واقف ہو۔ اس سلسلے میں طلبہ کی ذاتی اور سماجی ذاتی داریوں اور ضرورتوں مثلاً جسمانی صحت، خاندانی حالات، بستی کے عام سماجی حالات، شہری ذاتی داریوں، معاشی ذاتی داریوں، مطالعے کی عادتوں اور ہمارتوں وغیرہ سے واقف ہونا ضروری ہے اور اسی واقفیت کی روشنی میں سالانہ، ماہانہ اور روزانہ کے کاموں کی تیاری کرنی چاہئے۔

(۵) تدریس کے دوران استاد کی نظر خوب سے خوب تر کی طرف رہنی چاہیے اور ایک کامیابی کے بعد دوسری کامیابی، آسان سے مشکل اور معلوم جیسے اصولوں کے مطابق عمل کر کے طلبہ میں سیکھنے کا شوق اور کام کرنے کا جوش پیدا کرایا جائے۔ اس کے علاوہ یہ کہ جو کام کرایا جائے اس کی جایخ ضرور کی جائے۔ جو مکروہیاں معلوم ہوں ان کو دور کرانے کے لیے ضروری مشق کرائی جائے۔

تدریس کے سلسلے میں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ تدریس کا کوئی ایسا بندھا ہمکا طریقہ نہیں ہے جس کے استعمال سے سب استادوں کو ہر صورتِ حال میں یکسان کامیابی حاصل ہو سکے بلکہ خاص طور سے یہ سمجھنا چاہیے کہ ہر استاد کو اپنی صلاحیتوں اور قابلیت کے مطابق اپنے طریقہ تدریس میں ندرست اور چرت پیدا کرنی ہوتی ہے۔ جس طرح کوئی دو طالب علم کسی ایک وقت میں یکسان طریقے پر برابر برابر نہیں سیکھ سکتے ہیں اسی طرح کوئی دو استاد ایک وقت میں کسی ایک طریقے سے

تام طلبہ کو سیاس رفتار سے نہیں سکھا سکتے ہیں۔ تدریس اور تعلم کا عمل مختلف موقعوں پر مختلف طلبہ کے ساتھ مختلف طریقوں سے پورا ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ وہی طریقہ تدریس موثر کجھا جاتا ہے جس کے ذریعے زیادہ طلبہ میں خود تے سیکھنے اور سوچ کمکھ کر آگے بڑھنے کا شوق پیدا کر دیا جائے۔ طریقہ تدریس کی کامیابی یا اُستاد کی کامیابی کو جانچنے اور پرکھنے کے لیے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ درسیات کا کتنا حصہ پڑھا دیا گیا ہے یا درسی کتاب کے کتنے اساق میاد کر دیے گئے ہیں۔ بلکہ دیکھنے کی چیزیں ہے کہ تدریس کا طلبہ کی عام عادتوں، عام رکھ رکھاؤ، عام کردار اور اطوار پر کیا اور کتنا اثر ہوا ہے۔ یا یہ کہ ان کے کردار عام رہن سہن، رکھ رکھاؤ اور اخلاق میں کس قدر مطلوبہ تبدیلی واقع ہوئی ہے۔

تدریس کے سلسلے میں ہم اس خیال سے متفق نہیں ہیں کہ پڑھانا اور بولنا دونوں مختلف کام ہیں۔ فلسفہ علیت اور کرداری نفسیات میں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ عمل تعلم کسی کام یا تجربے کے ذریعے کامیاب ہوتا ہے اور ہم صرف وہی سیکھتے ہیں جو زندگی میں استعمال کیا جاتا ہے یا جو ہماری زندگی میں کام آتا ہے۔ اس اصول کے مطابق پڑھاتے میں بولنے کی اہمیت یعنی سیکھ کی افادیت تھوڑی کم ہو جاتی ہے۔ اکثر اس تاد درجے میں خود بہت بولتے ہیں اور طلبہ کو خاموش پہنچنے رہنے اور سُننے رہنے پر مجبور کرتے ہیں۔ دراصل کام کے ذریعے پڑھانے اور سیکھنے کے ذریعے پڑھانے میں بنیادی فرق یہ ہے کہ سیکھ کے ذریعے الفاظ صرف بولے اور سُننے جاتے ہیں۔ ان کے معنی اور معنی سے ذہن کا کوئی تعلق نہیں رہتا۔ اس کے برعکس تجربے اور کام کے ذریعے سے سیکھے ہوئے علم کا رشہ زندگی سے جڑ جاتا ہے یا یہ کہ بچوں کے قوائے ذہنی اور جسمانی کو باہار کر ان میں صحیح تربیت اور توازن پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ طالب علم تجربے کے ذریعے حاصل شدہ علم کو اپنی زندگی میں استعمال کر کے اسے سوارنے اور بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ سیکھ کے ذریعے پڑھانے کے حق میں یہ بات نہایت ونوق کے ساتھ ہی جاتی ہے کہ بولے بغیر پڑھانا یا سکھانا ناممکن ہے۔ جب کسی طالب علم کو کوئی مجوزہ یا ضروری علم سکھانا یا پڑھانا ہوتا ہے تو اُستاد کو بولنا پڑتا ہے۔ اس کے بولے بغیر سکھانا یا پڑھانا ناممکن نہیں۔ چنانچہ سیکھ کے ذریعے پڑھانے کو کسی حد تک ضروری نہیں جانتا جاتا ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ درسیوں میں زیادہ سے زیادہ علم الفاظ اور دیگر علامات کے ذریعے سکھایا جاتا ہے۔ اس لیے یہ کہنا بجا ہے کہ سکھانے کے لیے بونا یا سیکھ دینا بھی ضروری ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ایک حد تک بالکل صحیح اور درست ہے کہ اگر زبان کی تعلیم نہ دی جائے تو پھر کوئی بھی مضمون اپنی طرح نہیں پڑھایا جاسکتا۔

## (۲) صورت حال اور ماحول :-

ہمارے یہاں ابھی تک تدریس کا یہ طریقہ زیادہ استعمال ہوتا ہے کہ درسی کتابوں کو ذریعہ بنانے کا معلوماً کے خذانے میں اضافہ کیا جائے یعنی بچوں کو توں کی طرح معلومات رٹا دی جائیں اور وہ دریافت کیے جانے پر رنگ ہوئی معلومات کو لفظ پر لفظ دہرا سکیں۔ جو طالب علم لکھ کر یا زبانی نہیں ہوئی معلومات کو جتنے اپنے طریقے سے دہرا دیتا ہے اُسے اتنے ہی اپنے نہر دے کر اس پر کامیاب طالب علم ہونے کی مہر لگا دی جاتی ہے۔

تعلیمی صورت حال میں کئی چیزیں شامل ہوتی ہیں۔ کچھ پرستاد کو کچھ قابو ہوتا ہے اور کچھ چیزیں اس کے قابو سے بالکل باہر ہوتی ہیں۔ مثلاً مکرے کی جسامت اور ساخت اور طلبہ کے انفرادی امتیازات وغیرہ اس کے برعکس جن چیزوں پر استاد کو قابو ہوتا ہے تو آنا قابو ہوتا ہے کہ وہ تعلیمی مقاصد کی روشنی میں حسب ضرورت اپنے طریقہ تدریس کو بدلتے ہیں یہ کہ طلبہ کو کس قسم کا تفویضی کام دیا جائے اور ان سے کس قسم کے سوالات دریافت کیے جائیں۔ یا یہ کہ مواد تعلیم کی وضاحت اور تشرح کے لیے کس قسم کا امدادی سامان استعمال کیا جائے۔

استاد کو جن چیزوں پر قابو ہوتا ہے ان میں امدادی سامان اور وسائل خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان کے استعمال سے مقررہ مقصد کو حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ان امدادی وسائل کا تعلق دو چیزوں سے رہتا ہے۔ اول علم یا مواد تعلیم دوم تو پنجی اور امدادی سامان۔ ان کے متعلق استاد کے سوچنے کی یہ بات ہوتی ہے کہ ان دونوں چیزوں کو کس طرح اور کس انداز سے بوقت ضرورت استعمال کیا جائے۔ اس سلسلے کے پہلے حصے کو مادی وسائل کہا جاتا ہے اور دوسرے کو ترکیبی یا عملی وسائل کہتے ہیں۔ تدریس میں ترکیبی یا عملی وسائل سے زیادہ سایقہ رہتا ہے اور انہی کو زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔

طریقہ تدریس یا طریقہ تعلیم کا تعلق مقصد سے ہوتا ہے۔ استاد کے ذہن میں خاص اور عام دونوں قسم کے مقاصد رہتے چاہیں لیکن عام طور سے سبق کے خاص مقاصد حاصل کرنے کی زیادہ کوشش کی جاتی ہے اور بعض اوقات دوران تدریس ایسے بہت سے عام مقاصد سامنے آ جلتے ہیں جن کو حاصل کرنے کی جی توڑ کوشش کی جاتی ہے۔ اس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ ہر سبق کو اس کے خاص اور عام دونوں قسم کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے پڑھا یا جاتا ہے۔ بعض عام مقاصد جن کو حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے یہ ہیں:-

(۱) یہ یقین دہانی کم سے کم وقت میں کچھ عام اخلاقی باتیں سکھادی جائیں گی مثلاً پیار محبت کے ساتھ بات چیت کرنا۔ کسی سوال کا جواب ادب کے ساتھ درنا۔ جب بولنے کی ضرورت پیش آئے یا بولنے کو کہا جائے تو صاف طریقے سے بولا جائے۔ صحت و صفائی کا ہر وقت خیال رکھا جائے۔ وقت کی پابندی کی جائے بغیر۔

(۲) طلبہ کو اصولی اور نظریاتی امور پر بحث و مباحثہ کا شوق دلانا۔

(۳) سوال دریافت کرنے پر سوچ کنجھ کر نرمی سے جواب دینے کی عادت پیدا کرانا۔ اسی طرح نفس مضمون یا مودودی تعلیم سے متعلق خاص مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مثلاً یہ سکھانا کسی ملک کا وزیر اعظم ملک کی حفاظت اور عام فلاح و بہبود کے لیے مرکزی حکومت کے وزرا میں ذمہ داروں کو کس طرح تقسیم کرتا ہے؟ ہندستان کے موجودہ وزیر اعظم راجیو گاندھی کو پورے ملک میں تعلیم کو آنھوں جماعت تک مفت اور لازمی بنانے کے لیے ریاستوں کو مرکز سے کتنی رقم دینی چاہیے؟ گاندھی جی کے خیال میں اہنسا کا کیا مفہوم تھا؟ وغیرہ

اس موقع پر کسی مخصوص طریقہ تعلیم کی پورے طور پر وضاحت نہیں کی جاسکتی۔ آپ اور ہم سب جانتے ہیں کہ طلبہ بسا اوقات اپنے استادوں سے طرح طرح کے سوالات دریافت کرتے ہیں۔ اور اکثر اپنے اور کامیاب استاد اپنے طلبہ کو اصولی بحث کرنے اور سوالات دریافت کرنے کا شوق دلاتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر استاد کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہوتا چاہیے کہ طالب علم کو زیادہ علم سکھادیا جائے یا اس کی معلومات میں خاطرخواہ اضافہ کر دیا جائے بلکہ انھیں بحث و مباحثہ میں شرکت کرنے اور بھر کسی پتھر پر پہنچنے کا عادی بنانے کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے کہ ہمارے یہاں عام طور سے یہ مکروہی پائی جاتی ہے کہ ہم دوسرے کی بات کو غور سے اور سمجھ کر سُننے کی تاب نہیں لاسکتے اور سُنی ہوئی بات کو غور و فکر کے بعد صحیح طریقے سے دہرا بھی نہیں سکتے۔ لہذا اس قسم کے بحث و مباحثہ میں طلبہ کو شرکت کرنے اور درج پری کے ساتھ مصروف رکھنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ طلبہ سے ایسے سوالات دریافت کیے جائیں اور ان کے سامنے ایسے مسائل پیش کیے جائیں جو کسی حد تک عام سطح اور حالات سے بلند اور مختلف ہوں۔ مثلاً کوئی استاد یہ سوال دریافت کرتا ہے کہ وزیر اعظم راجیو گاندھی کو بھیثیت وزیر اعظم اپنے نام کی بہن وجیہ لکشمی پنڈت سے کیسا سلوک کرنا چاہیے؟ تو دیکھیے یہ ایسا سوال ہے کہ اس کا کوئی ایک صحیح جواب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ طلبہ اپنی استعداد اور ذہنی نشوونما کے مطابق طرح طرح کے جواب دیں گے۔ ایسی صورت حال میں استاد کو تمام جوابات بورڈ پر لکھتے رہنا چاہیے اور جوابات کی فہرست پر غور و خوض کرنے کے بعد بحث و مباحثہ کا وقت ختم ہونے پر ان جوابات کو سمجھادیا چاہیے جو کسی نہ کسی حد تک صحیح

معلوم ہوں۔

اس کے علاوہ دوسرا طریقہ تدریس یہ ہے کہ استاد ایسے سوالات دریافت کرے جن کے جواب آسانی سے تلاش کیے جاسکیں مثلاً ۱۹۳۴ء کے قتل عام کے بارے میں عام رائے کیا ہے؟ اس سوال کا جواب معلوم کرنے میں استاد کو طلبہ کی توجہ ان واقعات اور عالات کی طرف مبذول کرانی چاہئے جن کو عام طور سے سب مانتے اور جانتے ہیں۔ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ استاد کے ذہن میں جو اسباب ہیں صرف وہی بتائے جائیں۔ اگر استاد اسی سوال کو اس طرح دریافت کرے کہ، ۱۹۳۴ء کے فسادات کے اسباب بیان کیجیے؟ یا ۱۹۳۴ء میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان فسادات کیوں ہوئے؟ تو طلبہ کی توجہ تاریخ کے اس سبق کی طرف مبذول ہوگی جو انہوں نے ۱۹۳۴ء کے فسادات کے متعلق پڑھا ہو گایا پڑھیں گے یا وہ اپنے جوابات کو استاد کے بتائے ہوئے جوابات کی روشنی میں دہراتے کی کوشش کریں گے۔ جب سوال کا رُخ کسی مخصوص جواب کی طرف ہوتا ہے تو طلبہ سوچنے کی مطلق کوشش نہیں کرتے بلکہ رُخ کو دہراتے کی کوشش کرتے ہیں۔

استاد کو پڑھاتے وقت ہمیشہ یہ کوشش کر لی چاہئے کہ طلبہ کو جو کچھ سکھانا ہواں میں ان کی ذاتی کوشش، سوچھ بُوچھ اور بُرے کو کسی نہ کسی حد تک ضرور دفل رہے۔ درجے کے اندر استاد کا یہ فرض ہے کہ وہ طلبہ کی دلچسپیوں اور کوششوں کو زیادہ سے زیادہ پڑھا کر نفسِ مفہوم کو سمجھانا اور سکھانے کی کوشش کرے۔ جماعت کے کمرے اور پورے مدرسے کے ماحول کو باہمی تعاون اور اتحادِ عمل سے تدریس اور تعلم کے لئے سازگار بنائے اور درسہِ جمیع اعیان سے طلبہ کے لیے زندگی کی بُرے گاہ اور والدین کے لیے اپنی زندگی کا نمونہ ثابت ہو۔

کرداریِ نفسیات اور نفسیاتِ تعلیم کی روشنی میں طریقہ تدریس کی کامیابی کا اندازہ متعلم کی شخصیت کی نشوونما کو دیکھ کر کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ وہ صرف وہی سیکھتا ہے جسے زندگی کے لیے ضروری اور کارآمد سمجھتا ہے۔ کام کے ذریعے پڑھانے یا بُرے کے ذریعے سکھانے (تدریس و تعلم) سے متعلم کے اندر جوشِ عمل، کام کا احترام اور محنت کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ تدریس کا مقصد زندگی کو کامیاب بنانے کا شوق دلانا ہوتا ہے۔ اس شوق اور جس کو پڑھاواری نے کے لیے حکم، سزا اور تنبیہ کے بجائے محبت، ہمدردی اور رہنمائی سے کام لیا جاتا ہے۔ والدین اور استاذ دوں کو کومل کر بچے کو پیار اور محبت کے ساتھ سیکھنے کی طرف مائل کرنا ہوتا ہے۔ تشدیدِ تنبیہ، سزا، خوف اور حکم کے استعمال سے طالب علم کے دل میں بغاوت، نقرت اور نافرمانی کے جذبات ابھرتے ہیں۔ لہذا یہ

کہتا بالکل بجا ہے کہ کردار سازی اور شخصیت کی ہمہ جہت نشوونما کے لیے طاب علم کے ساتھ ہر موقع پر محبت اور عزت کے ساتھ پیش آنے کی کوشش کی جائے۔ اس کی ہر وقت رہنمائی اور ہمت افزائی کی جائے۔ ہو سکے تو مندرجہ ذیل اصولوں پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے:-

(۱) استاد کے ذہن میں ان صفات اور خوبیوں کا تصور بالکل واضح اور صفات ہوتا چاہئے اور وہ خوبیاں اور صفات اس کی شخصیت میں نمایاں طور پر نظر آئی چاہئیں جو طلبہ کے لیے ضروری سمجھی جاتی ہیں۔ یا یہ کہ استاد اپنے طلبہ میں جو اخلاقی خوبیاں پیدا کرنا چاہتا ہے ان پر اسے خود ہمایت خندہ پیشانی اور مستقل مزاجی سے عمل کرتا چاہئے۔

(۲) طلبہ کی موجودہ اور سابقہ تعلیمی استعداد کا بہت اچھی طرح اندازہ کر لینا چاہئے۔ اور بھروسی کی بنیاد پر مزید سکھانے اور پڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس لیے کہ معلوم سے نامعلوم کی طرف چلنے اور معلوم اور نامعلوم علم میں رابطہ پیدا کرنے سے طالب علم کو سمجھنے (LEARNING) میں دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں استاد کو تعلیمی سال کے شروع ہی میں اپنے کاموں کا پروگرام تیار کر لینا چاہئے۔ تاکہ دوران سال پڑھاتے وقت یہ یاد رہ سکے کہ کیا کام کرنا ضروری ہے اور کس کام کے ذریعے طلبہ کو کیا سکھانا مقصود ہے۔ پروگرام بناتے وقت طلبہ کی مشترکہ دلچسپیوں کو خاص اہمیت دینی چاہئے۔

(۳) طلبہ کی دلچسپیوں کو جاننے کے بعد یہ کوشش کرنی چاہئے کہ زیادہ ضروری دلچسپیوں کو پہلے پورا کیا جائے یہاں استاد کا کام ہے کہ (۱) وہ خود سوچ سمجھ کر فتحیل کرے کہ پہلے کون سی اقدار پیدا کرائی ہیں۔ (۲) کون سا طریقہ کار استعمال کرنا مفید ہوگا۔ اس سلسلے میں استاد اور شاگرد دونوں کو باہمی مشورے سے کام کرنا ہوتا ہے۔ البتہ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ جو کام شروع کرایا جائے اس کے کرنے میں طلبہ کو یہ محسوس ہو کہ استاد آسان سے مشکل کی طرف توجہ دلارہا ہے۔

(۴) درجے میں طلبہ کی انفرادی صلاحیتوں اور دلچسپیوں کو پہچاننے کے بعد کام تقویض کرنے چاہیں اس لیے کہ سب بچوں کی دلچسپیاں اور سمجھنے اور کام کرنے کی صلاحیتیں یکساں نہیں ہوتی ہیں۔ طلبہ کی رہنمائی میں بھی انفرادی امتیازات کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔

(۵) استاد کو مختلف قسم کے کاموں کے ذریعے طلبہ میں خود سے سوچنے اور سوچ سمجھ کر مسائل حل کرنے کی عادت پیدا کرائی چاہئے۔ اس طرح طلبہ میں خود اعتمادی اور عزت نفس کے جذبات بیدار ہوں گے اور وہ اپنی صلاحیتوں اور قوتوں کو جائز طور پر استعمال کرنا سمجھیں گے۔

(۶) استاد کو ہمیشہ ایک اچھے اور کامیاب مشیر کی طرح اپنے طلبہ کی رہنمائی کرنی چاہئے اور یہ

رہنمائی پکھاں انداز سے کی جائے کہ طلبہ میں اپنی مدد آپ کرنے کی عادت پیدا ہو سکے۔

(۷) استاد کو طلبہ کی تمام کوششوں میں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ (۱) جو کام شروع کیا جائے اس کا مقصد بالکل واضح ہو۔ (ب) کام شروع کرنے سے پہلے اس کے طریقہ کار کو اپنی طرح بچھ لیا جائے تاکہ اسے ٹھیک سے استعمال کیا جاسکے۔ (ج) جو کام شروع کیا جائے اسے یہ حسن و خوبی پورا کیا جائے۔ (د) کام کے دوران اور کام پورا ہونے کے بعد اس کی باقاعدہ جائزگی کی جائے اور یہ (یعنی کوشش کی) کوشش کی جائے کہ جن مقاصد کے تحت کام شروع کیا گیا تھا وہ پورے طور پر حاصل ہو سکے ہیں یا نہیں۔ (م) کام کی جائز اور جائزے کے وقت یہ ضرور خیال رکھا جائے کہ طلبہ کی ہمت سکنی نہ ہو اور ان میں ایک کام پورا کرنے کے بعد دوسرا کام شروع کرنے کی خواہش پیدا ہو۔ (ن) کام کے دوران اور کام پورا کرنے کے بعد طلبہ میں تنقیدی نظر پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ وہ اپنے اور دوسروں کے کام کے محاسن اور عیوب کو سمجھ سکیں اور عیوب کو دور کر کے محاسن پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگیں۔

(بچھتا باب)

## اصل تعلم

(LEARNING)

تعلم کے لئے تدریس کو اور تدریس کے لئے استاد کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ یوں تو ہر خفیہ اپنے ماحول سے خود بخود سیکھتا ہے لیکن باقاعدہ تعلم کے لئے استاد کو یہ کوشش کرنی ہوتی ہے کہ درجے میں اس احوال پیدا کیا جائے جس سے بچے کی سیکھنے کی رفتار تیز ہو جائے۔ درجے میں تدریس کے دوران بچہ سیکھتا ہے لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ تدریس کے ذریعے جو کچھ سکھانا مقصود ہوتا ہے بچہ وہی سیکھتا ہے یا پچھا اور۔ ہم اپنی بات جسے یہاں کہنا ضروری سمجھتے ہیں اس طرح کہتے ہیں کہ تدریس کسی پلان یا پروگرام کے مطابق ہوتی ہے اور پروگرام کسی تعلیمی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے استاد کے ذریعے درجے میں تدریس کا کام ہوتا ہے۔ جماعت کے اکثر و بیشتر طلبہ اپنے انفرادی امتیازات کے مطابق کچھ نہ پچھ سیکھتے ہیں۔ البتہ ان سب کے سیکھنے کی رفتار جدا کافی ہوتی ہے۔ اس طرح یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تعلم (LEARNING) کے لیے تدریس (TEACHING) ضروری ہے۔ تدریس کا اصل کام عمل تعلم کو تیز، آسان اور دلچسپ بنادینا ہوتا ہے۔ تدریس کا تعین قدر کرتے وقت صرف معلومات کے خزانے کو شمار کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

بلکہ دیکھا یہ جاتا ہے کہ اس خزانے کے ذریعے متعلم کے اندر سماج کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے اور سماج کو بدلنے کے لیے ضروری صلاحیتوں اور قوتوں کو فریغ دینے کا کتنا شوق پیدا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں استادوں بالخصوص متعلم استادوں (PUPIL TEACHER) کے لیے ضروری ہے کہ وہ تعلیم کی ماہیت سے بخوبی واقع ہوں وہ یہ جانتے کی کوشش کریں کہ تعلم اور تدریس کا کیا تعلق ہے اور تعلم کے لیے کیا طریقہ اختیار کرنا ہوتا ہے۔

ہماری تعلم اور تدریس سے متعلق بحث انسان اور اس کے معاشرے تک محدود رہے گی۔ انسان کی امتیازی خلقوصیت ذہن ہے اور اسی کی وجہ سے اسے اشرف المخلوقات کہلاتے کا شرف حاصل ہے۔ اس امتیاز اور شرف کو باقی رکھنے کے لیے تعلیم میں ذہنی نشوونما پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ قدرت کا یہ بہت بڑا عام ہے کہ انسان کو سیکھنے کی صلاحیت و دیعت کی گئی ہے۔ وہ جس ماحول اور معاشرے میں پیدا ہوتا ہے اسی میں اپنے حواسِ خمسہ کی مدد سے سیکھنا شروع کر دیتا ہے اسے شروع میں ماحول سے مطابقت پیدا کرنے میں بڑی ملجمن اور پریشانی ہوتی ہے لیکن رفتہ رفتہ مطابقت پیدا کر کے اپنی ملجمن اور پریشانی کو ختم کر دیتا ہے۔ اس جدوجہد کے ذریعے اس کے کردار میں جو تبدیلی پیدا ہوتی ہے اسی کو سیکھنا یا تعلم کہتے ہیں۔ ماحول کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے میں جو جدوجہد کی جاتی ہے وہ کبھی ظاہر ہوتی ہے اور کبھی ظاہر نہیں ہوتی۔ جس جدوجہد میں ہاتھ پیرہلانے پڑتے ہیں وہ ظاہر ہو جاتی ہے یاد کبھی جاسکتی ہے اور جس جدوجہد میں مخفی ذہن کو کام کرنا ہوتا ہے وہ ظاہر نہیں ہوتی یا اُسے دیکھا نہیں جاسکتا۔ دیکھی جانے والی جدوجہد سے پیدا ہونے والے کردار کو دیکھا جاسکتا ہے اور نہ دیکھی جانے والی جدوجہد کے نتیجے میں پیدا ہونے والے کردار کو دیکھا نہیں جاسکتا۔ مثلاً چلتا پھرنا، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، رونا ہنسنا اور بونا وغیرہ لیکن سوچنا، سمجھنا اور پسند کرنا یا ناپسند کرنا وغیرہ جیسے کردار کو دیکھا نہیں جاسکتا ہے۔

کردار کی تبدیلی کے لیے جو جدوجہد کی جاتی ہے اسے ہم علی کام کہتے ہیں۔ یہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک ہاتھ کے اور دوسرے ذہنی۔ سیکھنے میں یہی دونوں کام بہت کام آتے ہیں۔ ان دونوں کاموں کے ذریعے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ زندگی کے بنانے اور سناوار نے میں نگار اور مفید ثابت ہوتا ہے اور اس کے ذریعے ماحول کو بدلنے اور معاشرے کو سنوارنے میں مدد ملتی ہے۔ اسی لیے یہ کہا گیا ہے کہ ہم صرف وہ سیکھتے ہیں جو زندگی میں کام آتا ہے اور سیکھنے کے عمل میں کام کی وجہ سے دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔ سیکھے کا ایک اصول یہ ہے کہ کوئی کام بغیر کیے نہیں آتا ہے۔ یعنی جو کچھ

سیکھا جاتا ہے عملی کام کے ذریعے سیکھا جاتا ہے۔ مثلاً علناً پڑھنے سے آتا ہے۔ بولنا بولنے سے آتا ہے۔ سائنس کل چلانا سائنس کل چلا کر ہی سیکھا جاتا ہے۔ کھانا پکانا کھانا پکا کر ہی سیکھا جاتا ہے اسی طرح بعض بولنا بھی بولنے رہنے اور خدمت کرنا خدمت کرتے رہنے ہی سے آتا ہے۔ اور سوچنا بھتنا سوچنے کچھنے کی مسلسل مشق سے آتا ہے غرض یہ کہ تعلم یعنی سیکھنے کے لیے عملی کام کو ذریعہ بنا ناضر و ری ہے اسیں آزادی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ضرورت ہوتی ہے انفرادی شوق، دلچسپی اور کوشش کی اور ہاں عمل پیہم کی۔

انسان کے جسم اور ذہن کی نشوونما ایک فطری عمل ہے جس طرح انسان نے اپنے ذہن سے کام لے کر باحول کے ساتھ مطابقت پیدا کرنا سیکھا ہے اسی طرح اس کو بدلتے اور اس پر قابو پانے میں انسان کے ذہن کو دخل ہے۔ ذہن انسانی ہی نے عمر کے اعتبار سے انسان کی جسمانی اور ذہنی نشوونما کے لیے کس قسم کی غذا اہماں سے اور اس معیار کو حاصل کرنے کے لیے یہ بتایا گیا ہے کہ جسمانی اور ذہنی نشوونما کے ذہنی معاشر مقرر کیا ہے اور اس معیار کو حاصل کرنے کے لیے یہ بتایا گیا ہے کہ معاشر کی مادی اور غیر مادی اشیاء سے یعنی باحول سے جس میں انسان اور اشیاء، ادارے اور اصول اور خاندان اور رسم و رواج سب شامل ہیں۔ ذہنی غذا دوسروں کی ذہنی کاؤشوں اور کوششوں کے نتائج سے حاصل ہوتی ہے۔ ذہنی زندگی کے لیے ذہنی زندگی کے قریب رہنا لازمی ہے۔ اسی لیے یہ کہا جاتا ہے کہ ذہنی زندگی کے لیے جو صحیح معنوں میں انسانی زندگی کھلاتی ہے معاشرے کا وجود لازمی ہے اور معاشرہ پیداوار ہوتا ہے انسان کی ذہنی کاؤشوں اور جدوجہد کا اور اس جدوجہد میں تعلیم کا بڑا حصہ ہے لیکن تعلیم وہ نہیں جس میں چند بول رکھ لیئے اور چند یادیں یاد کر لیئے پر اکتفا کیا جاتا ہے بلکہ وہ تعلیم جس میں تعلیم کے تمام جسمانی اور ذہنی قوائی تربیت کر کے ان میں ہم آہنگ پیدا کی جاتی ہے اور اسے اُترنی زندگی کے کل شعبوں کا محترم بناؤ کر اپنی استعداد کے مطابق حصہ لیئے کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔

یہ بات ہمایت اہم اور قابل ذکر ہے کہ قوائے جسمانی اور ذہنی کی نشوونما کا عمل ایک متاخر ک، فعال اور پیہم عمل ہوتا ہے اور اس میں متعلم کی ذاتی دلچسپی اور کوشش درکار ہوتی ہے کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے نہیں سیکھ سکتا۔ ہر شخص اپنی کوشش اور محنت سے سیکھتا ہے البتہ دوسرا شخص سیکھنے کے عمل میں رہنمائی ضرور کر سکتا ہے۔ مدرسے میں یہ رہنمائی استاد کی ذائقے داری بھی جاتی ہے۔ سیکھنے کے عمل میں خارجی دباؤ سے بہت کم مدد ملتی ہے اور اس کی وجہ سے متعلم کے اندر بہت سی سماجی کمزوری کے پیدا ہونے کا اندازہ رہتا ہے۔ خارجی دباؤ تو نہیں بلکہ خارجی اشیاء میں باحول اور باحول

میں دو چیزیں جن سے متعلم کو براہ راست واسطہ پڑتا ہے سمجھنے کے لیے ضروری کجھی جاتی ہیں۔ یعنی انسان اور اشیا۔ انسانوں میں متعلم کے ہم جو لیوں اور استاد کا شمار ہوتا ہے اور اشیا میں ان چیزوں کا جن کی مدد سے استاد اپنے بہت سے خیالات اور تصویرات کی وضاحت کرتا ہے۔ استاد اشیاء کی مدد سے درجے میں تدریس کے فرائض انجام دیتا ہے اور اس کی مسلسل یہ کوشش رہتی ہے کہ طلبہ کی جسمانی، ذہنی، روحانی اور سماجی نشوونام قرہ معیار کے مطابق ہو سکے۔ اس لیے یہ کہنا بجا معلوم ہوتا ہے کہ تعلم کے لیے تعلم کے لیے تدریس اور تدریس کے لیے استاد کا ہونا ضروری ہے۔

## تعلم کی ابتداء متعلم کی موجودہ استعداد سے :-

تعلم کی ابتداء متعلم کے مسئللوں سے شروع ہونی چاہیے تاکہ استاد کے حکم سے۔ جو اصول تدریس کے لیے مفید اور موثر ثابت ہو جیکا ہے وہی تعلم کے لیے بھی صحیح ہے یعنی تدریس کی طرح تعلم کا بھی طفل مرکوز ہونا ضروری ہے۔ عمل تعلم میں شروع سے آخر تک طلبہ کی دلچسپیوں اور ضرورتوں کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ جو استاد طلبہ کی گوش مالی کر کے انھیں نصاب کے مقرہ معیار تک لانے کی کوشش کرتے ہیں وہ اپنی کوشش میں اکثر ناکام رہتے ہیں۔ عمل تعلم کو کامیاب بنانے اور طلبہ کو سمجھنے کا شوق دلانے میں صرف وہی استاد کامیاب ہو سکتے ہیں جو طلبہ اور طالبات کو ان کے مسئللوں کو سمجھ کر انہیں حل کرنے کے لیے آمادہ گر سکیں۔

تعلم کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ طلبہ استاد کے حکم کے مطابق پڑھتے رہیں اور پڑھی ہوئی یا سُنی ہوئی با توں کو دریافت کرنے پر لہرا سکیں۔ یہ تو وہ عمل ہے جس میں متعلم کو پڑے انہاں اور مستعدی کے ساتھ خود شرکت کرنی ہوتی ہے۔ یہ تو متعلم کے لیے ایک تجربہ ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ سمجھتا ہے۔ بغیر تجربے اور عملی کام کے کچھ نہیں سیکھا جاتا۔ اور ہاں یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر تجربے سے تمام طلبہ کو سیکھاں ٹلم محاصل ہو سکے۔ ہر بچہ اپنے سابقہ تجربے اور موجودہ استعداد اور صلاحیت کے مطابق سیکھتا ہے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھ لجیے کہ اگر دو بچروں اب بچوں کو بھی کسی ایک ہی صورتِ حال میں رکھا جائے تو دونوں اپنے اپنے ادراک اور سمجھ کے مطابق سیکھیں گے اور دونوں اس تجربے سے متعلق تاثرات کو مختلف انداز میں بیان کریں گے۔ چنانچہ متعلم استادوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ جماعت کے تمام طلبہ کے انفرادی امتیازات کو جانیں اور یہ بچھیں کہ درجے میں سب بچوں کے سمجھنے کا معیار یکساں نہیں ہو سکتا۔

اس اصول کی روشنی میں یہ کہتا جا ہے کہ ہر بچہ اپنی موجودہ استعداد اور قابلیت کے مطابق سیکھنا شروع کرتا ہے۔ کوئی طالب علم دوسرے کے معیار کے مطابق سیکھنا شروع نہیں کر سکتا۔

ہر ایک طالب علم اپنی موجودہ دلچسپیوں، روحانیات اور ضرورتوں کے مطابق جوش و خروش کا اظہار کرتا ہے اور جن چیزوں کو وہ اپنے لیے مفید اور کار آمد سمجھتا ہے اُنھیں سمجھنے کے لیے زیادہ شوق اور دلچسپی کا اندازہ کرتا ہے۔ مثلاً جسمانی تعلیم کا استاد اُونچی کو دیکھانے میں اسی وقت کامیاب ہو سکتا ہے جیکہ وہ اپنے شاگرد سے اتنا ہی اُونچا کو دنے کو کہے جتنا اُونچا کو دنے کی اس میں صلاحیت اور قوت ہے۔ اور پھر فتح رفتہ اسی کو تھوڑا تھوڑا اُونچا کر کے اس کو اونچا کو دنا سمجھائے دراصل مدرسے میں استاد کو ہر مضمون کی تعلیم میں طالب علم کی موجودہ استعداد اور پختگی کو معیار بان کر آگے بڑھنے یا زیادہ سمجھانے میں کامیابی ہوتی ہے۔ بعض استادخواہ کسی بھی جماعت کو کیوں نہ پڑھاتے ہوں تعلم اور تدریس کے لیے سب سے زیادہ آسان طریقہ یہ سمجھتے ہیں کہ جماعت کے تمام طالبہ کو یکساں کام تفہیم کر دیا جائے اور سب سے یکساں معیار کے مطابق وہ کام پُورا کرایا جائے، جو طلباء ذرا زیادہ کمزور نظر آئیں اُنھیں چلتے پھر تے ان کے مسئللوں کو حل کرنے اور کمزوریوں کو دور کرنے کا طریقہ سمجھا دیا جائے۔ یہ وہی استاد ہوتے ہیں جو طلبہ کے انفرادی امتیازات کو غاطر میں نہیں لاتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہر صورت حال میں تمام طالبہ پچاس طریقے سے مقررہ معیار کے مطابق سمجھ سکتے ہیں۔ یہ وہی استاد ہوتے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ جو طالب علم استاد کے حکم کی تعمیل کرتا ہے اور اس کے اشاروں پر چلتا ہے وہی سب سے زیادہ سمجھتا ہے۔ دراصل یہ سمجھنا بالکل بے معنی ہے کہ استاد کے حکم کے مطابق عجوزہ درسیات کو رٹ لینا سمجھ لینا ہوتا ہے۔ اس طرح طالب علم کی معلومات میں تو اضافہ ہو سکتا ہے لیکن اس کی تخفیت کی صحیح نشوونما نہیں ہو سکتی۔ تدریس اور تعلم کا عمل اس قدر تحریکیہ اور متواتع ہوتا ہے کہ اس پر آنکھ بند کر کے عمل کرنے یا اُسے کسی ایک ہی طریقے سے پورا کر کے اصل مقصد حاصل کرنا نہ صرف شکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔

مشقی تدریس کے دوران متعلم استاد کا سب سے پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ وہ طالبہ کی موجودہ استعداد کا جائزہ لے۔ ان کی ضرورتوں اور دلچسپیوں کا اندازہ کرے۔ پھر ان کو پورا کرنے کے لیے تعلیمی مشغلوں اور بچروں کا پروگرام مرتب کرے یہ طریقہ عمل ہر استاد کے لیے مفید ثابت ہو گا خواہ اسے پہلی جماعت کے بچوں کو لکھنا پڑھنا اور لگنا سمجھانا ہو یا آٹھویں جماعت کے طلبہ کو سماجی علوم سے متعلق "قومی اتحاد کی ضرورت" سبق پڑھانا ہو یا یہ سمجھانا ہو کہ معاشرے میں اشتراک عمل اور بآہی تعاون کو کیوں اہمیت دی جاتی ہے۔ متعلم استاد کو طالب علم کی موجودہ تعلیمی استعداد سے واقعیت ہونے کے بعد یہ بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسے آئینہ کیا سمجھانا اور پڑھانا چاہیے۔ اس طرح پڑھانے کے لیے پروگرام مرتب کرتے وقت طلبہ کے مشوروں پر عمل کرنے سے پروگرام پا منعی اور دلچسپ بن جاتا ہے۔ دراصل درسی کتابوں کا پڑھانا اور پڑھانے ہوئے

اباق کو سُن لینا کوئی ایسا جگہ نہیں سمجھا جاتا جس کے نتھے میں یہ امید کی جاسکے کہ تعلیم کے بنیادی مقاصد حاصل ہو سکیں گے۔ طلبہ کو ذائقے دار شہری بنانے۔ ان کے دل میں حب الوطنی کا شوق پیدا کرنے ان کے اندر نواداعتمادی کا جذبہ پیدا کرنے اور ان میں خود کفیل یعنی کی صلاحیت پیدا کرنے کے لیے مدرسے میں زیادہ سے زیادہ ایسے عملی کام کرانے ہوتے ہیں جو سماجی اعتبار سے واقعی مفید اور نفع بخش ہوں۔ عملی کاموں کے ذریعے سیکھا ہوا علم ہر اعتبار سے مفید اور کار آمد ثابت ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے شخصیت کی صحیح نشوونما اور سیرت کی تغیریں مدد ملتی ہے۔ کتابی تعلم سے تو توں جیسی شخصیت بنتی ہے۔ چنانچہ جدید تعلیمی نظریات کے مطابق نصاب میں زیادہ سے زیادہ عملی کاموں کو شامل کیا جاتا ہے اور عملی کاموں اور بھروسے کے انتخاب میں طلبی کی رائے کو اہمیت دی جاتی ہے۔

مدرسے کا نصاب ان تمام مشغلوں اور بھروسے پر خواہ عملی ہوں یا انظری مشتمل ہوتا ہے جو مدرسے کے اندر یا مدرسے کے باہر استاد کی نگرانی میں طلباء کی شخصیت کی صحیح نشوونما کے لیے کراچے جاتے ہیں۔ اور ان مشغلوں اور بھروسے کا انتخاب طلباء کی دلچسپیوں اور ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ کہا جاتا ہے کہ جو نصاب طلباء کی دلچسپیوں اور ضرورتوں پر مبنی ہوتا ہے اور جس کی تنظیم اور ترتیب میں طلباء کے سابقہ بھروسے اور موجودہ استعداد کا خیال رکھا جاتا ہے وہ ان کے لیے زیادہ یا معنی، دلچسپ اور بامتعصہ ہوتا ہے۔

## تعلیم اور رہنمائی :-

تعلیم پا سیکھنے کی تعریف میں ماہرین نفیّیات کا کہنا ہے کہ عملی کاموں اور بھروسے کے ذریعے تعلم کے کردار میں جو تبدیلی پیدا ہوتی ہے اسی کو تعلم کہتے ہیں۔ اس خفترسی تعریف کی روشنی میں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ مدرسے میں نے نہ کثیر التعداد بھروسے کا انتظام کرنے سے طلبہ کو سیکھنے میں زیادہ دلچسپی اور زیادہ کامیابی ہو جانی چاہیے۔ اور انھیں زیادہ سیکھنے کا موقع ملنا پڑتا ہے۔ تعلم ایک مسلسل اور ترقی پذیر عمل ہے۔ اس لیے تعلیمی بھروسے کاموں کی تنظیم میں یہ خیال رکھنا ہوتا ہے کہ طالب علم نے جو کچھ آج سیکھا ہے اس کا رشتہ ریتے ہوئے کل اور آنے والے کل کی علمی تحصیلات سے جڑا رہنا پڑتا ہے۔ آج کی تحصیلات سے کل کی تعلیمی کوششوں میں مزید دلچسپی پیدا ہوگی اور جو کچھ کل سیکھا تھا اس کی وجہ سے آج سیکھنے میں مدد ملے گی۔ اس طرح سیکھنے کا سلسلہ جاری رہ سکے گا۔ یہ ضرور ہے کہ اس سلسلے کو جاری رکھنے کے لیے استاد کو صحیح طور پر رہنمائی کرتے رہنا پڑتا ہے۔ کہتے ہیں کہ تعلیم ایک سماجی عمل ہے جس کے ذریعے نئی نسل کو

بڑوں کے تندی ورثے سے مالا مال بنا کر یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنی اور اپنے سماج کی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کے قابلِ بن سکے گی۔ استاد کی رہنمائی کو اس لیے بھی ہنایت ضروری سمجھا جاتا ہے کہ دراصل تعلیم نام ہے کسی قوم کی روحانی اور تہذیبی قدر دوں کو اس کی نئی نسل سک اس طرح پہنچانے کا کہ وہ اس کی زندگی کا جزو بن جائیں۔

علم تعلیم میں استاد کے روں کو بھی دیکھا جاتا ہے۔ جب بچہ درجے کے اندر داخل ہوتا ہے اور اس کے اور درجے کے باحول کے درمیان تعامل ہوتا ہے تو وہ پہلے پریشان اور بے چین ہو کر صورتِ حال کے مختلف پہلوؤں پر غمّت اندراز میں غور کرتا ہے۔ کبھی صورتِ حال سے مطابقت پیدا کر کے مطمئن ہونے کی کوشش کرتا ہے اور کبھی عدم مطابقت کی صورت میں بے چین ہو جاتا ہے۔ عام طور سے وہ صورتِ حال کا پسندیدہ اور قسمی خخش طریقے سے مقابلہ کرتا ہے اور بالآخر درجے کے باحول سے مطابقت کر کے اپنے کردار میں تبدیلی لے آتا ہے اس طرح وہ درجے کے کاموں میں شریک رہ کر سیکھنے کی کوشش کرتا ہے یعنی اپنے کردار کو بدلتا ہے۔ کردار کو بدلا یا کردار میں تبدیلی پیدا کرنا ہی سیکھنا کہلاتا ہے۔ آج کے ماہرین تعلیم اس بات پر متفق ہیں کہ استاد کا اصل کام درجے میں سیکھنے کے لیے سازگار باحول پیدا کرنا ہوتا ہے تاکہ طالبِ علم اور باحول کے درمیان تعامل ہوتے ہی وہ اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ سازگار باحول پیدا کرنے میں ایسے مشغلوں کا انتخاب کیا جاتا ہے جو طلبہ کی مقاعد اور دلچسپیوں کے مطابق ہوں اور جن کو پورا کرنے کے بعد ان کے کردار میں تبدیلی نظر آنے لگے۔ اور وہ اپنی کوشش کے نتیجوں سے مطمئن دکھانی دیں۔ بچے کو کسی کام کے کرنے میں اسی وقت اطمینان اور خوشی عاصل ہوتی ہے جب وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ اس کے کرنے سے اس کا مقصد حاصل ہو سکے گا۔

جب کسی بچرے کے اور عملی کام کا مقصد واضح ہوتا ہے اور بچہ اس مقصد کو اپنی طرح سمجھ لیتا ہے تو وہ اس میں خوب دلچسپی لیتا ہے اور اسے پورا کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے یعنی وہ اس بچرے کے ذریعے خوب سیکھتا ہے۔ استاد کا کام مشکل پیش آنے پر مناسب طریقے سے رہنمائی کرنا ہوتا ہے۔ مقصد خواہ کتاب کی مدد سے پڑھنا سکھانا ہو یا لکھنا سکھانا ہو۔ حساب سکھانا ہو یا دوسروں کے ساتھ حل چل کر رہنا اور کام کرنا سکھانا ہو۔ اس طرح یا مقصد کاموں اور بچروں کے ذریعے تدریس سے وہ بھی سیکھنے میں مدد ملتی ہے جو تعلیمی پروگرام کا مقصد ہوتا ہے اور وہ بھی سیکھا جاتا ہے جو صورتِ حال میں بچرے کے ذریعے خود بخود حاصل ہو جاتا ہے۔ استاد کا کام یہ رہتا ہے کہ بچے کو پہلے جو

تجربے ہو چکے ہیں اور ان تجربوں کے ذریعے بچہ پہلے جو کچھ سیکھ چکا ہے اس کی مدد سے نئے تجربے اور نئے کام کرائے جائیں اور سابقہ معلومات کی مدد سے نئی معلومات حاصل کرنے میں مدد دی جائے۔ اس طرح استاد کو یہ اندازہ ہوتا رہتا ہے کہ تعلیم کی ہر منزد اور ہر سطح پر سابقہ معلومات اور نئی معلومات میں کس طرح ربط پیدا کیا جاسکتا ہے۔ طالب علم کی شخصیت میں کتنی اور کس قسم کی نشوونما ہو رہی ہے نیز یہ کہ ماول کی مدد سے بچے کی پوشیدہ صلاحیتوں اور دلچسپیوں کو کس طرح اگر کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح استاد کو ایسے تجربوں اور مشغلوں کے اختاب میں بھی مدد ملتی ہے جو بچے کی موجودہ اور آیندہ زندگی کے لیے دلچسپ اور مفید ثابت ہوتے ہیں۔

تدریس اور تعلم میں اکثر مشوار یا اس لیے بھی بیش آتی ہیں کہ استاد طلبہ کے کردار اور تعلم کے اسیاب کو سمجھنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ تعلیم اور نفسیات کے میدان میں مختلف تحقیقات کے ذریعے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بچے کے کردار اور تعلم کے پہنچنے کا اسیاب ضرور ہوتے ہیں۔ وہ اسیاب بظاہر معنوی ہو سکتے ہیں لیکن ہوتے ہیں بڑے بھی پیدا اور ان کا سمجھنا خاصہ مشکل کام ہوتا ہے۔ استاد کو بچے کے کردار اور تعلم کے اسیاب کو سمجھ کر اس کی رہنمائی کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور ہمہ شہری یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر بچہ متفرد شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔ ہر بچے کی ضرورتیں اور دلچسپیاں دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہے کہ بعض دلچسپیاں اور ضرورتیں سب کی مشترکہ ہوتی ہیں۔ رہنمائی کرتے وقت بچوں کی الفرادی اور مشترک دلچسپیوں اور ضرورتوں کو پہچاننے کی کوشش کی جانی چاہیے اور پھر اسی کے مطابق طریقہ تدریس اور تدریسی سامان کو سوچنا چاہیے۔ چنانچہ متعلم استادوں کے لیے اشد ضروری ہے کہ وہ ان عوامل کو سمجھنے کی زیادہ کوشش کریں جو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ انہیں طلبہ کے سطحی مسئللوں میں الجھنے کے بجائے ان کی ضرورتوں کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور پھر تعلیمی پروگرام اور عملی کاموں کو اس طرح جلانا چاہیے کہ طلبہ کی الفرادی اور مشترک ضرورتیں پوری ہو سکیں۔ ضرورتوں کے پورا کرنے کا اصل مقصد طلبہ کی شخصیت کو ذہنی، جسمانی، اقلاءی، جذباتی اور سماجی اعتبار سے اس طرح فروع دینا ہوتا ہے کہ وہ عمر کے ہر دور میں اپنی بخی اور سماجی زندگی میں دوسروں کے لیے بوجھ بننے کے بجائے دوسروں کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر اٹھانے کا حوصلہ رکھیں اور زندگی کے ہر مسئلے کو آسانی سے حل کر سکیں۔

## تعلیم اور مقاصد کی وضاحت :-

عمل تعلم کو آسان اور کامیاب بنانے کے لیے ضروری ہے

کہ استاد اور شاگرد دونوں کے مقاصد صاف اور واضح ہوں۔ استاد کے ذہن میں اپنے مقاصد بھی واضح ہونے چاہیے اور طلبی کے مقاصد بھی تاکہ وہ مناسب طریقہ کارا فتیار کر سکے۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ اگر متعلم کے ذہن میں تعلیمی عمل کا مقصد واضح ہے تو اسے سمجھنے میں زیادہ دلچسپی ہوگی اور وہ ہر کام دل لگا کر کرے گا۔ ظاہر ہے جس کام میں کسی متعلم کو جب تک زیادہ دلچسپی ہوگی وہ اتنا ہی زیادہ اس کے ذریعے سمجھے گا۔ اسی لئے یہ کہا جاتا ہے کہ کامیاب تدریس کے لیے ضروری ہے کہ عمل تعلم کو با معنی اور با مقصد بنایا جائے۔ اس ضمن میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ متعلم کے لیے ہر وہ کام دلچسپ اور با معنی ہوتا ہے جس کی افادیت وہ اپنی موجودہ زندگی اور آیندہ زندگی کے لیے بخوبی واقعہ ہو جاتا ہے۔ جب طلبہ ایسے کاموں کو انجام دینے میں مصروف ہوتے ہیں جن کی افادیت کو وہ اچھی طرح جانتے ہوں تو ان کا انہماں اور ان کی مصروفیت قابل دید ہوتی ہے اس وقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ استاد اور شاگرد دونوں کا مقصد ایک ہی ہے اور کسی مشترکہ مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

### انفرادی امتیازات اور جدالگانہ طریقہ و تدریس :

ہمارے موجودہ نظام تعلیم میں جماعت بندی کا جو طریقہ رائج ہے اور غریب استاد کو جو تعلیمی سامان اور سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں ان میں تعلم کے لیے صحیح اور موثر طریقہ اختیار کرنے کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی۔ استاد مجبور ہوتا ہے درسی کتابوں کو جیسے تیسے پڑھانے اور یہ کسان نتائج دکھانے پر۔ یہ طریقہ تدریس فضیلتی اور تعلیمی نقطہ نظر سے یقیناً بالکل لیے معنی اور لیے کارثنا بست ہو چکا ہے۔ آزادی ہند کے بعد بنیادی قومی تعلیم کے حامیوں نے مربوط طریقہ تدریس پر زور دیا لیکن اسے کامیابی نصیب نہ ہو سکی۔ طفل مرکوز طریقہ تدریس کو ہر صورتِ حال میں ہر ایک استاد مفید اور کار آمد طریقہ پر استعمال نہیں کر سکتا ہے۔ طلبہ کی طرح استادوں میں بھی انفرادی امتیازات ہوتے ہیں۔ چنانچہ استاد کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی قابلیت اور شخصی صلاحیتوں کے مطابق درجے کے اندر سمجھنے کے لیے سازگار ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ طلبہ کے انفرادی امتیازات کو جان کر ان کی سمجھنے میں حسب ضرورت رہنمائی کرے۔ اور اگر ہو سکے تو جماعت کے زیادہ مکرور طلباء کو مدرسے کے اوقات کے بعد کچھ وقت دے کر علاحدہ سے ان کی مکرزوں کو دور کرنے میں ان کی رہنمائی کرتا رہے۔

(ساتواں باب)

## پلانگ (تدریس کی تیاری)

ہر صحیح دارالانسان یہ چاہتا ہے کہ جو کام شروع کیا جائے اسے اپنی طرح کیا جائے۔ جو کام کیا جائے اُسے خوب سوچ کچھ کر، خوش اسلوبی اور تن دہی کے ساتھ کیا جائے۔ وہ کام شروع کرنے سے پہلے اس کے انفرادی اور اجتماعی، یا ذاتی اور سماجی مقاصد، اپنے وسائل اور ذرائع، متوقع امداد اور اعانت، طریقہ کار اور مدت کا رپر غور کر لیتا ہے۔ اس کے بعد جو لوگ بغیر سوچے کچھے اور بغیر کسی تیاری کے کام شروع کر دیتے ہیں وہ سدا ناکام اور ناشادر ہوتے ہیں۔ انھیں زندگی کی دوڑ میں قدم قدم پر مشکلوں اور پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ وہ خود بھی تکلیف اٹھاتے ہیں اور دوسروں کے لیے بھی تکلیف کا باعث بننے ہیں۔

جس طرح کسی بھی مہذب معاشرے میں سماجی تحفظ، معاشی فارغ الالی، اجتماعی خوش حالی، جمہور کی فلاں و بیبود اور صفت و حرفت میں عام ترقی کے لیے پلانگ یا منصوبہ بندی کو ضروری اور ناگزیر سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح تعلیم میں بھی تدریس اور تعلم (TEACHING AND LEARNING) کی کامیابی کے لیے پلانگ پر زور دیا جاتا ہے۔ مناسب پلانگ کی وجہ سے تدریس اور تعلم میں کامیابی حاصل ہونے سے خداستاد اور مرد سے کی عزت اور شہرت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ استاد کو خواہ وہ کسی بھی عمر کے طلبہ اور طالبات کی تعلیم کا ذائقہ دار کیوں نہ ہو درجے میں جانے سے پہلے کم از کم یہ ضرور سوچ لینا چاہیے کہ مجوزہ سبق پڑھانے سے طلبہ کو کیا حاصل ہوگا (۲) سبق کو کامیاب بنانے کے لیے طلبہ سے کیا کیا کراتا ہوگا اور ان کاموں میں طلبہ کو کس طرح دلچسپی پیدا کرائی جائے گی۔ یا یہ سوچنا چاہیے کہ تدریس کے ذریعے طلبہ کو کس قسم کا انسان بنانا ہے۔ اس کے طلبہ کی موجودہ تعلیمی استعداد اور اغلaci معیار کیا ہے۔ وہ طلبہ کے کردار میں ذہنی، جسمانی اور جذبائی اعتبار سے پسندیدہ تبدیلیاں کس طرح لاسکتا ہے؟ اس کام میں کس قسم کی دستوریاں اور مشکلات پیش آسکی ہیں اور وہ ان پر کس طرح قابو پاسکتا ہے۔ اسیاق کی تیاری کے متعلق اس بات پر غاص طور سے زور دیا جاتا ہے کہ سبق کے مقاصد بالکل صاف اور واضح طور پر لکھے جانے چاہئیں۔ ان کو حاصل کرنے کے لیے جو طریقہ استعمال کرنا ہو وہ بیان کر دیا جائے اور آخر میں یہ دیکھ دیا جائے کہ مقاصد کس حد تک حاصل ہو سکتے ہیں۔ سبق کے اشارے ہر استاد اپنی مرضی

اور سمجھ کے مطابق تیار کر سکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ تمام اساتذہ ایک ہی طرح اس باق کی تیاری کریں۔

در اصل تدریس کوئی کھیل نہیں۔ کوئی جادو نہیں کہ ذرا مخوب کر لگائی یا پھونک ماری مقصد حاصل کر لیا۔

تدریس درجے میں جا کر صرف مقررہ معنا میں پڑھانے تک محدود نہیں رہتی بلکہ یہ تو مدرسے کے ہر کام میں خواہ وہ درجے کے اندر ہو یا درجے سے باہر بشر طیکہ استاد کی نگرانی میں ہو جاری رہتی ہے اور استاد ہے کہ اس پر صرف معنا میں پڑھانے کی ذائقے داری نہیں ہوتی بلکہ اسے مدرسے کے مختلف نعمابی مشغلوں کی ذائقے داری قبول کرنی ہوتی ہے اس لیے اسے اپنے ہر کام میں پلاننگ کی ضرورت ہوتی ہے اور پلاننگ کے بغیر وہ فرائض منصبی ادا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

متاسب اور معقول پلاننگ میں سب سے پہلے تدریس اور تعلم کے عام مقاصد اور علمی تحریکوں کی وضاحت کرنی ہوتی ہے اور پھر کام کے اعتبار سے کام کا تعین کرنا ہوتا ہے۔ پھر استاد اور طالب علم دونوں کی گوششوں کو پرکھا جاتا ہے۔ پلاننگ میں تسلسل کا خال رکھا جاتا ہے اور یہ گھاٹش کی جائی ہے کہ اگر کسی صورت حال میں کسی قسم کی تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہ تبدیلی کی جاسکے گی۔

پلاننگ کا کام بظاہر بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن اب یہ آنا مشکل نہیں رہا جتنا مشکل اسے بنادیا گیا تھا یا مشکل سمجھا جاتا تھا۔ اپنچھے استاد ذاتی مطالعے، مشاہدے اور مسلسل تحریکوں۔ روزانہ کی مشق اور مختلف قسم کے کاموں کو کرتے رہنے کی وجہ سے اپنے طلبہ کو آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔ وہ مختلف مشغلوں اور کاموں کا پلان اپنی ضرورت کے مطابق آسانی سے بنایتے ہیں۔ وہ طلبہ کی ضرورتوں کو سمجھ کر ان کو پورا کرنے کی گوشش کرتے ہیں۔ وہ طلبہ کا تعاون حاصل کر کے داخلی ڈسپلن قائم کر لیتے ہیں وہ کام ختم کر لینے کے بعد اس کی کامیابی اور ناکامی کو جاننے کے لیے تعیین قدر کر لیتے ہیں۔ وہ ایک کامیابی سے دوسری کامیابی حاصل کرتے ہیں اور ناکامی کو اس کے اسباب جان کر آئیندہ کی کامیابی کا پیش خیہ بنایتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ انھیں پیشہ و راستہ تعلیم کے دوران مشقی تدریس کے ذریعے پلاننگ کا عملی تجربہ ضرور کرایا جاتا ہے اور انھیں نظری تعلیم کے ذریعے پلاننگ کا مفہوم، اس کے بنیادی اصول اور اس کی مختلف قسموں سے آنا واقعہ کرایا جاتا ہے کہ وہ استاد بننے کے بعد اپنی ضرورت اور علاالت کے مطابق اپنے ہر کام کی پلاننگ کر سکیں۔

تدریس و تعلم سے متعلق پلاننگ میں قابل غور بات یہ ہے کہ استاد کی پلاننگ صرف اس کے لیے نہیں بلکہ طلبہ کے لیے بھی ہوتی ہے۔ پلاننگ کے مقاصد صرف استاد کے نہیں بلکہ اس کی جماعت کے ہر فرد کے ہوتے ہیں۔ مقاصد کے حصوں کے لیے صرف استاد کی نہیں بلکہ جماعت کے ہر فرد کی گوشش درکار

ہوتی ہے۔ اس لیے تعلیمی پلانگ بڑی اہم اور نازک سمجھی جاتی ہے اور اُسے استاد اور شاگرد دونوں مل کر کرتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہ سمجھا جائے کہ استاد کی ذائقے داری کچھ کم ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ پلانگ استاد کی نیزگانی میں نہایت سنجیدگی اور سوچھ بوجھ کے ساتھ کی جانی چاہیے اور حسن تدبیر کے ساتھ استاد اور طلبہ کے مقاصد میں ہم آہنگ پیدا کرنا چاہیے۔ مسلسلہ امر ہے کہ طلبہ کی نشوونگامیں صرف وہی کام اور وہی مشغله مفید اور بار آور ثابت ہوتے ہیں جن کے انتخاب اور تنظیم میں طلبہ کی دلچسپیوں، ضرورتوں اور مصالحیتوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ طلبہ کی دلچسپی ان ہی مشکلوں اور کاموں میں باقی رہتی ہے جو ان کے مشورے سے منتخب کیے جاتے ہیں۔ بلاشبہ مختلف معنائیں اور تعلیمی تجربوں کے لیے مختلف قسم کی پلانگ ہوتی ہے لیکن کوئی پلانگ اس وقت تک کا پیاں نہیں ہوتی جب تک اس میں طلبہ کی دلچسپیوں، ضرورتوں اور مصالحیتوں کو مرکزی حیثیت نہیں دی جاتی۔

## پلانگ کے فائدے :-

پلانگ کے ذریعے ہر کام میں باقاعدگی پیدا ہو جاتی ہے اور کم وقت میں زیادہ بہتر نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ تعلیمی پلانگ سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ یہ ہیں ।

(۱) پلانگ کے ذریعے مقاصد کی وصاحت ہو جاتی ہے اور مقاصد کے مطابق طریقہ تعلیم اختیار کرنے میں مدد ملتی ہے۔

(۲) پلانگ کے ذریعے استادوں بالخصوص نئے اور ناجرب کار استادوں کو پڑھانے میں اعتماد حاصل ہوتا ہے۔

(۳) پلانگ میں مشکلوں اور دشواریوں کو حل کرنے کے لیے جو تابیر اختیار کی جاتی ہیں وہ فوری اور وقتی تدبیر کے مقابلے میں زیادہ سودمند اور موثر ثابت ہوتی ہیں۔

(۴) پلانگ میں امکانی مشکلات اور دشواریوں کا قبل از وقت اندازہ کر لینے سے انھیں دور کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے اور پلانگ کو دیکھ کر نگران استاد کو رہنمائی کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

(۵) پلانگ کی وجہ سے استادوں میں خود اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے اور سابقہ تجربات اور کامیابیوں کی بنابریان میں زیادہ بہتر طریقے سے پلانگ کرنے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کی مصالحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

- (۶) پلاننگ کی وجہ سے طلبہ میں ڈسپلن پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے کاموں کو بالترتیب اور باقاعدہ کرتے کے عادی ہو جاتے ہیں۔
- (۷) پلاننگ کی وجہ سے ضروری امدادی سامان کی فراہمی اور اس کے استعمال میں آسانی ہو جاتی ہے اور مدرس و تعلم کا کام بہتر طریقے سے ہو لے لگتا ہے۔
- (۸) پلاننگ کی وجہ سے طلبہ کی سابقہ معلومات سے فائدہ اٹھا کر نئی معلومات فراہم کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔
- (۹) پلاننگ کی وجہ سے استاد کو طلبہ کی انفرادی دلچسپیوں اور ضرورتوں کو پورا کرنے اور ان کی صحیح رہنمائی کرنے میں مدد ملتی ہے۔
- (۱۰) پلاننگ کی وجہ سے استادوں میں مطالعے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اچھا استاد بننے کے لیے مطالعے کا شوق ہونا اشد ضروری ہے۔

**تعلیمی پلان :** - تعلیمی پلان تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو تعلیمی سال کے شروع میں پورے سال کا یا کچھ کم مدت کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ دوسرا وہ جو ایک سہ ماہی یا اس سے بھی کم مدت کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور اُسے عام طور سے یونٹ کے نام سے پیکارا جاتا ہے تیسرا پلان وہ ہے جو روزانہ کے تعلیمی بھروسے اور مشغلوں کے لیے روزانہ تیار کیا جاتا ہے اسے روزانہ اسیاق کے اشارات بھی کہتے ہیں۔ ان تینوں قسم کے پلان کی تیاری میں طلبہ کی انفرادی اور اجتماعی دلچسپیوں، صلاحیتوں، ہمارتوں اور عادتوں کی نشوونما پر خاص توجہ دی جاتی ہے ان کے سامنے درسیات اور کتابیں نہیں بلکہ طالب علم ہوتا ہے۔ کتابوں کو نظر انداز نہیں کیا جاتا بلکہ انہیں بطور امدادی سامان استعمال کیا جاتا ہے۔ پلان کی تیاری کے وقت خاص طور سے یہ خیال رکھا جاتا ہے کہ کس جماعت کے لیے کس قسم کے کاموں اور تعلیمی بھروسے کو اہمیت دی جائے اور ان کاموں اور بھروسے کے ذریعے طلبہ کو مقررہ مدت میں زیادہ سے زیادہ سکھایا جائے۔

هر قسم کے پلان کی تیاری کے وقت عام طور سے یہ اختیا طرکھی جاتی ہے کہ :-

(۱) پلان کی تیاری میں صرف ان استادوں کو شرکی رہنا چاہیے جو اس کو عملی جامہ پہنائے کے ذمہ دار ہوں۔

(۲) پلان کو مقاصد، تعلیمی بھروسے اور طریقہ کار میں ہر اعتبار سے مکمل، واضح اور مفہومی ہوتا چاہیے۔

(۳) نیا پلان سابقہ پلان سے مر پوٹ ہو اور اُسے سابقہ پلان کی روشنی میں تیار کیا جائے تاکہ تعلیمی تسلیل باقی رہ سکے۔

(۴) پلان میں مقاصد اور مواد تعلیم کی وضاحت کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح ہونا چاہئے کہ مواد تعلیم کا کتنا حصہ کام یا کس تجربے کے ذریعے پورا کرا رایا جائے گا اور اس سلسلے میں کس قسم کے امدادی سامان کی ضرورت ہوگی۔

(۵) پلان کی تیاری میں طلبہ کی انفرادی دلچسپیوں، قوتوں، تعلیمی ذرائع اور وسائل کا ضرور خیال رکھا جائے۔

(۶) پلان میں تدریس و تعلم متعلق تعینِ قدر کے طریقوں کی بھی وضاحت ہونی چاہئے۔ نئے پلان کو سابقہ پلان سے مربوط کرتے ہوئے یہ بھی بتا دینا چاہئے کہ آئندہ کیا کیا جائے گا۔ پلان کے ایک حصہ کا دوسرے حصہ سے مربوط ہونا بھی ضروری ہے۔ جو کام کیا جائے اس میں تسلسل ہے اور کوشش کی جائے کہ کسی جگہ بے لطی اور یہ تعلق نہ رکھائی دے سکے۔ پلان تیار کرنے کے لیے سب سے پہلے ان مقاصد کا تعین کیا جاتا ہے جنہیں حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ حالانکہ ہر استاد کو اپنے طلبہ کے مشورے سے تعلیمی مقاصد کا تعین کرنا ہوتا ہے لیکن ضروری ہے کہ ان عام مقاصد تعلیم کو کسی صورت نظر انداز نہ کیا جائے جو عام طور سے دنیا بھر میں پسند کیے جاتے ہیں:-

پلان بناتے وقت خواہ وہ پُورے سال کے لیے ہو یا ایک دن کے لیے یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اس کے مطابق کام کرنے میں تعلیم کے عام مقاصد میں سے کسی نہ کسی ایک مقصد کو پورا کرنے میں ضرور مدد ملتی رہے۔ اس کے علاوہ علم حاصل کرنے اور سمجھنے کے لیے جن بنیادی مہارتؤں کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی پیدا ہوتی رہیں۔ پلان بناتے وقت خاص طور سے یہ خیال رکھنا ہوتا ہے کہ مذکورہ عام مقاصد تعلیم کا دائرہ خاصہ بڑا ہے اس لیے استادوں کو ان مخصوص مہارتؤں، عادتوں اور رویوں کی فہرست مرتب کر لینی چاہیے جن کی مدد سے انہیں حاصل کرنے میں زیادہ کامیابی ہو سکے۔ اور پھر ان مخصوص مہارتؤں، عادتوں اور رویوں کے استعمال کے موقع فراہم کیے جائیں۔

**سالانہ یا شش ماہی پلان:-** سالانہ یا شش ماہی پلان عام طور سے مدرسے کے تمام اسائدہ کے مشورے سے تیار کیا جاتا ہے اور اس میں پورے سال کے کاموں اور تعلیمی تجربوں کی تفصیل درج ہوتی ہے۔ اس میں تعلیم کے عام اور غاص مقاصد کی روشنی میں یہ واضح کیا جاتا ہے کہ درسیات کا کتنا حصہ کیوں اور کس طرح پڑھایا جائے گا۔ اس میں ان جملہ کاموں کو شامل کیا جاتا ہے جن کے ذریعے مجوزہ اسماق اور درسیات کا حصہ پورا کرا رایا جاتا ہے۔ اس پلان میں مختلف معنای میں کے مقاصد

کو تعلیم کے عام مقاصد سے مربوط کر کے لکھا جاتا ہے اور واضح کیا جاتا ہے کہ کس مضمون کے پڑھانے سے تعلیم کے عام مقاصد کو حاصل کرنے میں کس حد تک مدد ملے گی۔ دراصل یہ پلان مدرسے کے تمام اساتذہ کے لیے ایک قسم کا رہنمایا ہدایت نامہ ہوتا ہے جس کی روشنی میں اور جس کی مدد سے جملہ معنایں کی اس طرح تعلیم دی جاتی ہے کہ مدرسے کی عمارت، تعلیمی سامان اور دیگر مشاغل کا زیادہ سے زیادہ بار اور طریقے پر استعمال کیا جائے۔ اور مدرسے کا ہر کام تعلیمی کام بن جائے۔ اس پلان کی تیاری میں مدرسے کے نزدیک اور حلقة کے تعلیمی سپرواٹر کو بھی شریک رہنا چاہیے اور جب متعلم استادوں کو اس پلان کے بنانے کی مشق کرنا ہو تو نگران استاد کو بتاتا چاہیے کہ ۔۔۔

- (۱) مشقی اسکول میں جا کر اساتذہ سے معلوم کیا جائے کہ اب تک کیا کچھ کرا رایا جا چکا ہے۔
- (۲) اسباق کی ترتیب اور تیاری میں عام اور خاص مقاصد کے درمیان کس طرح ربط قائم کیا جاتا ہے۔
- (۳) پلان میں درسیات کا جتنا حصہ شامل کیا جائے اور اس کے ذریعے جو مہارتیں اور عادتیں پیدا کرانی ہوں ان کو اپنے اندر اپنی طرح پیدا کر لیا جائے اور درسیات پر پورے طور سے غبور حاصل کر لیا جائے۔ یعنی جو سکھانا ہوا سے پہلے خود اپنی طرح سیکھ لیا جائے۔
- (۴) پلان میں جس امدادی سامان کی ضرورت ہوا سے کس موقع پر اور کس طرح استعمال کیا جاتا ہے اور کس طرح حاصل کیا جاتا ہے۔
- (۵) سمجھا جانے کے سیکھنے کے لیے طلبہ کو کس طرح آمادہ کیا جاتا ہے۔ جب تک طلبہ کو سیکھنے کے لیے پورے طور پر آمادہ نہیں کیا جاتا وہ سیکھنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں۔
- (۶) مدرسے کے کتب خانے میں جو مفید اور ضروری کتابیں موجود ہوں ان کو پہلے سے دیکھ کر جملہ کر لیا جائے اور ان کے مطالعے کے ذریعے مواد تعلیم تیار کیا جائے۔
- (۷) ہر استاد کا طریقہ تدریس یا طریقہ تعلیم علاحدہ ہوتا ہے ضروری نہیں کہ تمام متعلم استاد کسی ایک طریقے سے پڑھانے کی کوشش کریں۔
- (۸) ہر طالب علم کے سیکھنے کی رفتار علاحدہ ہوتی ہے۔ ضروری نہیں کہ سب ایک ہی طریقے سے یکساں رفقاً کے ساتھ سیکھ سکیں۔
- (۹) پورے سال یا ایک شش ماہی کے لیے جو پلان بتا ہے اس میں ان تمام متعلم استادوں کو شرکت کرنی چاہیے جو کسی ایک ہی مدرسے کے لیے مشقی تدریس کی تیاری کرتے ہیں۔
- (۱۰) تیار شدہ پلان کی ایک ایک کاپی تمام متعلم استادوں کو اپنے پاس رکھنی چاہیے اور ہو سکے تو ایک

کاپی نوٹس بورڈ پر بھی چھپا کر دی جائے۔

**مختصر مدت کا پلان یا یونٹ پلان :-** یونٹ پلان دراصل جدید نظریہ تعلیم کی دین ہے، اس میں مصنایں کو برائے مصنایں پڑھانے کی خلافت کی جاتی ہے۔ اس کا نصب العین طالب علم کی شخصیت کی ہمہ جہت نشوونگا ہوتا ہے۔ یہاں زیادہ توجہ اس بات پر دی جاتی ہے کہ تحصیل علم کی کوشش کسی واضح اور متعین مقصد کے تحت ہونی چاہیے۔ جو علم حاصل کیا جائے اس پر عمل کیا جاسکے۔ علم بغیر عمل کے بالکل بے کار اور بے سود بلکہ ایک قسم کا عذاب کجھا جاتا ہے۔ اس لیے یونٹ پلاننگ میں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ دلچسپ اور برومند مشاغل کے ذریعے طلبہ میں پسندیدہ عادتیں، کردار اور مہارتیں پیدا کرانی جائیں اور درسیات کے جملہ مصنایں کا ایک دوسرے سے اور سماجی اعتبار سے کارآمد مشاغل کے ساتھ ایسا فطری اور قریبی تعلق پیدا کیا جائے کہ ان کے مطابعے اور تعلم سے طالب علم کو اپنی شخصیت کو فروغ دینے میں مدد مل سکے۔

**یونٹ کا مفہوم :-** بونگ نے یونٹ پلان کو اس طرح کجھا یا ہے:-

”یونٹ پلان اُن بامقصدا اور سماجی اعتبار سے برومند کاموں کی مفصل تشریح ہوتا ہے جن کے ذریعے طلبہ کو مقاصد عاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ سماجی کاموں اور تعلیمی تجربوں کے ذریعے طلبہ کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور انھیں پسندیدہ کردار اور عادتیں نیز مہارتیں حاصل کرنے کا مناسب موقع ملتا ہے۔“

یونٹ پلان میں ایسے کام شامل کیے جاتے ہیں جو طلبہ کے لیے دلچسپ ہوں اور ان کے کردار کو بنانے اور سنوارنے میں مددگار ثابت ہو سکیں۔ مقررہ مدت کے لیے جن کاموں کا انتخاب کیا جاتا ہے، ان میں باہمی ربط اور تسلسل باقی رکھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ جو مواد تعلیم پڑھایا جاتا ہے وہ کسی نہ کسی تجربے یا مشغله سے مربوط کر کے پڑھایا جاتا ہے۔ تعلیم میں یونٹ پلان کی تین قسمیں بنائی گئی ہیں۔ ایک وہ جس میں مصنایں کی بعداً گاہنہ تعلیم کو مرکزی حیثیت دی جاتی ہے یعنی مصنایں مرکوز یونٹ۔ جدید نظریہ

تدریس و تعلم میں اس قسم کی یونٹ پلانگ کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ دوسری قسم کی یونٹ وسائل مرکوز یونٹ (ریسورس یونٹ) کہلاتی ہے۔ اس کا میدان عمل بہت وسیع ہوتا ہے۔ یہ کسی خاص مدت، جماعت یا مدرسے کے لیے تیار نہیں کی جاتی بلکہ ایسے مشاغل، مونو گروپ، مونو گروپ، اور وسائل کی بنیاد پر تیار کی جاتی ہے جو موقع کے اعتبار سے ہر جگہ مفید ثابت ہو سکے۔ یونٹ کی تیسرا قسم کا نام تجربات مركوز یونٹ یعنی (TEACHING UNIT) ہے اسی کو تدریسی یونٹ (EXPERIENCE UNIT) بھی کہا جاتا ہے۔

یہ یونٹ استاد جماعت کے تعاون سے مقررہ بت اور جماعت کے لیے تیار کی جاتی ہے۔ اس کی اصل خوبی یہ ہوتی ہے کہ طالب علم کے تجربوں کو جن کا تعلق برآ راست زندگی سے ہوتا ہے۔ خاص اہمیت دی جائے اور ان کاموں اور تجربوں کے ذریعے طلبہ کی انفرادی اور اجتماعی ضرورتوں، دلچسپیوں اور مقاصد کو پورا کیا جائے۔ مختصر یہ کہ یہاں "کام کے ذریعے تعلیم" کے اصول کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اور اس کی وجہ سے تدریس اور تعلم کے عمل میں دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس پلان کو بناتے وقت مندرجہ ذیل باتوں کا خاص طور سے خیال رکھنا ضروری ہے:-

۱۔ تعلیمی مشغلوں اور تجربوں کے انتخاب میں طلباء کی انفرادی اور اجتماعی دلچسپیوں ضرورتوں اور صلاحیتوں کا خیال رکھا جائے۔ نیز یہ کہ تجربات اور تفویضات کی تکمیل میں طلبہ کی بروقت مناسب ہنمانی کی گنجائش رکھی جائے۔

۲۔ تعلیمی مشغلوں، تجربوں اور مواد تعلیم کے انتخاب میں طلبہ کو ضرور شریک کیا جائے اور یاد رکھا جائے کہ صحیح طور پر سکھنے کے لیے ضروری ہے کہ سکھنے والا اپنی کوشش کے مقصد اور نتیجے کو سمجھتا ہو۔

۳۔ یونٹ پلان میں جو مشغله شامل گیے جائیں ان کی خوب و مناحت کر دی جائے مثلًا۔

۱۔ طلبہ کی صلاحیتوں، دلچسپیوں اور قوتوں کے اعتبار سے جو تحریری کام بالتفویض دی جائے اسے اس طرح پورا کرایا جائے کہ طالب علم میں زیادہ سے زیادہ خود سکھنے کا شوق پیدا ہو۔

ب۔ مسائل کو کسی ترتیب اور ضرورت کے تحت شامل کیا جائے اور ان کی کسی قدر آشنازی ضرور کر دی جائے۔

ج۔ تختہ سیاہ کے استعمال کی وضاحت کر دی جائے۔

د۔ کام پورے ہونے کے بعد ان کی رپورٹ تیار کرائی جائے اور پھر اس رپورٹ کو گردب پانیزہ کے ذریعے پوری جماعت کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ اس پر تبصرہ کیا جاسکے۔

ذ۔ کتب خانہ میں ضروری کتابوں کی فہرست مرتب کر کے رکھ دی جائے۔

ر۔ مختلف مسئللوں پر غور و خوض کرتے وقت رہنمائی کے لیے ماہرین کا انتخاب کر کے ان کے ناموں کی فہرست مرتب کر لی جائے۔

ز۔ مدرسے کی تجربے گاہ اور مدرسے سے باہر سماج میں کراچے جانے والے تجویز اور مشاہدوں کی فہرست مرتب کر لی جائے۔

س۔ توضیحی اور امدادی سامان مثلاً مزدروی تصاویر اور ماذل اور نقشے وغیرہ تیار کر لیے جائیں۔

(۳) درجے کے اندر سیکھنے کے لیے سازگار ماحول پیدا کرنے اور طلبہ کو آزادی کے ساتھ کام کرنے کے طریقے سوچ لیے جائیں۔

(۴) استادوں کو اپنے متعلق مفتانا میں کی اچھی طرح تیاری کر لینی چاہیے۔

(۵) اندازہ قدر کے لیے مناسب سوال نامے تیار کر لیے جائیں۔

(۶) طلبہ مدرسے کے باہر گھر یا سماج میں اپنے والدین کی نگرانی میں جو کام کرتے ہیں ان کی قدر کی جائے اور انہیں مدرسے کے دیگر کاموں کی طرح ذریعہ تعلیم بنایا جائے۔

**یومیہ پلان یا یومیہ اس باقی کے اشارے:-** تعلیم کو عمل مسلسل اور سعی پیغم مانا جاتا ہے اس لیے پلاننگ اور اس باقی کے اشارے تیار کرنے میں تسلسل باقی رکھنا ہوتا ہے۔ یونٹ پلان کے بعد استاد کو اپنے روزانہ کے کاموں کے متعلق سوچنا اور ان کے لیے مناسب تیاری کرنی ہوتی ہے۔ یوں تو اس ائمہ زادہ عام طور سے تیاری کے حق میں بات کرتے ہیں لیکن وہ اس رسمی اور روایتی تیاری کے سخت خلاف ہیں جو ہر برارت طریقہ تعلیم (۱۸۳۲ تا ۱۸۸۶) کے تحت سکھائی جاتی ہے۔ اس طریقہ تعلیم کے مطابق ہر سبق کے لیے ایک نئی تہمیید سے کام لے کر بے معنی طور پر متن سبق پڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اعادہ اور رجایخ میں صرف حافظہ کی جائیج کی جاتی ہے۔ اس طریقہ تعلیم میں نفس مغمون کو پڑھانے پر زور درجا جاتا ہے۔ طلبہ کو خود سے سوچنے اور سمجھ کر کام کرنے یا ان کی انفرادیت کے پیش نظر رہنمائی کرنے سے قطعاً محروم رکھا جاتا ہے۔ اس طریقہ تعلیم کے مطابق اشارے تیار کرنے میں استادوں کو اسکوں کے بعد بہت زیادہ وقت لگانا پڑتا ہے۔ ہم یہاں اس طریقہ تعلیم پر تنقید کرنا نہیں چاہتے ہیں تو صرف یہ بتانا ہے کہ روزانہ کے کاموں کی تیاری یونٹ پلان کی روشنی میں کرنی چاہیے اور اس تیاری کو بالائی پلان اور یونٹ پلان کا ایک نفسیاتی اور منطقی جزو بنایا جائے یعنی یومیہ کاموں کے اشارے (پلان) پہلے دونوں پلان کا حصہ معلوم ہوں اور استاد کو یہ اندازہ ہوتا رہے کہ کام کی رفتار

کسی ہے۔ مقررہ مدت میں کتنا کام ہو چکا ہے اور کتنا باقی ہے۔ یومیہ پلاننگ دراصل منزلِ مقصود ہمک پہنچنے میں مشغول راہ کا کام دیتی ہے۔

ہم بتا چکے ہیں کہ تدریس اور علم کی کامیابی کے لیے پلاننگ ضروری ہے۔ اس لیے متعلم استادوں کو یومیہ پلاننگ کی خاص طور سے مشغول کرائی جائے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل باتیں خاص طور سے محتاج توجہ رہتی ہیں:-

۱۔ یومیہ اسباق کے مقاصد کا تعین اور انتخاب مدرسے کے سالانہ پلان اور یونٹ پلان کے مقاصد کی روشنی میں کیا جائے۔ پڑھائے جانے والے مواد تعلیم۔ سکھائی جانے والی مہارتوں اور اقدار کا تعین کر دیا جائے۔

۲۔ مقاصد کا تعین اس طرح کیا جائے کہ طلبہ کے مقاصد طلبہ کے لیے واضح ہوں اور استاد کے مقاصد استاد کے لیے مددگار ثابت ہو سکیں۔

۳۔ تعلیمی مشکلوں اور تجربوں کا انتخاب اور تعین مقررہ مقاصد کی روشنی میں کیا جائے۔

۴۔ تعلیم و تربیت کے کاموں میں توازن باقی رکھنے کے لیے نظری اور عملی کاموں کے درمیان وقت کی صحیح تقسیم کی جائے اور کوشش کی جائے کہ جس کام کے لیے جتنا وقت مقرر کیا گیا ہے وہ اُسی وقت کے اندر رپورٹ ہو سکے۔

۵۔ مواد تعلیم سے متعلق جیس قدر تو صنیعی اور امدادی سامان در کار ہو اس کی وضاحت کر دی جائے اور اس کے طریقہ استعمال کی بھی مناسب تشریح کر دی جائے۔

۶۔ مواد تعلیم سے متعلق مسئللوں اور مشکلوں کی وضاحت کے علاوہ ان کو حل کرنے کا طریقہ بھی بیان کر دیا جائے۔

۷۔ تو صنیعات و تحریری اور عملی کام کے سلسلے میں یہ ضرور واضح کر دیا جائے کہ مجوزہ مقاصد کے حصول کی خاطر کون سا کام کس طرح اور کتنا کرایا جائے گا۔

۸۔ مواد تعلیم کو بھانے کے لیے جو طریقہ تعلیم استعمال کیا جائے اس کو مختصرًا واضح کر دیا جائے۔ دراصل یومیہ پلاننگ میں یونٹ پلان کے مقاصد کو حاصل کرنے کی تدشیح کوشش کی جاتی ہے۔ اور اس کے ذریعے استاد کو اپنی روزانہ کی کوششوں اور کامیابیوں نیز ناکامیابیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے طلبہ میں خود سے سروچ بکھر کر کام کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ یومیہ پلاننگ کی باقاعدگی کے سبب ایک کامیابی دوسری کامیابی کا پیش خیہ بن جاتی ہے۔ اور استاد

کو طلب کی مشکلوں اور دشواریوں کو اس طرح حل کرنے کا موقع مل جاتا ہے کہ وہ کام کے دوران کسی طرح مالیوں اور بدل نہ ہوں۔ پہلے دونوں پلانوں کی طرح یومیہ پلان میں بھی حسبِ ضرورت تبدیلی کی لگنایش رکھی جاتی ہے۔

یہ کہنا بجا ہے کہ پلاننگ مقاصد، وسائل اور ذرائع نیز حالات کی روشنی میں کی جاتی ہے اور یہ سوچ کمکجھ کر کی جاتی ہے کہ اس کے مطابق کام کرتے وقت موقع اور ضرورت کے لحاظ سے اس میں تبدیلی کی جاسکے گی لیکن اچھا پلان وہی ہوتا ہے جس کو عملی جامہ پہنا تے وقت کم سے کم بدلانا پڑے۔ ہمیں اس باق کی پلاننگ کرتے وقت یہ نہیں بخونا چاہیے کہ طلبیہ کی طرح اسلامہ بھی مختلف صلاحیتوں، دلچسپیوں اور قوتوں کے حامل ہوتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ آپ کا تیار کردہ پلان آپ کے دوسرے رفقار کا رکھی کام آسکے اس میں شک نہیں کہ تدریسی اور جماعتی مقاصد تو ہر جماعت اور ہر استاد کے لیے یکساں ہو سکے ہیں لیکن ان کو حاصل کرنے کے طریقے یکساں نہیں ہو سکتے۔ ہر استاد کا طریقہ کار دوسروں سے مختلف اور جدا گانہ ہو سکتا ہے۔

یومیہ پلاننگ کے لیے متعلم استاد کو ہدایت دو اندیشی اور سوچہ بوجھ سے کام لینا ہوتا ہے اگر پلاننگ صحیح وقت پر اور صحیح طریقے سے کرنی جائے تو ٹڑھانے میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔ اس کی مرد سے استاد کو طلبہ کے انفرادی اور جماعتی مشکلوں کو سمجھ گران کی دلچسپیوں اور صلاحیتوں کے مطابق حل کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ جب کوئی استاد پوری تیاری کے ساتھ درجے میں جا کر ٹڑھانا شروع کرتا ہے تو وہ اپنے اندر اعتماد غموس کرتا ہے اور اسے طلبہ کی دلچسپیوں کے مطابق تعلیمی کام کرانے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ پلاننگ میں استاد کو سب سے پہلے مواد تعلیم کا انتخاب کر کے خود اس کا گھرا مطالعہ کرنا ہوتا ہے اس کے بعد طلبہ کی موجودہ استعداد اور دلچسپیوں نیز ضرورتوں کے مطابق مقاصد کا تعین کیا جاتا ہے۔ پھر یہ سوچنا ہوتا ہے کہ جماعت کے پورے طلبہ کو سبق میں کس طرح دلچسپی لائی جائے گی۔ اس کے بعد تن سبق کو پیش کر کے بالترتیب سمجھایا جائے گا اور استاد اور شاگرد دونوں مل کر سبق متعلق مشکلات کو حل کریں گے کبھی زبانی اور کبھی امدادی سامان کی مرد سے بعد میں گھر پر کرنے کے لیے کچھ کام دیا جائے گا اور استاد اپنے کام کا خود حسابہ کرے گا۔

پلاننگ کسی ایک طریقے یا شکل میں نہیں کی جاتی۔ ہم نے اس کی کئی شکلیں (FORM) دیکھی ہیں۔ ہم اپنے متعلم استادوں کی رہنمائی کے لیے دو تین نو نے پیش کر رہے ہیں۔ جس کو جو نو نہ پسند ہو وہ اسے اپنالے اور ہاں میں ممکن ہے کہ نکرائیں اس تاد نے اپنا کوئی نمونہ مقرر کر رکھا ہوا اور اس کے

مطابق پلاننگ کرائی جائے۔ یا مشقی اسکول کے استاد جماعت اپنی پسند کے مطابق پلاننگ کرائیں۔ بہرحال ہمارا ایک نوٹہ محض ایک خاکہ ہے اور دوسرا ذرا مفصل ہے اور تیرا بالکل ایسا خاکہ ہے جس کو مکمل کرنے کے لیے تفصیلی بڑایات دے دی گئی ہیں۔

### "سبق کے اشارے" نمونہ

درسی کتاب سے ایک کہانی صفحہ ۱۰ اور ۱۱

مضامون :- اردو سبق :- لومڑی کی کہانی جماعت دوم وقت ۳۵ منٹ مقاصد :- ۱۔ نئے الفاظ پڑھنا سکھانا دُم ہلاتا۔ چالاک، بادامی، جنگل، گھر کی رانی۔ گیدڑ ب۔ کہانی کے مضامون کو سمجھنا۔

ج۔ کہانی کو بلند آواز سے پڑھ لینا اور دوسری جماعت کے معیاری طلبہ کی طرح پڑھ لینا وغیرہ۔

### طیہہ کا کام استاد کا کام طریقہ تعلیم

- |  |  |
|--|--|
| <p>(۱) طلبہ سے تصویروں کے متعلق سوالات دریافت کرنا۔ (یہاں چند سوالات بطور نمونہ لکھ دیے جائیں تو اپنہ ہے)</p> <p>(ب) تختے سیاہ پر لکھے الفاظ کو پڑھنے کی مشق کرانا</p> <p>(۱) دیکھنا کہ طلبہ سر یغیر استاد کی مدد کے الفاظ کو پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو ان سے پڑھانا اور پھر تمام طلبہ سے پڑھنے کی مشق کرانا</p> <p>(۲) نہ پڑھے جانتے والے الفاظ کو صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنے کی مشق کرانا۔</p> <p>(۳) مختلف الفاظ کو بغیر کسی ترتیب کے پڑھانا</p> | <p>(۱) صفحہ نا اور ملا کی تصویروں کا مشاہدہ</p> <p>(ب) مقصد دا کے تحت جو الفاظ لکھے ہیں ان کو کتاب کی مدد سے بورڈ پر لکھنا۔</p> <p>۲۔ بورڈ پر لکھے الفاظ کو پڑھنے کی مشق کرنا۔ الفاظ کے تلفظ کو صحیح طریقے سے ادا کرنا۔</p> <p>۳۔ صحیح تلفظ کے ساتھ الفاظ کو پڑھنے کی مشق کرنا۔</p> <p>(ج) کتاب کے پیراگراف پڑھنا۔</p> <p>(۱) طلبہ کو باری باری پڑھنے کا موقع دینا۔</p> <p>(۲) الفاظ کے معنی معلوم کرنا یا معنی بتانا۔</p> <p>(۳) بہتر طریقے سے پڑھنے کی عادت پیدا کرنے کے لیے دوبارہ پڑھنا۔</p> |
|--|--|
- (ج) (۱) طلبہ سے باری باری سے کہانی پڑھانا۔
- (۲) کہانی کے مودا یا مفہوم سے متعلق سوالات دریافت کرنا۔
- (۳) روانی کے ساتھ پڑھنے کی مشق کرانا۔

## ”سبق کے اشارے“ ناموںہ ۲

وقت ۳۵ منٹ

جماعت: دوم

ضمون: اردو نشر

عنوان: پڑھائی کا ایک سبق (بہادر لڑکا)

### تدریسی مقاصد:-

طلیبہ کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ رکنا۔

طلیبہ میں بلند خواہی کی ہمارت پیدا کرانا۔

طلیبہ کو نفس ضمون سے واقع کرانا۔

طلیبہ سے زبان کا کام کرانا۔

طلیبہ میں بہادری کا جذبہ پیدا کرانا۔

### سابقہ معلومات:-

طلیبہ درسی کتاب کے کئی اس باق پڑھ چکے ہیں۔

امدادی سامان:- ایک چارٹ جس میں سامنے ہے ریل آرہی ہے۔ پُل کے ایک سرے پر ایک لڑکا اپنی قمیص ہوا میں اڑا رہا ہے۔

تمہید:- استاد چارٹ کو کلاس میں آویزان کر دے گا پھر بات چیت کے دوران بچوں سے پوچھے گا۔  
اس چارٹ میں کیا دکھائی دے رہا ہے؟  
ریل کس سمت آرہی ہے؟

لڑکا ہاتھ میں کیا چیز لیے ہوئے ہے؟

لڑکا اپنی قمیص کیوں لہرا رہا ہے؟

اعلان سبق:- استاد بچوں کو بتائے گا کہ لڑکا اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر ریل کو رکوانا چاہتا ہے  
سچا کو پُل تک پہنچنے سے قبل ہی ٹرین رُک جائے۔ اور مسافروں کی جان بچ جائے۔ یہ ایک بہادر لڑکے کی کہانی ہے۔ آج آپ کو یہی کہانی پڑھائی جائے گی۔ اپنی کتاب میں فہرست مختصر میں دیکھ کر ”بہادر لڑکا“ سبق نکالیے۔

**تحقیقیہ:** نوٹے کی بلند خوانی :- استاد صحیح تلفظ، ادایگی اور روانی کے ساتھ سبق پڑھ کر سنائے گا اور بچے اپنی اپنی کتابوں میں غور سے دیکھیں گے۔

**انفرادی بلند خوانی :** بچوں سے باری باری عبارت پڑھوائی جائے گی۔ اس دوران مندرجہ ذیل باتوں پر خاص توجہ دی جائے گی۔

۱۔ بچے سیدھے کھڑے ہو کر پڑھیں۔

۲۔ بچے کتاب ہاتھ میں لے کر پڑھیں۔

۳۔ بچے پڑھتے وقت تلفظ اور لب و لہجے کا خیال رکھیں۔

**تلفظ کی مشق :** استاد مندرجہ ذیل تراکیب کو تختہ سیاہ پر صاف صاف لکھے اور پھر انفرادی طور پر ان کے تلفظ کی مشق کرائے گا۔

چوڑے چکلے - ہرے بھرے

اخذ معنی :- دوسری جماعت کے بچوں کو اصطلاح مادی کے ذریعے الفاظ کے معنی بتائے جائیں گے اگر یہ صورت ممکن نہ ہوئی تو پھر کتاب سے وہ جملے تلاش کروائے جائیں گے جن میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور پھر معنی بتائے جائیں گے۔

چوڑے چکلے میدان : بڑے میدان

ہرے بھرے کھیت : ہریالی سے بھرے ہوئے کھیت

درؤں - درہ کی جمع : دو پہاڑیوں کے درمیان کا تنگ راستہ درہ کہلاتا ہے

**نفس مضمون سے واقفیت :** استاد بچوں سے مندرجہ ذیل سوالات پوچھئے گا۔

لڑکے نے کیا دیکھا؟

ریل کدھر جا رہی تھی؟

لڑکے نے کیا بات سوچی؟

لڑکے نے ریل روکنے کے لیے کیا کیا؟

اس نے کس طرح مسافروں کی جان بچائی؟

**زبان کا کام :-** جیسے درہ سے دروں بنتا ہے۔ ویسے ہی بتائیے۔

درہ سے ... ....

**تحمیری کام :-** پچھوں سے مندرجہ ذیل جملے صاف صاف کاپی میں لکھوائے جائیں گے۔  
چوڑے چکلے میدان ہیں۔ ہرے بھرے کھیت ہیں۔ اندھیرے دروں سے ریل گزرتی ہے۔ ۱۔

### سبق کے اشارے ۳ہ (نمونہ)

**عنوانات :-** ۱۔ تاریخ :-

۲۔ وقت :-

۳۔ جماعت :-

۴۔ مضمون :-

۵۔ مقصد :-

۶۔ سبق یا موادِ تعلیم :-

۷۔ طریقہ تعلیم :-

۸۔ استاد اور طلبہ کے کام

ب۔ وقت کی تقسیم

ج۔ امدادی سامان

د۔ بنیادی اور ضروری سوالات

ذ۔ تقویض یا محرک کا کام

ر۔ خلاصہ

ز۔ تنقید یا تبصرہ

### عنوانات کی تشریح

**اور وضاحت** } سبق کی تیاری میں سب سے پہلے مقصد متعین کیا جاتا ہے اور پھر اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔ مقصد متعین کرتے وقت یہ سوچنا ہوتا ہے کہ اس سبق کو کیوں پڑھ لجاوے اور اس کے ذریعے طلبہ کس طرح اور کتنا استفادہ کر سکتے ہیں۔ سبق کا مقصد مضمون اور یونٹ کے مقاصد سے علاحدہ یا یہ ربط نہ ہو۔ سبق تیار کرتے وقت مقصد کو مختصر اور واضح طور پر لکھتا چاہیے۔

- مثالاً ۱۔ قومی اتحاد اور یک جمیت میں حکومت کا رول  
 ۲۔ گرمیوں میں خاص طور سے ریگستانی علاقوں میں پانی کی قلت اور کمی کو دور کرنے کے لیے پانی کے ذخیروں کی اہمیت۔  
 ۳۔ واحد اور جمع الفاظ کے پہچانتے اور بنانے کا طریقہ  
 ۴۔ مریخ کا جذر اور جذر کا مریخ معلوم کرنے کا طریقہ۔ مثلاً ۱۶ کا جذر کیا ہوگا؟

**مودودی میہم:** سبق کے اشاروں میں محض مقصد واضح کر دیئے یا لکھ دیئے ہے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ موارد تعلیم بھی لکھنا چاہیے جس کے ذریعے مقصد حاصل ہوتا ہے۔ موارد تعلیم کا تعلق ہوتا ہے اس سبق سے جو آپ کو پڑھانا ہے مثلاً آپ کو جند نکالنے کا طریقہ سمجھانا ہے تو آپ کو ایسے بہت سے مریخ ہند سے لکھنے ہوں گے جن کا جذر نکلوانا ہوگا یا جن کی مدد سے جذر نکالنے کا طریقہ سمجھایا جائے گا مثلاً کام مریخ کا جذر کیا ہوگا۔ ۴۶ مریخ گز کا جذر نکالیے۔ ۱۵۸۹ اور ۴۸۴ مریخ کا جذر کیا ہوگا؟  
 سماجی علوم جیسے مضمون کو پڑھاتے وقت اصل موضوع کے تحت بہت سے ذیلی عنوانات لکھنے ہوتے ہیں اور ان سب کو نفسیاتی یا منطقی ترتیب سے لکھا جاتا ہے۔ مثلاً قومی یک جمیت اور اتحاد پڑھانا ہے اس سلسلے میں ملک کے ہر شہری کی فتنے داریوں اور سلوک کو بتانے کی ضرورت ہے تو موارد تعلیم اس طرح لکھا جائے گا۔

- ۱۔ محل، خاندان، محلہ، بستی، قصبه، شہر اور ملک میں ہر شہری اور ہر فرد کی ذمیتے داری۔
- ۲۔ انتخابات کے وقت بغیر کسی نسلی، مذہبی، علاقائی اور مرتبے کے استیاز کے اپنے انتخاب
- ۳۔ دوسروں کے عطا یا اور جذبات کا احترام۔
- ۴۔ اقلیتوں کی تعلیم، تہذیب اور عام ترقی کے لیے متعادہ گوشش۔
- ۵۔ حکومت میں مساوات، انصاف اور اعلیٰ اخلاق کا استعمال۔
- ۶۔ مدرسوں میں قومی اتحاد اور یک جمیت کے لیے سازگار ماہول پیدا کرنا۔ وغیرہ

**سبق کی تمہید یا تعارف:** ہر شخص اپنے ذاتی تجربے کی روشنی میں یہ کہ سکتا ہے کہ کسی کام کو کرنے یا سیکھنے کے لیے سب سے زیادہ ضروری چیز دلچسپی ہوتی ہے۔ جس کام میں دلچسپی پیدا ہو جائی ہے اور دلچسپی بھی حقیقی ہو تو پھر کوئی تکلیف نہیں رہتی اور راستے کی کوئی رکاوٹ نہیں

بنی۔ دلچسپی ہونے پر پہاڑوں کو توڑنے اور سمندروں کو پار کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ چنانچہ تعلیم کے معاملے میں ماہرین لغیات کا کہنا ہے کہ جو بھی پڑھانا ہو پہلے اس کو طلبہ کے لیے دلچسپ بنایا جائے۔ دلچسپی پیدا کرنے کے لیے بہت سے طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔ تدریس میں عام طور سے سوالات کے ذریعے دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ متعلم اسٹادوں کو سوال دریافت کرنے اور سوال مرتب کرنے کی مشق کرنی چاہیے۔ کوئی سوال ایسا نہ دریافت کیا جائے جس کا جواب "ہاں یا نہ" میں دیا جاسکے۔ مثلاً اپنے وزیر اعظم کے بارے میں یہ پوچھنا صحیح نہ ہو گا کہ راجیو گاندھی آپ کو پسند ہے یا نہیں؟ بلکہ طلبکی پسند اور ناپسند کو معلوم کرنے کے لیے ایسے سوال کیے جائیں جن میں انھیں پسندیدگی اور ناپسندیدگی کی وجوہات بیان کرنی پڑیں۔ جن کا جواب دینے میں ذہنی بیداری سے کام لینا پڑے۔ سوالات کی زبان بھی سادہ اور صاف ہونی چاہیے۔ سوالات کے علاوہ دلچسپی پیدا کرنے اور شوق کو ابھارنے کے لیے تصویریں، چارٹس، نقشے، ماؤل، سلائڈز، فلم اور ٹیپ وغیرہ استعمال کیے جاتے ہیں۔ پس ان چیزوں کے استعمال کے وقت ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ وقت صنائع نہ ہو اور جو طریقہ استعمال کیا جائے اس کے ذریعے طلبہ میں سیکھنے کا شوق پیدا ہو۔ اس کام میں باہمی بحث و مباحثہ بھی بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔

**تعلیمی کام:**— سبق کے دوران دلچسپیوں کو باقی رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں جو ترکیب اور طریقہ سب سے زیادہ موثر ثابت ہو چکا ہے وہ ہے طلبہ کو مصروف رکھنا اور مصروفیت کیے حسب ذیل کام ضروری ہیں:-

- ۱۔ انفرادی طور پر یا طلبہ کی تکمیلی کے چیزوں سے کسی کام کی رپورٹ پڑھانا۔
- ۲۔ حسب ضرورت کام کا نمونہ پیش کرنا۔ کبھی طالب علم پیش کرے اور کبھی اسٹاد یعنی دیا نسٹریشن۔
- ۳۔ نمونے کے طور پر بلند خوانی کرنا اور کرنا۔
- ۴۔ مختصر بحث و مباحثہ۔
- ۵۔ بعض خیالات اور واقعات کو امدادی سامان کی مدد سے واضح کرنا۔
- ۶۔ تقلیں اور ڈرائی وغیرہ کرنا۔ فاصل طور سے روپیے بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔
- ۷۔ سلائیڈز اور فلم وغیرہ دکھانا۔

۸۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کا استعمال کرنا۔

۹۔ کچھ بتوانا یا لکھانا۔

۱۰۔ حوالے کی کتابوں کے مطالعے سے منوری معلومات حاصل کرنا۔

۱۱۔ سابقہ جامعیت کی غلطیوں کی اصلاح کرنا۔

۱۲۔ جامعیت کی ہونئی کاپیوں کو طلبہ کی مدد سے تقسیم کرانا۔

۱۳۔ کسی مسئلے کو حل کرنے کا طریقہ سمجھا کر اس کی مشق کرانا۔

۱۴۔ مطالعہ زیر نگرانی کرانا۔

**وقت کی تقسیم :-** پڑھاتے وقت اور کام کراتے وقت یہ خیال رکھا جائے کہ بے کار بحث اور غیر ضروری کام میں ایک منٹ بھی صنائع نہ کیا جائے کوئی اعلان ہو یا طلبہ کی حاضری لینی ہو تو اس میں زیادہ وقت نہ صنائع کیا جائے۔ جس کام کے لیے جتنا وقت مقرر کیا جائے وہ اسی وقت کے اندر پورا ہونا چاہیے۔

**بیانی سوالات :-** متعلم اس تاریخ کو سوالات دریافت کرنے اور سوالات مرتب کرنے کی خوب شکر کرنی چاہیے۔ سوالات سوچ کچھ کر کے جائیں۔ مثلاً اگر طالب علم نے کوئی رپورٹ پیش کی ہے تو جو بھی سوال کیا جائے وہ رپورٹ اور فرمائشوں سے متعلق ہو۔ یعنی سوالات ذہنی بیداری کے لیے ہوتے ہیں اور یعنی صرف معلومات اور حافظہ کی جامعیت کے لیے جلتے ہیں۔ پلاننگ کرتے وقت سوالات کو سوچ کچھ کر کر لینا چاہیے اور پھر حسب موقع ان کو دریافت کرنے کی کوشش کی جائے۔ سوالات واضح ہوں اور ان کے جواب بھی واضح ہی ہونے چاہیں مثلاً آپ کو عادت اور خدمتِ خلق سے متعلق سوالات کرنے ہیں تو یوں کہتا ہیتر ہو گا:-

(۱) بتائیے عادت سے کیا مراد ہے؟

ا۔ عادت کے بنانے میں تحریک ذہنی اور مشق کی کیا اہمیت ہے اور کیوں؟

ب۔ مطالعے سے متعلق پسندیدہ عادتوں کو بیان کیجیے۔

ج۔ مطالعے کے لیے موثر اور پسندیدہ عادتوں کا پسیدا کرنا کیوں منوری ہے؟

(۲) خدمتِ خلق سے کیا مراد ہے؟

ا۔ عام طور سے زندگی میں خدمتِ خلق کیوں مشکل معلوم ہوتی ہے؟

ب۔ خدمتِ خلق کو مذہبی، سماجی اور اخلاقی غرض یہ کہ ہر اعتبار سے اچھا سمجھا جاتا ہے کیوں؟

ج۔ اچھا بتا یے شہروں میں عوام کی بجلائی کے لیے سرکاری بسوں کا چلتا اچھا ہے یا پرائیورٹ بسوں کا؟ کیوں؟

د۔ آپ دوسروں کی خدمت کے لیے عام طور سے کیا کام کرتے ہیں؟

**امدادی سامان:-** بعض بچوں کی دلچسپیوں کو باقی رکھنے، اپنے خیالات اور عین حقائق کو واضح کرنے کے لیے مناسب امدادی سامان استعمال کرنا ہوتا ہے۔ آج کل ٹیکنالوجی اور سامانس کی ترقی نے اتنا امدادی اور تو منجھی سامان تیار کر دیا ہے مثلاً وی۔ سی۔ آر۔ فی۔ وی۔ ٹیپ رکارڈ۔ سلائڈز اور سلائڈز پروجیکٹ، نقشے، ماؤن، کتابیں، تصویریں اور فلمیں وغیرہ۔ ان کے مناسب استعمال سے تدریس کو سایاب بنانے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ ان پر حیزوں کو مناسب طریقے پر استعمال کرنا چاہیے اور سبق کے اشائے تیار کرتے وقت ضروری امدادی سامان کا جہاں ضرورت ہے ذکر کر دینا چاہیے اس کے استعمال میں یہ ضرور خیال رکھا جائے کہ استعمال یا مقصد ہو بے منع استعمال سے وقت اور تو انکی دونوں فناج ہوتی ہیں۔ جب کوئی امدادی سامان استعمال کر جائے تو اسے استعمال کے بعد طلبہ کی مدد سے واپس لے لیتا چاہیے اور استعمال کرنے سے قبل اس کے استعمال کا مقصد ضرور سمجھا دیا جائے۔

**تفویض یا لگھر کا کام:-** پڑھانے کے بعد جس مسئلے میں واقعی مشق کی ضرورت ہو اس کی مشق کے لیے لگھر پر کرنے کو تھوڑا بہت کام ضرور دیا جائے۔ کام دیتے وقت یہ اندازہ ضرور کر لینا چاہیے کہ کام طلبہ کی ضرورت اور صلاحیت کے مطابق ہو اور ایسا نہ ہو کہ دوسرے استادوں نے بھی اتنا کام دے رکھا ہو کہ طلبہ کسی کام کو بھی اچھی طرح پورا نہ کیا جاسکے۔ جو کام دیا جائے اس کو پورا کرنا کے بعد جانچا ضرور جائے اور غلطیوں کو سمجھا دیا جائے۔ بعض تفویضات کو پورا کرنے میں حوالے کی کتابوں سے مدد لینی ہوتی ہے متعلم استاد کو مدرسے کے کتب خانے میں جا کر پہلے ہی یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ وہ کتابیں طلبہ کو مل سکیں گی یا نہیں؟

**خلاصہ:-** سبق کو پڑھانے کے بعد سبق کے خاص خاص نکات بورڈ پر لکھ دیے جائیں تاکہ طلبہ نقل کر سکیں اور دوچار سوال کر کے یہ اندازہ کر لینا چاہیے کہ جو کچھ پڑھانا چاہتے تھے وہ طلبہ نے سکھا بھی ہے یا نہیں۔ پڑھانے یا تدریس کی کامیابی یہی ہے کہ طالب علم کو جو سکھانا چاہتے ہیں وہ سکھا سکیں۔

**تعیین قدر:-** متعلم استاد کو اپنے کام کا جائزہ کر اپنی کامیابی یا ناکامی کا اندازہ کر لینا چاہتے ہیں۔

اچھا استاد وہی ہوتا ہے جو اپنا مایوس کرتا رہتے اور ناکامی کو کامیابی کا ذریعہ بتائے۔ آخر میں ہم ایک بار پھر یہ دھرا دیں کہ یومیہ پلان کو دیکھ کر نگران استاد اور خود متعلم استاد کو یہ اندازہ ہو جانا چاہئے کہ :-

- ۱۔ سبق کے مقاصد واضح اور قبل تحریل ہیں۔
- ۲۔ سبق کی پلاننگ مقررہ وقت کے مطابق کی گئی ہے۔
- ۳۔ اشاروں میں ان تجربوں اور کاموں کی وضاحت کردی گئی ہے جو استاد اور طلبہ کو کرنے ہوتے ہیں
- ۴۔ طلبہ کی انفرادی اور اجتماعی دلچسپیوں کو پورا کرنے اور دشواریوں کو دور کرنے کا انتظام کیا ہے۔
- ۵۔ طلبہ کو سبق میں دلچسپی دلانے اور مطالعے کے لیے تیار کرنے کی غرض سے مناسب حرکات ذہنی کا ذکر کیا گیا ہے۔
- ۶۔ بتایا گیا ہے کہ مواد تعلیم کے ذریعے طلبہ میں ان عادتوں، ہمارتوں اور رویوں کے پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن کے ذریعے تعلیم کے مقاصد حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔
- ۷۔ تقویم یا تعین قدر کے لیے مناسب طریقے سوچے گئے ہیں۔

یومیہ پلاننگ کے نوٹے اور ان کی تشریح اور وضاحت اس لیے کی گئی ہے کہ ہمارے یہاں عالات کے تحت اسی طریقہ پلاننگ کا رواج ہے۔ یونٹ پلان کے مطابق پڑھانے کے لیے زیادہ محنت اور زیادہ وسائل درکار ہوتے ہیں۔ اس لیے ابھی اس طریقہ پلان کا استعمال تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے تاہم علمی معلومات کی غرض سے ہم یونٹ پلان کے چند خاکے بطور نمونہ پیش کر رہے ہیں۔ مزید تفصیل اور معلومات کے لیے طریقہ تعلیم سے متعلق کتابوں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

یونٹ پلان کے عتوانات اور سرخیوں کی ترتیب کا فیصلہ پلان مرتب کرنے والے کرتے ہیں لیکن ٹائم طور سے مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت یونٹ تیار کی جاتی ہے:-

- ۱۔ یونٹ کا نام :- (ڈیری فارم)
- ۲۔ مضمون :- جماعت :- مقررہ وقت :-
- ۳۔ مقاصد :- (عام اور خاص)
- ۴۔ موصوع یا مسئلہ کا خاکہ
- ۵۔ تمهیدی سرگرمیاں
- ۶۔ ارتقائی سرگرمیاں اور مواد تعلیم

## مشقی تدریس

- ۶۔ توضیحی اور اعادی سرگرمیاں
- ۷۔ تسمین قدر
- ۸۔ منتخب چالے جات

## نمونہ خاکہ ۱

- ۱۔ یونٹ کا نام :- "قدرتی ذرائع آمدی کا تحفظ"
- ۲۔ مضمون :- زبان اور سماجی علوم (جغرافیہ)
- ۳۔ جماعت :- درجہ نهم
- ۴۔ مقررہ وقت :- تین ہفتہ

ذرائع	سرگرمیاں اور بجربات	مقادیر
زمین۔ جنگلات۔ پانی اور بوشیوں وغیرہ کا تحفظ۔ یہ سب قدرتی دولت ہیں۔	۱۔ استاد کی نگرانی میں مباحثہ۔ ذرائع کو کس طرح برپا کیا جاتا ہے۔ ۲۔ ذرائع کی خواصت کی ذمہ داریاں۔ ۳۔ جنگلات اور دریا گنگے سے متعلق فلمیں دکھانا۔	۱۔ قدرتی ذرائع آمدی کے تحفظ کی ضرورت محسوس کرانا۔ ۲۔ تحفظ کے طریقوں سے واقع ہونا۔

آخر میں کام کی جائیں کی جائے اور مطالعے کے لیے ضروری کتابیں اور معاہداتیں بتائیں۔ ان کی فہرست  
بنائی جائی ہے۔

## نمونہ خاکہ ۲

- ۱۔ یونٹ کا نام :- "قسطوں میں سامان کی خریداری"
- ۲۔ مضمون ریاضی
- ۳۔ جماعت درجہ بیشتر (۸)
- ۴۔ وقت ایک ہفتہ

رسائل	تعلیمی سرگرمیاں اور بحث بات	مقصد
کسی ب. ۲۰۰۰ مولڈ کار کی وجہ سے فروخت کرنے والے دوکاندار سے مل کر سملہ کی گھر ایسی تکمیل پہنچنا۔	۱- طلبہ کا مباحثہ "قسطوں پر سامان کیوں فروخت کیا جاتا ہے۔ ۲- کسی ماہر تجارت کا لیکچر "خریدار اور دکان دار کا نفع اور نقصان .. ۳- قسطوں پر سامان فروخت کرنے سے متعلق اشتہارات اور فلموں کا دکھانا ہم۔ طلبہ سے متعلقہ مسئلہ پر ریاضی کے سوالات حل کرنا۔ ۴- استاد کے ذریعے اس طریقہ خریداری پر تمہرہ استفادہ کرنا۔	۱- طلبہ کو قسطوں میں سامان خریدنے کے نفع اور نقصان سے واقعہ کرانا۔ ۲- حساب لگا کر کے اندازہ کرانا کہ قسطوں کے ذریعے خریدار کو اصل قیمت سے کتنا زیادہ روپیہ اور کم اکرنا ہوتا ہے

یونٹ ختم ہونے پر اس کی کامیابی کی جا بخوبی کرنا۔ اور مطالعے سے متعلق کتابوں کی فہرست تیار کرنا۔

(آٹھواں باب)

## امدادی اور تو مددی سامان

تدریس کو لچسپ اور موثر بنانے کی غرض سے طرح طرح کا امدادی اور تو مددی سامان تیار کیا جائیکا ہے۔ مشقی تدریس کے نگران اور متعلم استادوں کو ایک دوسرے کے مشورے سے ان چیزوں کو حاصل کرنے اور انہیں استعمال کرنے کا طریقہ سیکھنے اور سکھانے کی کوشش کرنی چاہئے جو اس باقی کو لچسپ بنانے اور واقعات اور حقائق کو سمجھانے میں مددگار ثابت ہو سکیں۔ متعلم استادوں کو یہ جاننے کی کوشش کرنی چاہیے کہ امدادی اور تو مددی سامان کو محض رونق یاد کھاؤے کے لیے نہیں بلکہ خاص ضرورت کے تحت استعمال کرنا ہوتا ہے۔ آج سائنس اور ٹکنائوجی کی ترقی نے تعلیمی عمل کو آسان اور مفید بنانے کے لیے ہزاروں قسم کا امدادی اور تو مددی سامان تیار کر دیا ہے بعض مالک تو تدریس کے لیے مشینیں استعمال کرنے لگے ہیں تاہم ہمارے یہاں ابھی تک اسکو لوں کی جو حالت ہے وہ ہر تعلیم یافتہ انسان پر عیاں ہے۔ ہمارے یہاں ابھی تک ایسے بہت سے ایسے اسکوں ملیں گے جہاں بورڈ تو ہیں لیکن ان پر لکھنے کے لیے چاک نہیں ہیں۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ چاک اور بورڈ دونوں ہوں لیکن ان کو استعمال نہ کیا جاتا ہو۔ اس کے بغیر بعض شہری اسکو لوں میں ٹیلی ویژن، ریڈیو، پرو جیکٹر اور کمپیوٹر تک آنے لگے ہیں لیکن ان کے

استعمال سے کون فائدہ اٹھاتا ہے۔ اگر ملک کے تمام شہری اور دیہاتی اسکوں کا (پلامری اور سینٹری اسکوں) سروے کیا جائے تو زیادہ ترا اسکوں میں چاک اور تختہ سیاہ کے علاوہ ایک دو نفستے اور جامیں اسٹاد ان چیزوں کے علاوہ دوسری چیزوں کے ناموں سے بھی شاید ہی واقع ہوں۔

امدادی اور توبیخی سامان کی تعداد اور معیار کا کوئی صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے نگران اسٹادوں کو ملک کی اقتصادی حالت اور تعلیمی ضرورتوں کے پیش نظر اپنے اپنے معنا میں سے متعلق ضروری سامان کی کوڈ آئی فہرست تیار کر کے رکھ لیتی چاہیے جس کی مدد سے متعلم اسٹادوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ روپہ طعنے پر کون چیز کہاں سے خریدی جاسکتی ہے، کون چیز کہاں سے چند روز کے لیے مستعاری جاسکتی ہے اور کس چیز کو کس مضمون کی تعلیم میں کس طرح موثر طریقے پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس فہرست کے مطابق اگر "اسٹادوں کا مدرسہ" کے کتب خانہ میں وہ سامان موجود ہو یا کسی اور ذریعے سے وہ دستیاب ہو سکتا ہو تو اس کو دکھا کر اس کے استعمال کرنے کا طریقہ کھجادیتا چاہیے۔ ہمارے اکثر و بیشتر ٹریننگ کا بنجou اور اسٹادوں کی تعلیم کے مدرسوں میں آرٹ اور کرافٹ کی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔ ان معنا میں کی تسلیم کے دوران متعلقہ اسٹادوں کو نگران اسٹادوں کے مشورے کے مطابق متعلم اسٹادوں سے اتنا کام ضرور کرانا چاہیے کہ وہ ضرورت کے وقت طلب کو اپنے خیالات کی وضاحت اور تشرح کے لیے بورڈ پر ضروری تصویر یا گراف وغیرہ بنائے کر دکھائیں اور کرافٹ کی تعلیم کے دوران چند ماڈل اور چیزیں وغیرہ بنانے کی مشق کرائی جائے۔ بہر حال مشقی تدریس کے دوران نگران اسٹادوں کو اپنے متعلم اسٹادوں سے اس باقی کی ضرورت کے مطابق امدادی اور توبیخی سامان کو مناسب طور سے استعمال کرنے کی مشق کرائی چاہیے۔ کوشش کی جائے کہ کچھ سامان جو متعلم اسٹاد خود بنائے بنوایا جائے جو خریدا جاسکے اسے خریدنے کا مشورہ دیا جائے جو کالج اور اسکول کے کتب خانوں سے مستعار لیا جاسکے اسے وہاں سے مستعار لیا جائے اور کچھ ایسے اداروں سے سامان منگا کر استعمال کیا جائے جو حکومت کی طرف سے اکثر برے شہروں میں اسی غرض سے قائم کیے گئے ہیں۔ مثلاً این۔ سی۔ آر۔ ٹی کا شعبہ امدادی اور توبیخی سامان۔ برش کونسل کی لا برسری اور یو۔ ایس۔ آئی۔ ایس کی لا برسری وغیرہ۔

امدادی سامان کو عام طور سے تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے (۱) بصری اور سماںی سامان (۲) نظری یعنی کتابیں، چاریں، نقشے اور ماڈل وغیرہ جو کتب خانوں میں ہوتے ہیں (۳) بالکل سادہ اور کم خرچ قدم کا سامان مثلاً کسی عمارت اور شخصیت کی تصویر، کسی بھل یا ترکاری کی تصویریں وغیرہ۔ ان تینوں قسموں میں عام طور سے مندرجہ ذیل اشارہ جیشیت امدادی اور توبیخی سامان شمار کی جاتی ہیں۔

(۱) تختہ سیاہ اور چاک (۲)، درسی کتابیں (۳)، غیر درسی کتابیں اور رسالے وغیرہ (۴)، حوالہ جات کی کتابیں جن میں ڈکشنری اور عام معلومات کی کتابیں شامل ہیں (۵)، انسائیکلو پیڈیا۔ (۶) ایلکٹس اور سال نامے (۷) کتب خانہ میں ملنے والی اشیا۔ کتابیں، نقشے، گلوب، چارٹس اور ماڈل وغیرہ (۸) تدریس سے متعلق سامان کے کیتے لائے۔ فلمیں، سلائیڈز، ٹیپ - ٹیپ رکارڈ، ریکارڈ پلیز، گیئرے۔ پرو جیکٹر، پیسوئر، ٹیلی ویژن، ریڈیو اور اسکرین وغیرہ۔ (۹) ڈاکو فیٹری فلموں کے ادارے مثلًاً این۔ سی۔ آر۔ الی کا شعبہ امدادی اور تو صنیعی سامان (۱۰)، تاریخی تدذنی اور سائنسی معلومات سے متعلق مختلف عمارتوں اور مقامات کی سیر (۱۱)، طلبہ کے کاموں کی نایش (۱۲)، تعلیمی سامان کی نایش۔ (۱۳) سائنس میں پالا بیٹری (۱۳)، تہذیبی اور مذہبی مسلکوں سے متعلق جلسے اور مقابلے (۱۵)، مختلف منائن کے ماہرین سے ملاقات اور ان کی تقریریں (۱۶)، مختلف قسم کے تعلیمی کھیل وغیرہ۔

امدادی اور تو صنیعی سامان کے استعمال کی مخالفت میں تصرف اتنا کہا جاتا ہے کہ اس سے محض نایش کے طور پر اور بے مقصد طریقے سے استعمال کرنا بے کار ہے۔ اس کی تائید میں بہت کچھ کہا جا رہا ہے لیکن یہ بات عام طور سے سب ہم زبان ہو کر کہتے ہیں کہ امدادی اور تو صنیعی سامان استاد کی جگہ نہیں لے سکتا ہے۔ اس کے استعمال سے اسی وقت فائدہ ہوتا ہے جب استاد خود ہی سمجھ لے کہ اس کے استعمال سے خیالات اور واقعات کو سمجھانے میں کس طرح اور کس حد تک مدد مل سکتی ہے۔ اس کے لیے یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ امدادی اور تو صنیعی سامان کو استعمال کرنے سے پہلے استاد کو سامان کی خواہ بصری ہو یا سماںی یا محض نظری ہو خود جائیجی لینا چاہیے جب اس کو دیکھنے کے بعد وہ اس کی افادیت سے مطمئن ہو جائے اور مواد تعلیم سے اس کے ربط اور تعلق کو اپنی طرح سمجھ لے تب اسے درجے میں استعمال کرنا چاہیے۔ اسی طرح کتابوں اور تاریخی عمارتوں کے مطالعے اور مشاہدے کا مسئلہ ہے۔ پہلے استاد کو کتابوں کا مطالعہ اور عمارتوں کا باقاعدہ مطالعہ اور مشاہدہ کرنا چاہیے پھر طلبہ کو باقاعدہ دکھانے اور سمجھانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ تعلیمی نایشوں اور سائنس لا بیٹری کے استعمال میں بھی اسی اصول پر عمل کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ دراصل امدادی اور تو صنیعی سامان کے استعمال اور انتخاب میں استاد کو نہایت عقلمندی اور سوچھ بُوچھ سے کام لینا ہوتا ہے۔ اگر کوئی تعلیمی منصوبہ یا مشغله طلبہ کی ضرورتوں پر مبنی ہو تا ہے اور اس کی وضاحت کے لیے مناسب امدادی سامان استعمال کیا جاتا ہے تو طلبہ کو یقیناً سیکھنے میں دچپسی ہو گی اور اس طرح اُنھیں جو کچھ سمجھا یا جائے گا وہ اسے سیکھیں گے۔ اگر کوئی فلم نصاب کے کسی بھی موضوع سے مر بوظ نہیں ہے اور بغیر کسی سابقہ تیاری کے دکھادی جاتی ہے

اے دیکھ کر طلبہ وقتی طور پر قصر و رخوش ہوں گے لیکن اس کی وجہ سے انھیں کوئی تعلیمی فائدہ نہیں ہوگا۔ اپھا اور سمجھ دار استاد بعض اوقات ممکنہ قسم کی چیزوں کو دکھا کر یا انھیں استعمال کر کے تعلیمی مسئلہ کو آسانی سے سمجھا دیتا ہے۔ مثلاً ایک جماعت میں جیو میٹری کے پیریڈ میں گول چیزوں کا جنم نکالنے کا اصول سمجھانا تھا۔ استاد کے پاس تجھے سیاہ اور چاک کے علاوہ کوئی دوسرا امدادی سامان نہ تھا۔ درجے کے کمرے کے ایک کونے میں ردی کاغذ اور کوڑا ڈالنے کے بینے ایک گول ٹوکری رکھی تھی۔ استاد نے ٹوکری کو صاف کر کے میز پر رکھ لیا اور اس کی مدد سے اپنے طلبہ کو گول چیزوں کا جنم نکالنے کا اصول اور طریقہ سمجھا دیا۔

ہمارے ہکنے کا مقصد یہ ہے کہ امدادی اور توصیحی سامان کے سلسلے میں مشقی تدریس کے دوران متعلم استادوں کو امدادی سامان کے استعمال کی اہمیت، انتخاب کا طریقہ، استعمال کا طریقہ۔ اس کو حفاظت سے رکھنے کا طریقہ، اس کے حاصل کرنے کا طریقہ اور تھوڑا بہت سامان خود تیار کرنے کا طریقہ ضرور سمجھا دیا جائے اور یہ مشق ضرور کرادی جائے کہ اسباق کے اشارے تیار کرتے وقت ضروری امدادی سامان بھی ضرور فراہم کر لیا جائے اور پڑھاتے وقت اس کو ہر وقت مناسب طریقے پر استعمال کیا جائے۔ امدادی اور توصیحی سامان کی افادیت اور ضرورت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس کو استعمال کرنے کے لیے چند ملا صیتوں اور ہمارتوں کا ہوتا اشد ضروری ہے اس کے علاوہ متعلم استاذ کو اتنا علم بھی ضرور ہوتا چاہیے کہ امدادی اور توصیحی سامان عام طور سے نفسیات تعلیم اور اصول تعلیم کی روشنی میں تیار کیا جاتا ہے اور اس کی تیاری میں تدریس اور تعلم دونوں کے بنیادی اصولوں سے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ چنانچہ نگران استادوں کے ذریعے متعلم استادوں کو تجربے اور مشق کے ذریعے یہ ضرور سمجھ لینا چاہیے کہ :-

- (۱) جس امدادی سامان کو استعمال کرنا ہو اس کو نفسیات تعلیم اور اصول تعلیم کے نقطہ نظر سے سمجھ کر ٹھیک سے استعمال کیا جائے اس لیے ہر چیز بچھے کی نفسیات کی روشنی میں تیار کی جاتی ہے۔
- (۲) جو سامان استعمال کیا جائے اسے یہ سوچ کر استعمال کیا جائے کہ یہ استاد کی جگہ نہیں لے سکتا۔ استاد کو اس کے استعمال کے بعد یا استعمال کے درمیان ضرورت محسوس ہونے پر مسئلہ کو واضح کرنا ہوگا۔

- (۳) متعلم استاد کو یقین ہوتا چاہیے کہ نصارب کے ہر مضمون سے متعلق مسئلہ کی وضاحت کے لیے امدادی اور توصیحی سامان کی مکملی ہے۔

(۴) ہر استاد کو اپنے مضمون سے متعلق ضروری اور کارآمد امدادی سامان سے واقع ہونا چاہیے۔ اس قسم کی واقعیت کے لیے نگران استاد اور کتب خانے کے ناظم صہاجان کا تعاون حاصل کرنا ہوتا ہے۔

(۵) ہر استاد کو امدادی اور توصیحی سامان استعمال کرنے بالخصوص بصری اور سماعی سامان مثلاً پر جکڑ، ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر وغیرہ کو استعمال کرنے اور حفاظت سے رکھنے کے طریقے سے بخوبی واقع ہونا چاہیے۔

(۶) یہ ضرور معلوم ہوتا چاہیے کہ سنتی قیمت اور بلا قیمت کا امدادی سامان کہاں سے اور کس طرح مستعار یا مستقل حاصل کیا جاتا ہے۔

(۷) ہر قسم کے امدادی اور توصیحی سامان کو استعمال کرنے کی ہمارت حاصل کرنی چاہیے۔ ختصر یہ کہ مشقی تدریس کے دوران متعلم استادوں کو امدادی اور توصیحی سامان کے انتخاب اور استعمال کی اچھی خاصی مشق کر دینی چاہیے۔ سمجھا دینا چاہیے کہ جو سامان استعمال کیا جائے وہ مواد تعلیم سے متعلق ہو اور طلبہ کی صلایحیتوں اور استعداد کے مطابق ہو۔ امدادی اور توصیحی سامان کے انتخاب اور استعمال میں استاد کو نہایت خوش اسلوبی اور صحیح فیصلے سے کام لینا ہوتا ہے۔ صحیح قسم کے امدادی سامان کے استعمال سے طلبہ کو سیکھنے میں اور استاد کو سکھانے میں بڑی کامیابی حاصل ہوتی ہے اور اس کامیابی سے استاد اور شاگرد دونوں میں خود اعتمادی اور نئی نئی معلومات حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اسی کو درجہ تدریس کی کامیابی کہا جاتا ہے۔

(نواف باب)

## کانفرنس اور اس کی اہمیت

مشقی تدریس کے پروگرام کی کامیابی کے لیے اشد ضروری ہے کہ نگران استاد اور متعلم استاد کے بیٹھیں اور تدریس کے پروگرام اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے طریقوں کو باہمی مشوروں سے طے کریں۔ اس قسم کی کانفرنس کے ذریعے یہ طے کیا جاتا ہے کہ تدریس کی کامیابی کے لیے کیا کیا کام کب اور کس طرح کرنے ہوں گے۔ مثلاً مشقی مدرسے کامشاہدہ، اساباق کا انتخاب، اساباق کے اشاروں کی تیاری، امدادی سامان کی فراہمی اور تیاری وغیرہ اس کے علاوہ ان کانفرنسوں میں متعلم استادوں کے کاموں

پڑتبصرہ بھی کیا جاتا ہے۔ دراصل اس کانفرنس کا اصل مقصد متعلم استاد کی تدریس کو کامیاب بنانے کے لیے مناسب رہنمائی کرنا ہوتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ تدریس صرف کتابیں پڑھانے سے محدود نہیں ہتی بلکہ ان تمام عوامل پر غور کرنا اور انھیں استعمال کرنا ہوتا ہے جن کے ذریعے طالب علم کی شخصیت کی ہمہ جہت انسونوں میں مدد ملتی ہے۔ اس کانفرنس میں مواد تعلیم کا انتخاب بھی کیا جاتا ہے اور اس کو پڑھانے کے طریقوں اور مختلف قسم کی ہمارتوں کے پیدا کرنے کے ذرائع پر بھی بحث ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ طلباء کے مطالعے کے طریقوں اور مشقی تدریس کے اسکولوں کے عام حالات سے بھی واقعہ کرایا جاتا ہے۔ دراصل یہی وہ کانفرنس ہوتی ہے جس میں نگران استاد جدید اور قدیم نظریات تعلیم کی روشنی میں تعلیم کے مقاصد کو سمجھانے اور پھر انھیں حاصل کرنے کے ذرائع سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ سمجھاتا ہے کہ درجے میں طلبہ کو اپنی طرف کس طرح متوجہ کیا جاتا ہے اور مواد تعلیم کو پڑھا کر طلبہ کو اپنے انسان اور اچھا شہری بننے میں کس طرح مدد کی جاتی ہے۔

کانفرنس کے ذریعے نگران استاد کو محسوس کر دینا چاہیے کہ وہ اور متعلم استاد دونوں ایک روح دو قابل ہیں اور دونوں کو اس طرح رہنا چاہیے جیسے تالاب کے پانی میں کنول۔ کنول پانی میں رہتے ہوئے بھی پانی کی عام سطح سے اور ہر ہی رہتا ہے ان دونوں کی مشترکہ ذائقے داری ہوتی ہے کہ مدرسے کے طلبہ کو اپنی طرح تعلیم دی جائے۔ اس طرح کانفرنس میں شریک ہونے اور باہمی مشورے سے تدریس کے کاموں اور کاموں کے کرنے کے طریقے کا تعین کرنے سے متعلم استاد اپنے نگران استاد سے نہایت بے تکلفی سے ملنے لگتا ہے اور بالکل بے جھگٹ ہو کر اپنے مسئللوں کو حل کرانے اور دشواریوں کو دور کر اپنیں نگران استاد سے مدد حاصل کرتا ہے۔ اس قسم کی کانفرنس میں شرکت کرنے سے متعلم استاد کو طلبہ کی دلچسپیوں کے مطابق پڑھانے اور تعلیمی مشغلوں کو فراہم کرنے کا شوق ہوتا ہے۔

**کانفرنس کا طریقہ :-** کانفرنس کے انعقاد کا کوئی مخصوص طریقہ نہیں ہے البتہ پچھلے ایسی بائیس ضرور ہیں جنہیں عام طور سے پسند کیا جاتا ہے اور جن کی وجہ سے کانفرنس کے مقاصد حاصل کرنے میں کم سے کم ناکامی ہوتی ہے۔

(۱) کانفرنس کا پروگرام پہلے سے باقاعدہ طے کر لینا چاہیے۔ یعنی کانفرنس کا ایجمنڈا سوچ بھجو کر تیار کرنا چاہیے اور اسے ایسے وقت میں رکھا جائے جب نگران استاد کسی دوسرے کام میں مصروف نہ ہوتا کہ وہ نہایت اطمینان اور پوری توجہ کے ساتھ کانفرنس کی کارروائی میں

حد لے سکے۔

(۲) نگران استاد کا مشورہ بالکل صاف اور واضح ہونا چاہیے اور اسے اپنے متعلم استادوں کے تمام سوالات کے جوابات تسلی بخش طریقے پر دینے چاہئیں۔

(۳) کانفرنس میں متعلم استاد کو اچھا استاد بننے اور اپنے طریقہ تعلیم کو بہتر سے بہتر بننے کا شوق دلانا چاہیے۔

(۴) نگران استاد کو اپنی بات سمجھلنے کے لیے یکچھ نہیں بلکہ ہلکے ہلکے الفاظ میں مشورہ دینا چاہیے اور تدریس سے متعلق مسئللوں پر تبادلہ خیالات کیا جائے۔

(۵) کانفرنس میں جن مسئللوں پر غور کیا جائے اور مسئللوں کا جو حل بتایا جائے اسے قلم بند کر لینا چاہیے یعنی جو بھی سوالات ہوں اور ان کے جوابات دیے جائیں ان کا ریکارڈ رکھا جائے۔ اس طرح متعلم استادوں کو اپنی اصلاح کرنے کی فکر ہوتی ہے۔

(۶) پہلے دن کی مشقی تدریس کے بعد حسبِ ضرورت انفرادی اور اجتماعی کانفرنسیں ضرور ہوئی چاہیں۔

کانفرنس دو طرح کی ہیں۔ ایک اجتماعی اور دوسری انفرادی۔ اجتماعی کانفرنس میں ایک سے زیادہ متعلم استاد شریک ہوتے ہیں اور مشرک کے مسئللوں پر غور کیا جاتا ہے۔ انفرادی کانفرنس میں صرف ایک ہی متعلم استاد ہوتا ہے۔ وہ اپنے نگران استاد سے اپنی پریشانی، اپنی تکلیف اور اپنی دُشواری بیان کر کے مسئلے کا حل تلاش کرتا ہے اور اسی طرح استاد ہنایت رازدارانہ انداز میں اپنے متأثرات ظاہر کر کے متعلم استاد کی رہنمائی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جماعتی کانفرنس میں مشقی تدریس کے پروگرام کا ذمہ دار استاد نگران استاد اور متعلم استاد شریک ہوتے ہیں۔ کبھی کسی کانفرنس میں صرف نگران استاد اور متعلم استاد ہی ہوتے ہیں اور کوئی کانفرنس متعلم استاد اور اس کے شاگردوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ کبھی کبھی اجتماعی کانفرنس میں نگران استاد، متعلم استاد اور طلبہ کے والدین شریک ہوتے ہیں۔ اس قسم کی کانفرنس مسائل کو حل کرنے کی غرض سے متعلقہ بوگوں کے لیے منعقد کی جاتی ہیں۔ ان کانفرنسوں کی وجہ سے نگران استاد کا بہت سا وقت بج جاتا ہے اس لیے کہ اکثر مسائل تمام متعلم استادوں سے متعلق ہوتے ہیں ان کو تھوڑے وقت میں ایک ساہمنہ آسانی سے ہنایت تفصیل کے ساہمنہ سمجھا دیا جاتا ہے۔ انفرادی کانفرنس میں کسی مخصوص متعلم استاد کے مخصوص مسئللوں پر تبادلہ خیالات ہوتا ہے۔ اس کانفرنس کے ذریعے متعلم استاد کو اپنی آرکی کی رفتار سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ اس کانفرنس میں یہ

جان کر جست کی جاتی ہے کہ ہر متعلم استاد کی شخصیت دوسرے سے مختلف ہوتی ہے اور ہر ایک کا طریقہ کار دوسرے سے مختلف ہو سکتا ہے۔ انفرادی کانفرنس میں صرف انفرادی مسئللوں پر غور کیا جاتا ہے۔

(دسوائی باب)

## نصابی مشاغل

اردو میں اکثر تعلیمی اصطلاحات ابھی تشریع طلب ہیں مثلاً نصابی مشاغل CURRICULAR

اور معاون نصابی مشاغل CO-CURRICULAR ACTIVITIES) ہمارے یہاں

اسکولوں میں تعلیم کے ان بنیادی مقاصد کے ماننے سے کسی کو انکار نہیں کہ (۱) طالب علم میں شعور ذات کے حصول کا جذبہ بیدار ہو (۲) وہ مادی زندگی میں کسی دوسرے کا محتاج نہ رہے۔ (۳) اس کو شہری ذمے داریوں یعنی اپنے فرائض اور حقوق کا احساس ہو (۴) اور وہ انسانی رشتہوں سے واقف ہو یعنی وہ سماجی انسان ہو۔ لیکن یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی جاتی کہ کیا یہ مقاصد صرف درجے کے اندر درسی کتابوں کے پڑھانے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ شاید یہ بھی نہیں سوچا جاتا کہ سیکھنے کا بڑا مستند اور مشہور اصول ہے کہ کام کے ذریعے سیکھا ہوا علم زندگی کو بنانے اور سنوارنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ کتابی علم کے ذریعے آدمی کے اندر یہ اخلاقی صفت پیدا نہیں ہو سکتی کہ جو قدریں ماننے قابل ہیں ان کی سیوا میں آدمی اپنی خواہشیوں اور لاچوں اور مزدوں کو دبائے اور ان قدروں کی پوری پوری سیوا کرے اور ان کی سیوا کا جو حق ہے وہ پورا پورا ادا کرے۔ کتابی تعلیم میں سماجی رشتہوں کو مضبوط بنانے اور کسی کام کو مل جعل کرنے کی عادت بھی نہیں پیدا کرائی جاسکتی۔ یہ خوبی اور یہ صلاحیت تو کام کے ذریعے ہی پیدا ہوتی ہے۔ کام کے ذریعے دی جانے والی تعلیم میں سب کو مل کر کام کرتا سکھایا جاتا ہے۔ اس میں کمزور کو پہچھے نہیں چھوڑا جاتا۔ یہاں تمل جمل کر کام کرنے میں کھوئے سے کھوا چھلتا ہے یعنی آدمی کو آدمی سے بناہ کرنا پڑتا ہے اور پھر ہر آدمی میں یہ احساس پیدا کرایا جاتا ہے کہ سماج کا ہر کام ہر آدمی کا ہوتا ہے یعنی کام کے ذریعے تعلیم سے سماجی انسان پیدا کیا جاتا ہے۔ نظری تعلیم اور عملی تعلیم میں ربط پیدا کرنے ہی سے تعلیم کے بنیادی مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔ بقول ذاگر صاحب "ہاں زبان سے کبھی کبھی قومی ندرست، پڑوسی کے حقوق اور باہمی تعاون کی ملتیں ہو جاتی ہے لیکن کرنے کے کام باقوں سے انجام نہیں پاتے۔ کردار کی عادتیں گفتار سے بچتے نہیں ہوتیں۔ زندگی

سے حقیقی تعلق خیال اور احساس کے علاوہ عمل کا طالب بھی ہوتا ہے۔“ اہ اسی فلسفہ کے تحت امریکہ میں بیسویں صدی کے شروع میں یہ نعرہ مُبلنڈ کیا گیا تھا کہ طالب علم کی شخصیت کی ہر جہت نشوونما کے لیے اسکوں کی نیگرانی میں درجے کے اندر اور درجے کے باہر جو کام کرائے جائیں گے وہ سب نصاب کا حصہ ہوں گے اور ان سب کو نصاب تعلیم کہا جائے گا۔ نصاب کی اس تعریف کو عام طور سے دُنیا کے ہر ملک میں مان لیا گیا ہے اور ہر ملک اپنے تعیینی اور رادی وسائل کے مطابق مختلف قسم کے کاموں کا انتظام کرتا ہے۔ درجے میں جو کچھ پڑھایا جاتا ہے وہ عام طور سے ذہنی نشوونما کے لیے زیادہ اچھی غذا فراہم کرتا ہے اور درجے کے باہر جو کام کرائے جاتے ہیں ان کے ذریعے ہر ایک بچے اور بچی کو جسمانی، جذباتی اور سماجی نشوونما کے لیے بہترین غذائی ہے۔ اس طرح درجے کی تعلیم اور درجے سے باہر کے مشاغل جو درجے کی تعلیم کی طرح مدرسے اور استادی نیگرانی میں ہوتے ہیں تعلیم کا صحیح وسیلہ بن کر متعلم کی شخصیت کی ہمہ جہت نشوونما میں مددگار ثابت ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے ان سب کو نصاب تعلیم کے کرنسیابی اور معاون نصابی مشاغل کی تفہیق ختم کر کے صرف نصابی مشاغل کیا جانے لگا ہے۔ نصابی مشاغل کی مدد سے طالب علم کو جمہوری زندگی پس کرنے اور سماج کا ذمہ دار رکن بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان مشاغل کے ذریعے بچوں کی ضرورتیں پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ان کے انفرادی امتیازات کو جان کر انہیں مناسب کاموں میں مصروف رکھا جاتا ہے۔ ہم اس باب میں صرف ان مشاغل کی تشریح کریں گے جو درجے سے باہر مدرسے کی نیگرانی میں کرائے جاتے ہیں اور جن کو پہلے طور سے قابل ذکر یہ کام ہیں:-

- ۱۔ اسکوں اسٹبلی یا مدرسہ کا ترانہ
- ۲۔ بچوں کی حکومت یا طلبہ کی کونسل
- ۳۔ اسکوں کلب — ڈرامہ کلب، تقریری کلب، موسیقی کلب، ادبی کلب، تیراک کلب وغیرہ
- ۴۔ اسکوں کی تصانیف — رسائل اور احصار وغیرہ
- ۵۔ جماعتی اور انفرادی یا میدانی اور اندر وونی کھیل
- ۶۔ بچوں کا بنک اور بچوں کی دوکان

۷۔ مُرُغی خانہ اور چڑیا گھرو فرہ

۸۔ اسکاؤنگ۔

۹۔ نایشیں۔

۱۰۔ طلبہ کی انجمن برائے سماجی خدمات۔

نصابی مشاغل بالخصوص وہ جو درجے سے باہر استاد کی نگرانی میں کرائے جاتے ہیں اور جن کے کچھ نام اور پریے گے ہیں۔ طالب علم کی پوشیدہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور اسے وہ بنائے میں جس کے لیے اسے پیدا کیا جاتا ہے ان مشغلوں سے بڑی مدد ملتی ہے۔ بلکہ یوں کہیے کہ ان مشغلوں کے ذریعے ہی طالب علم کی شخصیت کی ہمہ جہت نشوونگا ہوتی ہے اس باب میں بتانا اور کچھ ناذرا مشکل ہو گا اور شاید کچھ بے محل بھی کہ کس شغل کے ذریعے طالب علم کی شخصیت میں کردار کی کیا خوبیاں پیدا ہو سکی ہیں اب تہ بخوبی اعتبار سے بتانا بے کار اور بے محل نہیں معلوم ہو گا کہ ان مشغلوں کے ذریعے درستے کے طلبہ میں کردار کی مندرجہ ذیل عادتیں پیدا ہوتی ہیں بشرطیکہ ان کاموں کو استادوں کی نگرانی میں باقاعدہ اور سلسل کرایا جائے۔ تعلیم کے لیے یہی وہ مشاغل ہیں جو انسان کو زندگی سے حقیقی تعلق پیدا کرانے میں خیال اور احساس کے گرداب سے نکال کر عمل کی دنیا میں پہنچا رہتے ہیں:-

۱۔ طالب علم کو سماجی مطابقت کا احساس دلا کر مطابقت پیدا کرنے کے طریقے معلوم ہوتے ہیں ان مشغلوں میں فرد کو فرد کے ساتھ اور فرد کو جماعت کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے اور ایک کو دوسرے کے رویوں کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔

۲۔ سماجی زندگی کے مختلف شعبوں میں دلچسپی لینے اور شرکت کرنے کا موقع ملتا ہے۔

۳۔ مختلف معاشرین سے متعلق درسی کتابوں اور عام کتابوں کے مطالعے کے ذریعے حاصل کردہ علم کی روشنی میں زندگی بصر کرنے اور زندگی کو سوارنے کا موقع ملتا ہے۔

۴۔ خالی اوقات کو مناسب تفریحی مشغلوں میں صرف کرنے کی تربیت حاصل ہوتی ہے۔

۵۔ اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار پیدا کرنے کے موقع ملتے ہیں۔

۶۔ اپنی ذاتی دلچسپیوں کو پورا کر کے زندگی کو دلچسپ اور بار آور بنانے کا موقع ملتا ہے۔

۷۔ پوشیدہ صلاحیتوں اور قوتوں کو اجاگر کرنے اور بعض مخصوص مہارتوں کو فرعی دینے کا موقع ملتا ہے۔

۸۔ ٹھر، سماج اور مدرسے کے درمیان قریبی تعلقات پیدا کرنے کا موقع ملتا ہے۔

۹۔ مدرسے کے صاف سترے اور منظرِ ماحول سے لطف اندوڑ ہونے کا موقع ملتا ہے اور پھر اس کی وجہ سے اچھا انسان، خاندان کا ذائقے دار رکن اور معقول شہری بننے میں مدد ملتی ہے گویا کہ طالب علم کو مجموعی اعتبار سے اپنی شخصیت کی ہمہ جہالت نشوونما (ذہنی، جسمانی، اخلاقی اور سماجی اعتبارے) کے لیے مواقع ملتے ہیں۔

مدرسے کے ان نصابی مشاغل کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر یوں تو متعلم استاد کو "استادوں کا مرد سہ" میں داخل کرتے وقت ہی اس کے تعلیمی معیار کو دیکھنے کے علاوہ یہ دیکھ لیا جاتا ہے کہ اسے اور کس قسم کے نصابی مشغلوں میں دلچسپی اور ہمارت حاصل ہے۔ تا ہم تعلیم و تربیت کے دوران بالخصوص مشقی تدریس کے دوران شرگاں استاد کو تھوڑا بہت وقت ان کاموں کو کرانے کے لیے ضرور سکانا چاہیے متعلم استادوں کو مشقی تدریس کے دوران یہ تجربہ بھی ضرور کرنا چاہتے ہیں کہ مدرسے کے عام عالات میں طلبہ کی دلچسپیوں کو پورا کرنے کے لیے کس قسم کے مشغلوں کو کس طرح کرایا جاسکتا ہے۔ انھیں ان کاموں کے لیے بال محل ایسی ہی تیاری کرنی چاہیے جیسی اسباق کو پڑھانے کے لیے کی جائی ہے۔

**نصابی مشغلے اور بچوں کی انفرادی ضرورتیں** :- نصابی مشغلے بچوں کی سماجی، اخلاقی اور جسمانی ضرورتوں کو مختلف قسم کے تجربوں کے ذریعے پورا کرتے ہیں۔ ان مشاغلی پس پشت سیکھنے کا یہ اصول کا فرمارہتا ہے کہ ہم کام کے ذریعے سیکھتے ہیں۔ ہم بس وہی سیکھتے ہیں جو ہمارے کام آتا ہے۔ کسی کام کے کرنے کے طریقوں کو محض کتاب میں پڑھ لینے یا نظری طور پر جان لینے کا مطلب ہرگز ہرگز یہ نہ سمجھا جائے کہ کام کرنا آگیا ہے۔ کام تو کام کرنے ہی سے آتا ہے۔ اسی لیے تدریس اور تعلم میں تجربے پر زور دیا جاتا ہے۔ "حرفے کے ذریعے تعلیم" پر زور دینے کی وجہ بھی یہی ہے نصابی مشاغل کے ذریعے طلبہ کو شہری فتنے داریوں کو سمجھ کر پورا کرنے کا موقع ملتا ہے۔ انھیں عملی طور پر جمہوریت کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے اور جو ذائقے داریاں دی جاتی ہیں ان کو دوسروں کے ساتھ مل کر پورا کرنے کا تجربہ حاصل ہوتا ہے مثلاً اسکوں میں جب "بچوں کی حکومت" کے ہندک داروں کا انتخاب ہوتا ہے تو استاد بچوں کو اچھے رہنمائی شخصیت کی خوبیوں اور شہری ذائقے داریوں (مدرسے کی ذائقے داریوں) کو تفصیل سے سمجھا سکتا ہے۔ انتخاب میں اسکوں کی تمام جماعتوں کے ایک ایک طالب علم کو ووٹ دینے اور اسیدواروں کے لیے کام کرنے کا موقع ملتا ہے یہاں طالب علم کو ووٹ کی اہمیت اور طاقت کا اچھی طرح اندازہ کرایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح جب جماعت مانیٹر کا انتخاب

کی جاتا ہے تو انتخاب کے طریقے اور ووٹ کی اہمیت اور اس کے استعمال کا طریقہ علی طور پر سکھایا جاسکتا ہے۔ غرض یہ کہ ”بچوں کی حکومت“ کے عہدے داروں کے انتخاب میں جمہوری طریقہ انتخاب کے تمام قواعد و صنوابط کو علی طور پر سمجھانے اور سکھانے کا موقع مل جاتا ہے اور جب منتخب عہدہ داروں کو کام کرنے کا موقع ملتا ہے تو انھیں کام کے دوران اور دس طرح کے تجربے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ڈراموں، کھیل کے میدان میں جا کر ہائی، فٹ بال اور کرکٹ وغیرہ گھیلوں کی مدد سے شخصیت کی نشوونما اور کردار کی تعمیر میں بے پناہ مدد ملتی ہے، اسکوں کے کلبیوں یعنی سارے بچی کلب، سامنسہ کلب، تیراکی کلب اور موسيقی کلب وغیرہ کے ذریعے تعلیم سے علم اور علم برائے زندگی حاصل ہوتا ہے۔ ان نصابی مشغلوں کی تنظیم اور ان کے استعمال میں یہ خیال ضرور رکھا جائے کہ اسکوں کے ہر ایک طالب علم کو اپنی صلاحیت اور دلچسپی کے مطابق کام میں حصہ لینے کا موقع مل سکے۔

نصابی مشاغل کو یا مقصد اور بار اور بنانے کے لیے انھیں تھیک سے منظم کیا جانا چاہیے اور ان کی نگرانی اور رہنمائی سمجھ دار اور تجربے کار استادوں کے ذمے ہوئی چاہیے۔ دراصل اسکوں ہر استاد کو کسی نہ کسی شغل کی نگرانی اور رہنمائی کے قابل ہونا چاہیے اسی لیے حتی الامکان یہ کوشش کی جائی چاہیے کہ متعلم استادوں کو مشقی تدریس کے دوران ان کاموں کے کرنے اور کرانے کا بھی خاطر خواہ تجربہ ہو سکے۔ اس تجربے کے لیے اکثر و بیشتر ”استادوں کے مدرسون“، میں طلبہ کی پوری تعداد کو مختلف ہاؤسنر (HOUSES) میں برابر برابر تقسیم کر دیا جاتا ہے اور پھر ہر ایک متعلم استاد کسی تجربے کار استاد کی نگرانی اور رہنمائی میں نصابی مشاغل میں حصہ لے کر ان کو کرنے اور کرانے کا تجربہ حاصل کرتا ہے۔ متعلم استاد کے کاموں کی جائیج کرتے وقت اس کی نصابی مشاغل میں سرگرمیوں اور کارگزاریوں کو بھی اہمیت دی جائی چاہیے اور مندرجہ ذیل صلاحیتوں کو متعلم استاد کے داخلے کے وقت اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد بھی ضرور دیکھنا چاہیے تاکہ یہ یقین ہو سکے کہ کون متعلم استاد، استاد بننے کے بعد کس قدر مفید اور کار آمد استاد بن سکے گا:-

- ۱۔ رڑکے اور رڑکیوں کے کاموں میں مشورہ دینے اور رہنمائی کرنے کی صلاحیت اور تو انانی۔
- ۲۔ دوسروں کی دلچسپیوں کے مطابق ان میں جوش و خروش پیدا کرنے کی قوت اور صلاحیت۔
- ۳۔ طلبہ اور طالبات کے ساتھ کام کرتے رہنے کے باوجود اپنے وقار اور اپنی عزت کو باقی رکھنے کی صلاحیت۔

۴۔ مختلف کاموں میں دلچسپی یا مختلف النوع دلچسپیاں۔

- ۵۔ لوگوں کے ساتھ مل جمل کر رہنے اور کام کرنے کی صلاحیت۔
  - ۶۔ سماجی زندگی کے مسئللوں سے واقفیت۔
  - ۷۔ بچوں کے ساتھ رہ کر کام کرنے کا شوق اور وولہ۔
  - ۸۔ تیار کردہ منصوبے اور سوچے سمجھے پروگرام میں حسب ضرورت تبدیلی کر لینے کی صلاحیت۔
  - ۹۔ تحکماۃ اندازا اختیار کیے بغیر پیار محبت کے ساتھ رہنمائی کرنے کی صلاحیت۔
  - ۱۰۔ بندہ سنجی اور خوش مذاقی۔
  - ۱۱۔ کم از کم کسی ایک مشغله میں ماہر ہونا یا کسی ایک مشغله میں رہنمائی کر سکنے کے قابل ہونا۔
  - ۱۲۔ تمام طلبیہ کے ساتھ بغیر کسی رعایت، اور امتیاز کے لیکسائیں سلوک کرنا اور سب کو اپنا عزیز سمجھنا۔
  - ۱۳۔ طلبیہ کی ضرورتوں اور دشواریوں کو سمجھ کر ان کی اچھائیوں اور خوبیوں کی تعریف کرنا۔
  - ۱۴۔ نئے حالات اور وسائل کا ہدایت سلسلے اور پُر وقار طریقے پر پتا لگانے۔
  - ۱۵۔ طلباء کے کاموں کے نتائج سے زیادہ ان کے طریقہ کار اور لگن کو دیکھ کر خوش اور مطمئن ہونا۔
- مشقی تدریس کے دوران متعلم استادوں کے لیے یہ بات ہدایت اہم اور ضروری ہے کہ وہ مشقی تدریس کے اسکولوں میں ہونے والے نصابی مشاغل کا یہ نظر غائر مشاہدہ کریں۔ ان میں شریک ہوں اور ان کے اثرات کو دیکھ کر اسکول کی ترقی اور کامیابی کا اندازہ کریں۔ تعلیمی اعتبار سے مفید اور کار آمد مشاغل وہی ہوتے ہیں جو سماجی اعتبار سے نفع بخش اور قابل عمل ہوتے ہیں۔ جن کے ذریعے طلبیہ کی بنیادی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں۔ جن میں بچے اپنی خواہش اور شوق سے دلچسپی نہیں اور جن کو کرتے رہنے سے مسلسل فائدہ ہوتا ہے۔ متعلم استاد کی کوششوں کی کامیابی کا بہترین ثبوت یہ ہوتا ہے کہ جو کام بچوں کے لیے مفید اور کار آمد سمجھ کر شروع کرائے جائیں۔ ان میں سب خوشی خوشی شریک ہوں اور وہ سب مل کر ان کو اس طرح انجام دیں کہ وہ کام کسی ایک کے لیے نہیں بلکہ پوزے مدرسے کے لیے ہیں۔ وہ کام کسی ایک کے لیے نہیں بلکہ سب کے لیے ہیں اور ان کی وجہ سے ان سب کے اسکول کی عزت اور شہرت میں امناف ہوتا ہے۔

(گیارہواں باب)

## مشقی تدریس کی تقویم یا تعیین قدر۔

(EVALUATION)

تعلیمی تجربہ کوئی بھی ہواگر اسے پورا کرنے یا اختتم کرنے کے بعد مقررہ مقاصد کی روشنی میں پرکھا ہمیں جاتا ہے تو اسے تعلیمی تجربہ نہیں کہا جائے گا۔ استادوں کی تعلیم اور تربیت کے پروگرام میں مشقی تدریس کے تجربے کو جو خاص اہمیت دی گئی ہے اس کی بنابر تعریف قدر کو اس تجربے کا لازمی جزو مانا جاتا ہے۔ مشقی تدریس کی نکرانی اور اس پورے تجربے کو زیادہ سے زیادہ کار آمد اور مفید بنانے کے لیے بہت سی کوششیں اور بہت سی تحقیقات ہو رہی ہیں لیکن تعیین قدر کے نظریے اور عمل میں جو خوش آئند تبدیلیاں کی گئی ہیں ان کی افادیت اور اہمیت عالم گیر مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ آج کل تعیین قدر کے نظریے کی روشنی میں نکرانی استاد کو یہ اختیار حاصل نہیں رہا کہ وہ جس متعلم استاد کو ایک مرتبہ اچھا یا بُرا کہ دے گا بس اسی کو اچھامان یا جائزے گا۔ آج کل تعیین قدر کا مقصد یہ نہیں کہ متعلم استاد یا طالب علم کی صرف علمی تحصیل کی جائیج کی جائزے۔ آج تعیین قدر میں صرف مخصوص مہارتوں اور علمی قابلیت کی پہمایش نہیں کی جاتی بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ تعلیم کے ذریعے متعلم کی شخصیت کی نشوونما پر کیا اثر ہوا ہے۔ مشقی تدریس کے پروگرام میں تعیین قدر سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ متعلم استاد کی شخصیت میں بحیثیت استاد کیا تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ مشقی تدریس کے ذریعے اس کے اندر کتنی سماجی اور اخلاقی اقدار پیدا ہوئی ہیں۔ اس کے روپیوں میں اپنے پیشے سے منتعلق کیا تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ اسے استاد بننے میں کتنا فخر محسوس ہوتا ہے۔ اس نے استاد بننے کے لیے طریقہ تدریس کو سیکھنے میں کیا کوشش کی ہے۔ وہ سماجی اعتیارات سے اپنی شخصیت کو کتنا متوازن بناسکا ہے۔ اس نے طلبہ کے انفرادی امتیازات کو سمجھنے میں کتنی ترقی کی ہے۔ یعنی جمیعی اعتیارات سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ مشقی تدریس کے ذریعے متعلم استاد کو اچھا استاد بننے کے لیے کیا کچھ حاصل ہوا ہے۔

مشقی تدریس میں تعیین قدر کو دو طرح سے دیکھنا اور سمجھنا ہوتا ہے۔ ایک تو متعلم استاد کے نقطہ نظر سے کہ اس نے اپنی تعلیمی کوششوں میں کتنی کامیابی حاصل کی ہے۔ دوسرے مشقی تدریس کا پروگرام بنانے والے استادوں کے نقطہ نظر سے کہ مشقی تدریس کا پروگرام جمیعی اعتیارات سے کتنا کامیاب رہا ہے۔ اس دوسرے نظریے کے تحت مشقی تدریس کے درسے کے انتخاب، استاد جماعت

کے انتخاب، نگران استاد کے انتخاب اور ان کی شخصیتوں اور ان کے رول پر بحث کرنا ضروری ہوتا ہے اس لیے ہم اس کی تفصیل اور بحث میں نہیں پڑنا چاہتے۔ ہم مشقی تدریس میں تعین قدر پر صرف متعلم استاد کے نقطہ نظر اور فائدے کے پیش نظر بحث کریں گے اور سب سے پہلے اس کے مقاصد اور پھر طریقہ استعمال روشی ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔

مشقی تدریس کا پروگرام تو دراصل تدریس کا ابتدائی ہوتا ہے۔ اس پروگرام کے دوران میں ابتدائی اصولوں اور طریقے کی تھوڑی مشق کرائی جاتی ہے اور یہ امید کی جاتی ہے کہ متعلم استادوں کو اس کے بعد خود مزید مطالبے اور تجربے کے ذریعے تدریس کو کامیاب بنانے کا شوق پیدا ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ تعین قدر کو مشقی تدریس کا لازمی جزو مانا جاتا ہے لیکن نگران استادوں کی ذرا سی بے رُخی اولاً پرواہی کی وجہ سے اکثر متعلم استادوں میں اس کی وجہ سے احساسِ مکتری اور یہ اطمینانی پیدا ہو جاتی ہے اور اپنی شروع ہی سے یہ خوب ہو جاتا ہے کہ وہ اچھے نبڑوں سے کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ اس کے برعکس جہاں کہیں نگران استاد مشقی تدریس کے شروع ہی میں متعلم استادوں کے اندر ایک قسم کا اعتماد پیدا کر دیتے ہیں اور ان کے مشورے اور تعاون سے مشقی تدریس کا پروگرام مرتب کرتے ہیں تعین قدر کے دوران ان کے مشوروں کو مانتے ہیں تو وہ خود نہایت اعتماد اور خوشی سے اپنے کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

تعین قدر کے جدید نظریے کے تحت اس کا اصل مقصد متعلم کی مدد کرنا مانا جاتا ہے اور تعین قدر کرتے وقت متعلم کی پوری شخصیت کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ تاکہ متعلم کو اپنی تمام ترقیات کے اور اچھائیوں کا اچھی طرح اندازہ ہو سکے اور پھر وہ نگران استاد کی رہنمائی میں کمزوریوں کو دور کر کے اچھائیوں میں اضافہ کرنے کی طرف متوجہ ہو۔ متعلم استاد کے مسئللوں کو حل کرنے میں تجربے کا نگران استاد پہلے اس کی اچھائیوں کو سامنے لاتے ہیں اور پھر فتح رفتہ کمزوریوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں اس طرح متعلم استاد کو کمزوریوں کا شکار بننے سے بچا لیا جاتا ہے۔ اچھائیوں کو مرکز بناتا کہ کمزوریاں دور کرنے میں متعلم استاد ہمت نہیں بارستا ہے۔ اچھائیوں کی تعریف کرنے یا اچھائیوں کو دعایاں کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ کمزوریوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ مشقی تدریس کے دوران اچھائیاں بتاتا کہ کمزوریوں کا ذکر کرتے ہیں متعلم استاد کی ہمت افزائی ہوتی ہے اس میں خدا اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور اسے اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کا شوق ہوتا ہے۔

اگر تعین قدر کو محض پیمائش کا ذریعہ بنالیا جائے تو وہ بے کار ہے۔ اسے موڑا اور کامیاب

بنانے کے لیے قابل استعمال بنانا ہوتا ہے اور قابل استعمال بنانے کا مطلب یہ کہ اس کے ذریعے متعلم استاد کے مسلوں کو حاصل کر کے تدریس کو دلچسپ اور کامیاب بنایا جائے۔ اور یہ بارت اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب اپنے یوں کے ذریعے ملزم دوڑیاں دور کی جاسکیں۔

یہ سمجھنا غلط ہے کہ تعین قدر کا تعلق مخفی ان مقاصد اور نتائج سے ہوتا ہے جو تدریس کے ذریعے متعلم کو اپنے کاموں کی بدولت حاصل ہو جاتے ہیں۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ مشقی تدریس کے ذریعے متعلم استاد کے رویوں میں خاطرخواہ تبدیلیاں ہو رہی ہیں یا نہیں۔ یا یوں کہیے کہ مشقی تدریس میں تعین قدر کے ذریعے ان تمام مشغلوں اور فنی داریوں کے نتائج کو دیکھا جاتا ہے جو مشقی تدریس کا لازمی حصہ سمجھے جاتے ہیں اور جن کی مشق اور تجربے کے بغیر استاد کو اپنے پیشے میں کامیابی حاصل کرنا مشکل ہوتا ہے مثلاً

۱۔ باہمی تعلقات اور سماجی رشتہوں کو سمجھنا۔

۲۔ طلبہ اور طالبات سے واقف ہونا اور ان کی سماجی، ذہنی، جسمانی اور اخلاقی نشوونما کو سمجھنا۔

۳۔ ایک مناسب اور معقول نظریہ تعلیم متعین کرنا جس کی روشنی میں یا جس کے مطابق استاد، مدرسے اور دوسرے سماجی اداروں کا جو تعلیم میں مردگار ثابت ہوتے ہیں روں سمجھنا۔

۴۔ یہ سمجھنا کہ تعلیمی تجربوں کو کس طرح پیش کیا جاتا ہے اور پھر انہیں تعلیم کے لیے کس طرح مفہید اور کار آمد بنایا جاتا ہے۔

۵۔ یہ سمجھنا کہ سماجی وسائل کو کس طرح معلوم کیا جاتا ہے اور پھر ان سے کس طرح فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

۶۔ پڑھانے کے لیے مناسب اور کامیاب طریقے اور تدریس سی سوچ کر انہیں استعمال کرنا۔

۷۔ یہ سمجھنا کہ دوسروں کے ساتھ جمہوری طریقے پر کس طرح جمل کر کام کیا جاتا ہے۔

۸۔ یہ سمجھنا کہ امدادی اور توصیحی سامان کو کس طرح منتخب کیا جائے اور پھر اسے کس طرح استعمال کیا جائے۔

۹۔ یہ سمجھنا کہ اسی تدریسی صلاحیتوں اور قوتیوں کا اندازہ قدر کس طرح کیا جاتا ہے۔

۱۰۔ معلمی کے پیشے کی دُشواریوں، مرتبے، تنظیم اور اخلاقیات کو سمجھنا اور استاد ہونے پر فخر کرنا۔

اب مشقی تدریس میں اندازہ قدر کے ذریعے یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ متعلم استاد کو ذکورہ بالا اموں میں سے کس کام میں کتنی رہنمائی اور مردگی ضرورت ہے اور پھر اس کو جاننے کے بعد سب ضرورت

اس کی ضرورت کو پورا کیا جائے مثلاً ایک متعلم استاد تعینِ قدر کے طریقوں کے استعمال میں نیاز مند علم ہوتا ہے تو اسے وہ طریقے سکھا سے جائیں۔ ایک استاد کا طریقہ تعلیم کمزور ہے اس کی طریقہ تعلیم کو بہتر کرنے میں مدد کی جائے وغیرہ۔ اگر کوئی نگران استاد اپنے متعلم استادوں کی کمزوریوں اور ضرورتوں کو جان کر لئے رکھنے اختیار کر لیتا ہے تو تعینِ قدر سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس کی ذمے داری اور فرض تو یہ ہے کہ متعلم استاد کو اس کی ضرورتیں اور کمزوریاں سمجھا کر ان کو دور کرنے کا طریقہ سمجھائے۔ سیکھنے کا بہترین اصول ہی ہے کہ طالب علم اپنی کمزوریوں کو جان کر اور ضرورتوں کو سمجھ کر اپنیں دور کرنے اور پورا کرنے کی کوشش کرے اور مسئللوں کو حل کرنا سکے۔ اگر ہو سکے تو ضرورت کے وقت متعلم استاد کا مجموعی رکارڈ (CUMULATIVE RECORD) بشرطیکہ دفتر میں موجود ہو ضرور دیکھ لینا چاہیے۔ متعلم استاد کی کمزوریوں اور ضرورتوں کو جاننے کے بعد خود اس کے مشورے سے ان کو پورا کرنے اور دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور مشقی تدریس کے پروگرام کے تعینِ قدر میں بھی متعلم استاد کے مشورے پر عمل کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ تعینِ قدر کے جدید نظریے کے تحت اس بارے پر خاص طور سے زور دیا جاتا ہے کہ جو شخص جس کام کو کرتا ہے اس کے نتائج کو پرکھتے وقت کام کے کرنے والے کی رائے اور مشورے کو پرکھنے کے بعد اس پر عمل کیا جائے۔ اس طریقہ کارکی وجہ سے ہر ایک متعلم استاد کو زیادہ سے زیادہ ترقی کرنے کا موقع مل سکتا ہے۔ اگر تعینِ قدر کو عمل مسلسل مان کر مشقی تدریس کے دوران روزانہ تعینِ قدر کیا جائے اور متعلم استاد کو نتائج سے باخبر رکھا جائے تو وہ آسانی سے اپنی اصلاح کر سکتا ہے۔

ہم پھر ہی کہیں گے کہ تعینِ قدر مقررہ اور متعین مقاصد کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ مثلاً

(۱) متعلم استاد کے طریقہ تدریس کو بہتر کرنا: اس مقصد کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مشقی تدریس سے متعلق اساتذہ متعلم استاد کو شروع ہی میں یہ سمجھادیں کہ وہ تدریس کی کامیابی کا اندازہ کن اقدار اور کن صفات کی روشنی میں کریں گے تاکہ وہ ان ہی اقدار اور صفات کو حاصل کر کے اپنے طریقہ تدریس کو کامیاب اور موثر بناسکے۔

(۲) متعلم استاد کو تدریسی کامیابی حاصل کرنے کا شوق دلانا اور اسے اس بات پر آمادہ کر لینا کہ کس طریقہ تعلیم کے ذریعے کس طرح کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس مقصد کے لیے متعلم استاد کو ترقی کا شوق دلائے کام کرنا ہوتا ہے اور اسے کام پورا کرنے کے بعد خدا اپنی کوششوں کے نتائج کو جا پخنچنے اور پرکھنے پر آمادہ کر دیا جاتا ہے تو سمجھیے کہ اسے کامیابی کی منزل تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔

(۱) ان لوگوں کے باہمی تعلقات کی اہمیت کو سمجھانا جو کسی ایک ہی مقصد کے لیے مختلف سطحوں پر مختلف کام کر رہے ہیں۔ مثلاً اسکوں میں استادوں اور نگران مدرسہ کے تعلقات، استادوں اور والدین کے تعلقات وغیرہ۔

(۲) مناسب اور موزوں فلسفہ تعلیم متعین کرنے میں مدد کرنا۔ ایسا کرنے سے متعلم استاد کو بہت سی دشواریوں سے بچاتے ہیں اور وہ اس کے مطابق اپنا، اپنے ساتھیوں کا، اپنے مدرسے اور دوسری تعلیمی ایجنسیوں کا روول متعین کر سکے گا۔

(۳) نظری تعلیم اور اس کے عملی پہلو کو تجربے کی روشنی میں دیکھنا۔ یعنی یہ دیکھنا کہ نظری تعلیم اصول تعلیم اور نفسیات تعلیم وغیرہ کے مطابق پڑھایا جا رہا ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو کیوں؟ اور ان دونوں میں کس طرح ہم آہنگ پیدا کی جاسکتی ہے۔

(۴) یہ دیکھنا کہ متعلم استاد اپنے شاگردوں کے کاموں کے تعین قدر میں کیا اختیار کرنا ہے اس لیے کہ مشقی تدریس کی وجہ سے طلبہ کو مستقل استادوں کے پڑھانے کے مقابلے میں متعلم استادوں کے پڑھانے سے زیادہ فائدہ ہونا چاہیے۔

جس طرح تدریس کے مختلف طریقے میں اور اس کو کامیاب بنانے کے لیے مختلف قسم کی تدبیریں اختیار کی جاتی ہیں اسی طرح متعلم استادوں کے مختلف قسم کے کاموں کے ذریعے ان کی نشوونما اور ترقی کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ آپ اپنے لیے جو بھی طریقہ کارااختیار کریں لیکن یہ نہ یہو لینے کا ان صفات اور خوبیوں کو ضرور دیکھتا ہے جو عام طور سے تمام طریقوں میں مشترک پائی جاتی ہیں یا جن کی اہمیت اور افادیت کو کسی بھی طریقے میں نظر انداز نہیں کیا گیا ہے مثلاً

۱۔ تعین قدر تدریس کا لازمی اور اہم جزو ہے اور اسے پہلے دن سے شروع کر کے آخر دن تک استعمال کرنا چاہیے۔ تعین قدر کو تدریس کے ختم ہونے کے ساتھ ہی ختم کیا جائے۔ تدریس خواہ مشقی ہو یا مستقل۔ تعین قدر میں خاص طور سے درجے کی صورت حال پر نظر رکھ کر یہ دیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ کیا درجے کا ماحول سمجھنے کے لیے مناسب حال اور موثر ہے؟ کیا استاد اور طلبہ کے درمیان بامعنی طور پر تعامل ہو رہا ہے؟ کیا استاد نے طلبہ کے انفرادی امتیازات کو جان کر ہر ایک طالب علم کو کام میں لگا رکھا ہے وغیرہ۔

(۲) تعین قدر یا تقویم کے عمل کو موثر اور کامیاب بنانے کے لیے سب سے پہلے متعلم استاد کو اپنی اہمیت اور کام کا اندازہ کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ نگران استاد کا فرض ہے کہ وہ ایمان دارانہ

اد مرصدی طریقے پر تعین قدر کے عمل میں مددگار ثابت ہو۔ اس کا فرض ہے کہ ان سباب کو کچھ نہیں میں مددگرے جن کی وجہ سے اسے خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہو رہی ہے یا حاصل نہیں ہو سکی ہے۔

(۳) تعین قدر کے عمل کی بنیاد وہ مقاصد ہوتے ہیں جو پہلے سے طے کر کے کمکھادی یہ جاتے ہیں اور ان مقاصد کے تعین میں ان سب لوگوں کا مشورہ شامل تال رہتا ہے جو مشقی تدریس تے متعلق ہوتے ہیں۔ عام طور سے مقاصد کا تعین نگران استاد اور متعلم استاد کے مشورے سے ہوتا ہے۔

(۴) تعین قدر یا تقویم کا عمل دراصل ثابت اور واضح ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے متعلم استاد کو ترقی کرنے اور کام کو بہتر طریقے پر انجام دینے میں مدد ملتی ہے۔ اس کے ذریعے آج کے کام اور بحث بے سے کل بہتر پلانگ کر کے بہتر نتائج حاصل کیے جاتے ہیں۔ تعین قدر سے غلطیوں کو سچھ کر انھیں دور کرنے میں مدد ملتی ہے اور اچھائیوں کو جان کر مزید ترقی کے لیے بہت افرادی ہوتی ہے۔ اس کام کو اسی وقت سے شروع کر دیا جاتا ہے جب سے متعلم استاد مشقی تدریس شروع کرتا ہے۔ اچھا استاد تعین قدر کے ذریعے متعلم استاد کی پھر اس انداز میں مدد کرتا ہے کہ اسے مستقبل میں اپنے لیے ترقی کی راہیں تلاش کر کے ان پر چلنے میں دشواری نہیں ہوتی۔

(۵) تعین قدر کے ذریعے متعلم استاد کی جملہ کوششوں، نظریوں اور کاموں کو دیکھا جاتا ہے تاکہ شخصیت کی پوری نشوونما کا اندازہ ہو سکے۔

(۶) تعین قدر کے عمل میں عام طور سے جو ذرائع استعمال کیے جاتے ہیں وہ یہ ہیں :-

(۱) متعلم استاد کا مجموعی مکمل رکارڈ (CUMULATIVE RECORD) اور پورا کام۔

(۲) متعلم استاد کی رائے سے متعلق سوال نامہ اور اس کے جوابات۔

(۳) متعلم استاد اور نگران استاد کی کانفرنس اور مختلف ہاؤسون یا کلبوں کے نام۔

(۴) متعلم استاد کی ڈا�سی، اس باقی کے اشارے اور امدادی سامان۔

(۵) نگران استادوں کی رائے۔

(۶) اجتماعی تعین قدر :- پہلے تمام متعلم استادوں کے کاموں کو نایش کی شکل میں بالترتیب لگادیا جاتا ہے پھر ہر ایک متعلم استاد کو اپنے اور اپنے دوسرے ساہیوں کے کاموں کو دیکھ کر اپنی رائے قلم بند کرنی ہوتی ہے اس کے بعد نگران استاد اپنی رائے پر جو کہ دوران تدریس قائم کی جاتی ہے دوبارہ غور کر کے متعلم استادوں سے تبادلہ خیالات

کرتا ہے۔

(۷) بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ نگران استاد ہر ایک متعلم استاد کو علاحدہ علاحدہ بلا کراس کے کام کو جانجا ہے اور مفید شورے دے کر اس کو اصلاح کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ بعض ملکوں میں متعلم استاد کے پڑھنے کو ٹیپ کر کے بعد میں وی۔ سی۔ آر کے ذریعے سبق کو دیکھنے کا موقع دے کر صحیح مشورہ دیا جاتا ہے۔

(۸) جمہوریت کے عام اصولوں کے مطابق ہر صورت حال میں فرد کی شخصیت، اہمیت، عترت اور اس کے جذبات کا احترام کیا جاتا ہے۔

(۹) تعین قدر کے طریقے کی کامیابی کا ایک ثبوت یہ ہے کہ تعین قدر کے بعد ہر ایک متعلم استاد یہ محسوس کر سکے کہ اس نے مشقی تدریس کے دوران چکھا ہے اور اسے اپنے طریقہ کار کو بہتر بنانے میں مدد مل ہے۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو سمجھیے کہ تعین قدر یا تقویم کا عمل بے کار رہا ہے۔

(۱۰) تعین قدر کا سب سے زیادہ اہم مقصد ہونا چاہیے کہ متعلم استاد کے ذریعے اس کی جماعت کے طلبہ زیادہ سے زیادہ سیکھ سکیں اور ان کی شخصیت کی نشوونما میں مدد مل سکے نیز متعلم استاد کو فن تدریس میں کامیابی حاصل کرنے کا یقین ہو سکے۔

مشقی تدریس کے تعین قدر میں مندرجہ ذیل باتوں کو فنریز دیکھا جائے۔

۱۔ متعلم استاد بحیثیت انسان :- (۱) جسمانی خصوصیات (عام صحت، بنیانی اور سماعت کی درستی اور طرز لفتگشتوں وغیرہ)

ب۔ ذہنی خصوصیات (ذہانت، سماجی، تعلیمی اور معاشی مسائل میں تعلیمی۔ جمہوریت میں یقین وغیرہ)

ج۔ سماجی روحانیات (۲) ملکی اور محبت (ذ) خوش مذاقی وغیرہ

۲۔ متعلم استاد بحیثیت کامیاب استاد :- سفہمن میں اپنے استاد کی شخصیت کی خصوصیات (یہی جامیں اور دیکھا جائے کہ اس میں ایسا قیمتی کو تیار کرنے کی کتنی مسالہ ہیں میں۔

۳۔ متعلم استاد بحیثیت اچھا شہری :- سفہمن میں اپنے شہری کی خصوصیات کو دیکھا جائے۔

۴۔ متعلم استاد بحیثیت سماجی رکن :- دیکھا جائے کہ وہ اپنے گھر، غاندان اور ہم پیشہ لوگوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرنا ہے۔

۵۔ متعلم استاد بحیثیت عالم :- دیکھا جائے کہ اس کا مبلغ علم کتنا گہرا اور کتنا وسیع ہے۔

۶۔ متعلم استاد بحیثیت کو سلار اور رہنماء:- دیکھا جائے کہ اس میں دوسروں کو مطمئن کرنے اور دوسروں کی رہنمائی کرنے کی کتنی صلاحیتیں ہیں۔

۷۔ متعلم استاد بحیثیت منتظم:- دیکھا جائے کہ اس میں کام کرنے، دوسروں سے کام لیتے اور مسائل کو سلچانے کی کتنی صلاحیتیں ہیں۔

(بارہواں باب)

## مشقی تدریس کا ایک اہم پہلو۔ سماجی خدمت

استادوں کی تعلیم و تربیت کا اولین مقصد فن تدریس کو بہتر بنانا ہے اور تدریس کی بہتری سے مدرسہ بہتر بنتا ہے اور مدرسے کے بہتر ہونے سے سماج بہتر بن سکتا ہے۔ تدریس کی بہتری تعلیم کی طرح امداد باہمی اور اشتراکِ عمل کی محتاج رہتی ہے تدریس کی بہتری کے لیے استاد کو نہ صرف طلباء بلکہ ان کے والدین، مدرسے کے نزگاں، مدرسے کے منتظرین اور تعلیمی سپرواائز کے تعاون اور امداد کی ضرورت ہوتی ہے اور اس ضرورت اور حاجت کو پورا کرنے کے لیے خود استاد کو پیش قدمی کرنی پڑتی ہے۔ امداد باہمی اور اشتراکِ عمل، دونوں کی تین دن خدا یک فن ہے اور یہ ای قابل قدر فن۔ یہ فن بھی تدریس کی طرح علم اور عمل دونوں کے باہمی تجویز کے اور تعاون سے حاصل ہوتا ہے اس کے لیے بھی تدریس کی طرح مخصوص نظریات اور اصولوں کی روشنی میں تجربے اور مشق کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ ماہرین تعلیم اور ماہرین سماجیات کا اصرار ہے کہ متعلم استادوں کو مشقی تدریس کے دوران دوسروں کا تعاون حاصل کرنے، دوسروں کے ساتھ کھوئے سے کھو املا کر چلنے اور سماج کو اپنی طرح جاننے کا فن سکھانے میں سکھنے کے اس اصول پر زیادہ عمل کرنے کا موقع دیا جائے کہ ہم کام اور تجربے کے ذریعے سکھتے ہیں۔ کام اور تجربے کے ذریعے سکھا ہوا علم اور فن زندگی میں کام آتا ہے۔

استاد دراصل مدرسے اور سماج کو جوڑنے والی کڑی ہوتا ہے۔ اسے خود یہ سمجھنا چاہیے کہ مدرسہ سماج کا حصہ ہوتا ہے اور جو بچے مدرسے میں تعلیم پاتے ہیں ان کی دُنیا صرف مدرسے تک محدود رہتی ہے۔ مدرسے کی زندگی دلچسپ ہو تو بچوں کی زندگی دلچسپ۔ مدرسے کی زندگی بے کیف تو بچوں کی دُنیا بے کیف۔ ابھا استاد سماج کی مدد سے مدرسے کی دُنیا کو پُر لطف اور بامعنی بناتا ہے۔

وہ اپنے طلبہ اور اپنے لیے سماج کو اور سماج کی مدد سے کو زندگی کی تجربے گاہ بناتا ہے۔ وہ سماج سے واقع ہونے کے لیے خود کو سماج کا لازمی جڑ بنا لیتا ہے اور سماج کی اصل دولت (بچت) کا محافظ اور رہنا ہوتے کے ناطے پوری سماج کو اپنے ساتھ لگاتے رکھتا ہے اور پھر پتوں اور ان کے والدین کے ذریعے سماجی مسئللوں کو سمجھ کر ان کو حل کرنے کے طریقے سکھانے کی کوشش کرتا ہے جو استاد سماج سے علاحدہ رہتا ہے۔ سماجی مسئللوں سے بے نیاز اور بے خبر رہتا ہے اس کی نہ تو مدرسے میں عزت ہوتی ہے اور نہ ہی سماج اس کو غلط میں لاتا ہے۔ وہ تو سماج کی نظروں میں کرایہ کاٹ دیکھا جاتا ہے۔ تعلیم براۓ زندگی اور بذریعے زندگی کے اصول میں یقین رکھنے والے تعلیمی کارکن یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہر مدرسے کو سماجی زندگی کا بہترین نمونہ ہونا چاہیے اور اسے اپنے گرد و پیش کے سماج اور اس کی زندگی کو بہتر بنانے کی کوششوں میں اگوائی حیثیت سے حصہ لینا چاہیے۔ خیال یہ ہے کہ ہم اپنے مدرسوں کی زندگی کو اپنے گرد و پیش کی سماجی زندگی سے اس قدر قریب اور ہم آہنگ کرنا چاہیے کہ ایک کو دوسرے سے رہنمائی اور تقویت حاصل ہو سکے۔ اس کام کو انجام دینے کے لیے متعلمان استادوں کو مشقی تدریس کے دوران تجربے کا موقع دیا جائے اور تجربے کے ذریعے سمجھایا جائے کہ تعلیم کا نسبت المیں سماجی خدمت اور سماجی اصلاح ہے اور یہ خیال اسی وقت شرمندہ تبیر ہو سکتا ہے جب سماج کا ہر فرد ہر کام کو سماجی کام سمجھ کر دوسروں کے ساتھ مل کر کام کرنے میں مکالم حاصل کرے۔

استادوں کی تعلیم و تربیت کا کام کرنے والوں کو خود سے یہ سوال دریافت کرنا چاہیے کہ انھیں تعلیم و تربیت مختصر سی مدت میں کس قسم کے تعلیمی اور تربیتی منصوبوں کو اہمیت دینی چاہیے۔ انھیں اہمیت تعلیم، نفسیات تعلیم اور درسی معنا میں پڑھانے کے طریقے پڑھا کر مطمئن ہو جانا چاہیے یا سماجی اور معاشی حالات اور تربیت سے متعلق مسئللوں کو سمجھانے اور ان کو حل کرنے کے طریقوں کو سکھانے میں زیادہ وقت صرف کرنا چاہیے۔ اگر تعلیم زندگی کے لیے ہے اور زندگی کے ذریعے ہے تو مدرسے اور سماج کے درمیان جو غلظیح حاصل ہو گئی ہے اسے پڑھنا پڑے گا۔ انھیں بچوں کی تربیت اور پرورش کے جدید طریقے سکھانے ہوں گے۔ انھیں زیادہ سے زیادہ وقت یہ بتانے میں صرف کرنا ہو گا کہ فرد اور ایک زندہ سماج کے ہونے والے زندہ شہری کی حیثیت سے بچے کی کس طرح پرورش کی جاتی ہے۔ متعلم استادوں کو جاننا ہو گا کہ علم سے طالب علم کو سماج کا اچھا شہری بننے میں کس طرح مدد مل سکتی ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے معلم استادوں کو برآہ راست بچوں اور ان کے والدین کی زندگی میں شریک ہونا ہو گا اور انھیں بچوں کو مختلف موقوں پر مثلاً کھیل کے میدان میں مدرسے کے اندر مختلف کاموں میں، گھر میں اور گھر سے

بامہر ہم جو لوگوں میں چلتے پھرتے، کھیلے کو دتے اور کام کرتے دیکھنا ہو گا۔

مشقی تدریس کی مشق اور مہارت کے لیے متعلم استادوں کو اس پاس کے مدرسون میں بھیجا جاتا ہے تدریس کی کامیابی یقیناً امداد باہمی اور اشتراک عمل چاہتی ہے۔ چنانچہ متعلم استادوں کو عملی طور پر مسلوں کو سمجھنے اور انہیں حل کرنے کے طریقے سکھانے چاہئیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ سماج میں مدرسے کی کیا اہمیت ہوتی ہے اور اس کے ذریعے سماجی زندگی کو کتنا اور کس طرح خوش گوار بنا یا جا سکتا ہے۔ چنانچہ استادوں کی تعلیم کے اداروں کے استادوں کو تدریس کے طریقوں کی مشق اور عین مہارت توں کے پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ان سب طریقوں کے استعمال کی بھی مشق کرانی چاہیے جن کے ذریعے مدرسے اور سماج کے درمیان قربت اور یگانگت کا رشتہ قائم ہو سکے۔ جب کوئی استاد کسی سماجی تنظیم کے ذریعے سماج کو مدرسے کے قریب لانے کی کامیاب کوشش کرتا ہے تو سمجھیے کہ وہ خود کو بھی سماج کی نظرؤں میں تھا بناتا ہے۔ اپنے مدرسے کی عزت اور شہرت میں بھی اپنا ذکر تا ہے اور سماج کی خدمت کا بھی حق ادا کرتا ہے۔

**ایک اہم سوال :-** اس کام کے سلسلے میں ہمیں یعنی استادوں کی تعلیم کے اداروں کے تیار کر رہے ہیں جو آئندہ اپنی عمر کے اعتبار سے تیس چالیس سال تک اپنے کندھوں پر علمی فریڈاریں کا بوجھا اٹھا سکیں گے؟ کیا وہ سماجی ذائقے داریوں کو پورا کرنے کے لیے نئے نئے تغیری کاموں کو شروع کرنے میں پیش قدمی کر سکیں گے؟ کیا وہ ہر قسم کے شہری اور پیشہ ورانہ مسلوں کو خنده پیشانی کے ساتھ حل کر سکیں گے؟ کیا اُج ان کو جو تعلیم اور تربیت دی جائی ہے اس کے ذریعے عام زندگی میں عوام کی رہنمائی کر سکیں گے۔ اور اپنے شہری، پیشہ ورانہ اور قومی مسائل کو تنقیدی نظر سے دیکھنے اور ان کا مناسب حل تلاش کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے؟ کیا وہ استادوں کی تعلیم کا نصاب پورا کرنے کے بعد ان تمام مسائل کو سمجھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ جن کا ہمارے دیہی اور شہری سماج کو اپنی زندگی میں روزانہ مقابلہ کرنا پڑتا ہے؟

اگر ان سوالات کا جواب نفی میں ہے تو ہمیں اپنے نصاب اور طریقہ کار میں مناسب تبدیلیاں کرنی ہوں گی۔ اور اپنے مدرسون میں ایسے حالات پیدا کرنے ہوں گے کہ انہیں اپنی اور اپنے گرد و پیش کی زندگی میں حصہ لینے کا پورا پورا موقع مل سکے۔ ہمیں اپنے وقت کا کچھ حصہ سماجی خدمت کے کاموں کو سکھانے میں صرف کرنا ہو گا۔ سماجی خدمت کا میدان نہایت وسیع ہے اور غالباً پڑا ہوا ہے۔

جو کام کیا جائے کہ اسماجی خدمت کا کام ہوگا۔ غریبوں اور بے کاروں کو کام سے لگا دینا اسماجی خدمت ہے۔ بیماروں اور دُکھیاروں کے دُکھ درد میں شریک ہوتا اور ان کی دستگیری کرنا اسماجی خدمت ہے۔ گندی گھیوں، نالیوں اور سڑکوں کو صاف کرانا، گندے مکانوں اور عوام کے استعمال کی گندی جگہوں کی صفائی اور گندگی کو مقررہ جگہوں پر ڈالنے کی تعلیم دینا اسماجی خدمت ہے۔ یہ سہاروں کو سہارا دینا اور بے پڑھوں کو پڑھا دینا اسماجی خدمت ہے۔ پُرانے اور روایتی رسم و رواج کو چھوڑ کرنے والات کے ساتھ مطابقت پیدا کرنا سکھانا اسماجی خدمت ہے۔ سیاسی اور اقتصادی مسائل کی طرف توجہ دلانا اور انھیں حل کرنے کا طریقہ سکھانا اسماجی خدمت ہے۔ مایوسوں کو آس دلانا اور ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنا اسماجی خدمت ہے۔ پھرے ہوئے ساتھیوں کو ملانا اور روٹھے ہوؤں کو ملانا اسماجی خدمت ہے۔ غرض یہ کہ انسانوں اور دوسرے جانداروں کی بھلانی اور ترقی سے متعلق ہر کام سماجی ہے۔ ہم اپنی اور اپنے پڑوسیوں کی زندگی کو منظم کر کے اسے خوش گوار بنانے اور آئینے کی طرح چمکانے کے لیے جو کچھ کریں گے اس کا شمار سماجی خدمت میں ہوگا۔

**چند ضروری اور اہم کام :-** استادوں کی تعلیم کے اداروں کو آس پاس کے محلوں اور بیتیوں کا جزو بننے کے لیے کچھ ایسے کام ضرور کرنے اور کرنے چاہیں جن کی بدولت عوام کو روزی کمانے اور اپنے ذرائع آمدی کو بہتر بنانے میں مدد مل سکے۔ جن کے ذریعے ان کے دلوں میں ذائقے داری کا احساس پیدا ہو اور وہ اپنے آپ کو جامعی زندگی کے لیے آمادہ کر سکیں۔ مدرسہ ان سے جو مدد اور مشورہ لے سکے وہ ضرور لیا جائے تاکہ انھیں اپنی اہمیت اور صلاحیت کا احساس ہوتا ہے۔ جامعی زندگی کی تنظیم اور اس کی بہبود کے لیے مدد کے پاس جو وسائل موجود ہوں ان کو یکجا کر کے عوام کے نمائندوں کے مشورے سے اس طرح استعمال کیا جائے کہ اسی کے سب ہی بیسے والوں کو فائدہ ہو سکے۔ مشقی تدریس کے پروگرام میں درجے کے اندرجاکر طلبہ کو پڑھائی کی مشق کے سوا کچھ سماجی خدمت کے کام مثلاً تعلیم بالغان اور رفاه عامہ کے کام بھی شامل کیے جائیں۔ اس کے علاوہ بڑوں اور بچوں کی تفریح کے لیے کھیل کوڈ، چھوٹے موٹے ڈراموں اور صحبت عامہ کے لیے اصول صحبت اور صفائی کی تعلیم کا انتظام بھی کیا جاسکتا ہے۔ ایسے اوقات میں چیزیں مدد سے کیے جائیں کہ عمارت خالی رہتی ہے، عوام کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لیے بہت سے کام کرائے جاسکتے ہیں۔ شلاگشید کاری، بنائی اور سلامی کا کورس، کھانا پکانے کا کورس، لکڑی کے کام کا کورس اور صحبت جسمانی اور ذہنی تعلیم کا کورس وغیرہ۔ ان کورسوں کی تنظیم میں متعلم استادوں سے مددی جاتے گی تو انھیں اس قسم کے

سماجی کام کرانے کا تجربہ ہو گا۔

استادوں کی تعلیم کے اداروں میں عام طور سے دو اجمنیں ہوتی ہیں۔ ایک طلبہ کی اجمن اور دوسرا استادوں کی اجمن۔ یہ دونوں اجمنیں آپسی صلاح مشورے سے اور کئی اجمنیں، کلب اور سوسائٹیاں بناسکتی ہیں۔ مثلاً ڈراما اور موسیقی کلب، سائنس کلب اور دستکاری کلب وغیرہ۔ ان اجمنوں کے ذریعے طلبہ ہیں شہری اور سماجی ذائقے داریوں کو بخھنے اور پورا کرنے کی تربیت دی جاسکتی ہے۔ ان اجمنوں کے ذریعے متعلم استادوں کو زندگی کے جملہ مسائل کو حل کرنے اور انفارادی اور اجتماعی زندگی کو خوش گوارا اور کارآمد بنانے کی تربیت دی جاسکتی ہے۔ تاکہ وہ با قاعدہ استاد ہونے کے بعد اپنے شاگردوں کو صحیح تعلیم دینے میں کامیاب ہو سکیں۔ ”استادوں کا مدرسہ“ کی اجمنوں کو مندرجہ ذیل کاموں کو خاص طور سے اپنے پروگرام میں شامل کرنا چاہیے :-

- ۱۔ مدرسے اور دارالاقامہ (ہوٹل) کی زندگی کو منظم کرنا۔
- ۲۔ تعلیمی اور تفریحی سیروں کا انتظام کرنا۔
- ۳۔ تعلیمی اور تفریحی جلسے گرنا۔
- ۴۔ صحیت و صفائی کے منصوبے پلانا۔
- ۵۔ تعلیم باللغان کا کام بالخصوص لکھنا پڑھنا سکھانے کا کام کرنا۔
- ۶۔ گردوبیش کے طبیعی ماحول کو خوب صورت اور خوش گوار بنانا۔
- ۷۔ محلے اور بستی کے بچوں اور بڑوں کے لیے تفریح اور کھیل کا انتظام کرنا۔
- ۸۔ عام پیشوں اور شغلوں کی بہتری کے لیے موسیقی یکجوان اور فلموں کا انتظام کرنا۔
- ۹۔ چھوٹے موٹے کام سکھانے کے لیے ”کم ترتیب“ پر کورس پلانا۔
- ۱۰۔ مشترک مفاد کے کاموں کے لیے مختلف قسم فن سوسائٹیاں بنانا۔

استادوں کی تعلیم کے اداروں کے منصوبوں کو مفید اور کارآمد بنانے میں سب سے زیادہ ذائقے داری استادوں کی اجمن پر عائد ہوتی ہے۔ یہ اجمن اپنے نمائندوں کی رہنمائی میں متعلم استادوں کو مختلف قسم کے کاموں کے ذریعے منظم زندگی کے فوائد سمجھا سکتی ہے۔ سے کے ذریعے سماجی خدمت کے کاموں کی تربیت دی جاسکتی ہے۔ اگر استادوں کی اجمن متنقق ہو تو مشقی تدریس کا پروگرام طلبہ کی اجمن کے مشورے سے اس طرح شروع کیا جاسکتا ہے کہ پہلے چند روزاتاً متعلم استاد اپنے نگرگاہ استادوں کی نگرگاہ میں مشقی تدریس کے مدرسے کے گردوبیش کی سماجی زندگی اور عام ماحول کا باظظر عارِ مشاہدہ کرس۔

اس کے بعد مشقی تدریس کے مدرسے کے استادوں کے تعاون سے طلبہ کے والدین کا ایک جلسہ کیا جائے جس میں مدرسے اور سماج کی ذمے داریوں اور ضرورتوں پر غور کیا جائے اور پھر اسی غور و فکر کی روشنی میں مشقی تدریس کا پروگرام مرتب کرایا جائے متعلم استاد مدرسے کے اوقات میں مدرسے میں رہیں اور مدرسے کے اوقات کے بعد کچھ وقت کے لیے مدرسے کے قریب کے محلے یا بستی میں جا کر اپنے شاگردوں کی مدد سے سماجی خدمت کے کام کرائیں اور ان کاموں کی اہمیت اور افادیت سے بچوں کے والدین کو باخبر رکھیں۔

مدرسے اور سماج کے درمیان رشتہ جوڑنے اور قائم رکھنے میں بچوں کے والدین سے بڑی مدد ملتی ہے اگر استاد کو والدین کا اعتماد حاصل ہو جاتا ہے تو پھر اسے ہر قسم کی مدد آسانی حاصل ہو سکتی ہے۔ والدین کے ذمے استاد کو بچوں کے تاثرات، ان کی دلچسپیوں اور ضرورتوں پر بتا لیتا ہے۔ استاد کو بہتر سیرت عالی میں والدین کو خوش رکھنے اور ان سے ملتے رہنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اسی لیے تو والدین اور اساتذہ کی انجمن کو اہمیت دی جاتی ہے کہ اس کے زیر انتظام وہ آپس میں ملیں اور اساتذہ ہنایت ہو شیاری اور حسن تدبیر سے والدین کو یقین دلائیں کہ مدرسہ تو زراعی ان ہی کا ہے۔ ان کے پچھے قوم کی امانت ہیں اور استاد اس پیش بہادولت کا امین اور نگران ہے، مشقی تدریس کے دوران نگران استادوں اور جماعت کے استادوں کو مل کر زیادہ سے زیادہ افسوسی واقع فراہم کرنے چاہیں کہ متعلم استادوں کو استادوں کی تمام ذمے داریوں کو تجوہ کر پورا کرنے کا بخوبی حاصل ہو سکے۔

(تیرہواں باب)

## مشقی تدریس اور سماجی خدمت

ایک بحث - ۱۹۶۰ء

ہم کہ چکے ہیں کہ تعلیمی اداروں بالخصوص استادوں کی تعلیم و تربیت کے اداروں کو اپنے گردو پیش کے محلوں اور بستیوں میں بسے والوں کی زندگی میں شرک بونا چاہیے۔ یہ بھی کہا جا چکا ہے کہ کوئی ادارہ سماجی زندگی کے سدھار کے لیے کس قسم کے کام کر سکتا ہے اور سماجی خدمت کے کاموں کی فہرست میں کیسے کیسے کام شامل ہیں۔ ہم نے جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی کے "استادوں کا مدرسہ"

میں مشقی تدریس کے پروگرام کے تحت سماجی خدمت کا ایک بھرپور کیا تھا جس کی تفصیل اور نتائج درج ذیل ہیں :-

جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی کا "استادوں کا مدرسہ" دہلی شہر سے تقریباً دس بارہ کلومیٹر دور جمنا کے کنارے، اوکھلا گانو کے قریب جامعہ نگر میں واقع ہے۔ چاروں طرف چھوٹے چھوٹے گانو بیں اور کچھ نئی آباد کالوں پیاس۔ ان گانووں میں ہندستان کے دوسرے گانووں کی طرح عزبت، جہالت، نااتفاقی، گندگی اور بیماری وغیرہ کا زور نظر آتا ہے۔ ہم اپنے متعلم استادوں (STUDENT-TEACHERS) کو نصاب کے مطابق تعلیم کے عام اصولوں اور مقاصد سے نظری اور عملی طور پر روشناس کرتے ہیں۔ انھیں بتایا جاتا ہے کہ تعلیم کا عام مقصود زندگی کو خوش گوار اور کامیاب بنانا ہوتا ہے۔ تعلیم زبردست وسیلہ ہے سماج کی اصلاح، بھلائی اور بہبود کا۔ چنانچہ ہم استادوں کی انجمن کے مشورے سے اپنے متعلم استادوں کو آس پاس کی بستیوں میں لے جا کر وہاں کی عام زندگی اور حالات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اس کو دل چسپ اور خوش گوار بنانے کے لیے سماجی خدمت کے کام کرتے ہیں۔

"استادوں کا مدرسہ" متعلم استادوں کو مشقی تدریس کے لیے ہر سال ان گانووں کے مدرسون میں بھیجتا ہے۔ ہمارے متعلم استادوں کے ایک گروپ نے جو بچاں افراد پر مشتمل تھا جو لینا گانو کے مدرسے میں مشقی اسیاق دینے کا فیصلہ کیا۔ اس فیصلے میں مشقی تدریس کے پروگرام کے نگران، مدرسہ کی انجمن اساتذہ اور جو لینا مدرسے کے اساتذہ کے مشورے کو بھی دخل تھا۔ ان سب کے مشورے سے یہ طے پایا کہ مشقی تدریس کے دوران مدرسے اور سماج دونوں کی ترقی اور بھلائی کے لیے کچھ ضروری کام کرائے جائیں گے اور دونوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کی کوشش کی جائے گی۔ اس مشترک فیصلے کے بعد "استادوں کا مدرسہ" کے ایک بھرپور کار استادوں کو اس گروپ کے کاموں کی نگرانی اور رہنمائی کی ذائقے داری تقویفیں کی گئی۔

پروگرام شروع کرنے سے پہلے "استادوں کا مدرسہ" کے بھرپور کار استاد کی صدارت میں ایک جلسہ ہوا جس میں جو لینا گانو کے مدرسے کے اساتذہ، "استادوں کا مدرسہ" کے استادوں اور متعلم استادوں نے شرکت کی۔ جلسے میں خاص طور سے اس مسئلے پر غور کیا گیا کہ درسیات کے لئے جتنے کو مشقی تدریس کے دوران پورا کیا جائے گا اور اس کے ذریعے مدرسے اور سماج کی زندگی کو کس طرح بہتر بنانے کی کوشش کی جائے گی۔ درسیات کے تفصیلی مطالعے اور مشقی تدریس کی

مقررہ مدت پر غور و خوض کرنے کے بعد بالآخر یہ طے پایا کہ اس وقت درسیات کے محض اتنے چھتے کو پڑھایا جائے گا جس کے ذریعے بچتے اور سماج دونوں کی ضرورتوں کو آسانی سے پُورا کیا جاسکے اور مدرسے کے طلبہ اور بستی والوں کی عام زندگی میں بہتر تبدیلی لائی جاسکے۔ اس فیصلے کی روشنی میں یہ بھی طے کیا گیا کہ مشقی تدریس کا پروگرام شروع کرنے سے قبل گاؤں کے عام حالات کا مشاہدہ کیا جائے۔ مدرسے کے عام ماقول، مدرسے کے بچوں اور بچیوں اور ان کی دلچسپیوں کا بھی مطالعہ کیا جائے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل سوالات مرتب کیے گئے تاکہ مطالعے اور مشاہدے میں کسی قسم کی دشواری نہ ہو اور پھر مطالعے اور مشاہدے کی روشنی میں مشقی اسیاق اور دینگ کاموں کا پروگرام مرتب کیا جاتے۔

### کیونٹی یا بستی کا مشاہدہ :-

- ۱ - گاؤں کی مجموعی آبادی کتنی ہے اور کس کس عقیدے اور مذہب کے لوگوں پر مشتمل ہے؟
- ۲ - گاؤں کی عام اخلاقی اور اقتصادی حالت کیسی ہے؟
- ۳ - گاؤں والے اپنے گاؤں کو صاف سہار کھنے کے لیے کیا کوشش کرتے ہیں؟
- ۴ - گاؤں پر بنیادی کیا کام کرتی ہے؟ اور سرچخ کون ہے؟
- ۵ - گاؤں میں کس کس مذہب کی عبادت گاہیں ہیں اور ان کی عام حالت کیسی ہے؟
- ۶ - گاؤں میں عام تفریح اور تکمیل کوڈ کے لیے کوئی انتظام ہے یا نہیں؟
- ۷ - گاؤں میں سماج سیوا کا کوئی کام ہوتا ہے یا نہیں؟
- ۸ - گاؤں میں کون کون لوگ زیادہ با اثر ہیں؟
- ۹ - گاؤں میں سب سے زیادہ با اثر پارٹی کون سی ہے؟
- ۱۰ - گاؤں میں کون کون سے پیشے اور دستکاریاں موجود ہیں؟
- ۱۱ - گاؤں میں مدرسے سے جانے والی عمر کے بچوں کی تعداد کتنی ہے؟
- ۱۲ - گاؤں کے گل کتنے بچتے مدرسے میں داخل ہیں؟

### مدرسے کا مشاہدہ :-

- ۱ - مدرسے کی عمارت کی جائے وقوع اور عام حالت کیسی ہے؟
- ۲ - مدرسے کی عمارت میں گل کرنے کرے ہیں اور وہ کس حالت میں ہیں؟

- ۳ - طلبہ اور استادوں نے مدرسے کو سجانے کے لیے کیا کوشش کی ہیں؟
- ۴ - طلبہ کے بیٹھنے کا کیا انتظام ہے اور کیسا ہے؟
- ۵ - مدرسے میں کون کون سے حرفے سکھائے جاتے ہیں؟
- ۶ - مدرسے میں کس قسم کا اور کتنا تعلیمی سامان ہے اور اسے رکھنے کا کیا انتظام ہے؟
- ۷ - مدرسے میں سماج سیوا کے لیے کس طرح کے کام کرائے جاتے ہیں؟
- ۸ - مدرسے میں طلبہ اور استاذ کی انجمنوں کے کیا کیا کام ہیں؟
- ۹ - مدرسے میں پینے کے پانی، کھیلنے کے میدان، کھیل کے سامان اور غسل غانوں کا انتظام کیا؟
- ۱۰ - مدرسے میں استادوں اور والدین کی انجمن کس قسم کے کاموں میں دلچسپی لیتی ہے؟
- ۱۱ - مدرسے میں طلبہ کی کل تعداد کتنی ہے؟
- ۱۲ - لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد میں کیا نسبت ہے؟

### بچوں کا اجتماعی مشاہدہ :-

- ۱ - پچھے مدرسے کی جماعتوں میں اور کھیل کے میدان میں ایک دوسرے کے ساتھ کس قسم کا سلوک کرتے ہیں؟
- ۲ - طلبہ اپنی جماعت کے کاموں میں کتنا اور کس طرح حصہ لیتے ہیں؟
- ۳ - مدرسے کی جماعتوں میں طلباء کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں آپس میں کس قسم کاررویہ اختیار کرتی ہیں؟
- ۴ - طلبہ مدرسے کے کتنے کاموں میں مشتمل ہیں مدرسہ اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔
- ۵ - طلبہ کی عام صحت اور صفائی کا کیا معیار ہے؟
- ۶ - مدرسے میں عام طور سے کون سے پچھے زیادہ شریر اور کون سے پچھے زیادہ شریعت بچھے جاتے ہیں؟

### بچوں کا انفرادی مشاہدہ :-

- ۱ - پچھے کا اپنے سے بڑوں کے ساتھ کیا کاررویہ رہتا ہے؟
- ۲ - پچھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیا کاررویہ رکھتا ہے؟
- ۳ - پچھے تشدید پسند طبیعت رکھتا ہے یا محبت کو پسند کرتا ہے؟

- ۳۔ بچہ اپنے جذبات کو کس طرح ظاہر کرتا ہے؟
- ۴۔ بچے میں کام کرنے کی عادت کیسی ہے؟
- ۵۔ چیزوں کو اپنانے کے لیے بچے کا کیا روتھ رہتا ہے؟
- ۶۔ بچے کو مدرسے سے کتنی محبت ہے؟
- ۷۔ بچہ اپنے مدرسے کی بھلائی کے لیے کیا کام کرتا ہے؟
- ۸۔ بچہ کس قسم کے پتوں سے ملتا پسند کرتا ہے؟

### استاد جماعت کا مشاہدہ :-

- ۱۔ استاد کی عام قابلیت کیسی اور کتنی ہے؟
- ۲۔ استاد کو اپنے معنایمن میں کتنی دلچسپی ہے؟
- ۳۔ استاد کا طریقہ تعلیم کیسا ہے؟
- ۴۔ استاد کا بچوں کے ساتھ کیسا سلوک رہتا ہے؟
- ۵۔ کیا استاد زندہ دل اور خوش مذاق ہے؟
- ۶۔ درجے کا ڈسپلن کیسا ہے اور ڈسپلن میں استاد اور علمبہ کا کتنا حصہ رہتا ہے؟
- ۷۔ استاد جس سبق کو پڑھا رہا ہے اس کے مقاصد واضح ہیں یا نہیں؟
- ۸۔ استاد بچوں کو کس حد تک سوچنے لمحے اور تنقید کرنے کا موقع درتا ہے؟
- ۹۔ کیا استاد نے سبق کو اپنی طرح تیار کر رکھا ہے؟
- ۱۰۔ کیا یہ ثابت ہوتا ہے کہ علمی تجربوں کے انتخاب میں استاد اور شاگرد دنوں کا حصہ ہے؟

### درسیات کا مطالعہ :-

- ۱۔ ہر درجے میں کون کون سے معنایمن پڑھاتے جاتے ہیں اور ان کے لیے کتنا وقت دیا جاتا ہے؟
- ۲۔ کیا درسیات میں انفرادی امتیازات کا الحاظ رکھا گیا ہے؟
- ۳۔ کیا درسیات کو زندگی سے مربوط کیا جاتا ہے؟
- ۴۔ کیا درسیات میں حسب ضرورت تبدیلی کی گنجائش رکھی گئی ہے؟
- ۵۔ کیا معنایمن کو کسی حرفاً یا مشنے سے مربوط کر کے پڑھایا جاتا ہے؟

- ۶۔ کیا مصنایں کی تعلیم سے سماجی مسائل کو بخوبی اور حل کرنے میں مدد ملتی ہے؟
- ۷۔ کیا مصنایں کو پڑھاتے وقت بچوں کی دلچسپی اور آزادی کا خیال رکھا جاتا ہے؟
- ۸۔ کیا مصنایں کی تعلیم سے بچوں کی تعمیری صلاحیتوں میں مدد ملتی ہے؟
- ۹۔ کیا روزانہ کے اسباب اور مرستے کی تعلیم کے عام مقاصد میں کیا کوئی رابطہ اور تعلق رہتا ہے؟
- ۱۰۔ کیا درسیات کو اکائیوں (UNITS) میں تکمیل کر کے پورا کرایا جاتا ہے؟

ان سوالات کے تحت مختلف استادوں کی مختلف تولیوں نے مرستے کے عام حالات کا مطالعہ کیا۔ اس کے بعد ایک جلسہ کیا گیا۔ جس میں مرستے کے تمام استادوں، "استادوں کا مدرسہ" کے متعلم استادوں، مرستے کے تمام طلبہ اور ان کے والدین اور مقامی ذمہ دار حضرات نے شرکت کی۔ حالات سے متعلق پوروں کی روشنی میں باہمی مشورے سے چار ہمینہ کے لیے ایک نصیب مرتب کیا گیا۔ نصیب کے انتخاب اور ترتیب میں نظری مصنایں پڑھانے کے علاوہ مندرجہ ذیل ضرورتوں کو پورا کرنے کی خاص طور سے سفارش کی گئی۔

### چند ضروری ترین :-

- (۱) مرستے کی عمارت کی مرمت اور صفائی کرانا۔
- (۲) گاؤں میں بطور نمونہ عام صفائی کا کام اور انتظام کرنا۔
- (۳) جماعت کے کروں کو سجاانا۔
- (۴) طلبہ کی اجتماعی اور انفرادی صحت اور صفائی کا پروگرام بنانا۔
- (۵) غسل خانوں اور پاخانوں کی صفائی کا انتظام کرنا۔
- (۶) پینے کے پانی کا انتظام کرنا اور مرستے میں بچوں کی دوکان کھلوانا۔
- (۷) کم از کم دو تین تقریبات منانا مثلاً دیوالی ملن کا جلسہ، گاندھی جی کا یوم وفات اور بچوں کا دن منانا۔
- (۸) شام کے وقت مرستے میں گاؤں والوں کے لیے ڈاکو فیٹری فلمیں دکھانا
- (۹) مشقی تدریس کا پروگرام پورا ہونے پر مرستے کے کاموں کی نایش اور کھیلوں کے مقابلے کا انتظام کرنا۔

## کام کا طریقہ :-

اس جلسے کے بعد متعلم اسٹادوں نے اپنے اپنے شاگردوں کی مدد سے کاموں کی تقسیم کی۔ اس کے اعتبار سے کام کرنے والوں کی مکیتیاں بنادی گئیں۔ مدرسے کے پورے وقت کو دو حصوں ہیں تقسیم کیا گیا۔ صبح کا وقت نظری تعلیم کے لیے مقرر کیا گیا اور شام کا وقت عملی کاموں کے لیے۔ اس طرح متعلم اسٹادوں نے مشقی تدریس کے اسلئے میں صبح سے شام تک کام کرنا شروع کیا۔ مدرسے کے طلبہ نے جماعت وار اپنے اپنے کاموں اور اپنی ذائقے داریوں کو قبول کیا مثلاً اپنی جماعت کے طابہ نے مدرسے کے فرنچیز کی صفائی، دوسری جماعت کے طلبہ نے مدرسے کے کروں کی صفائی اور تیسرا جماعت والوں نے مدرسے کے کھیل کے میدان کی صفائی، چوتھی والوں نے غسل خانوں کی صفائی اور بیٹھنے کے پانی کا انتظام اور پانچوں جماعتوں کے طلبہ نے مدرسے کی عام صفائی اور مرمت کا کام، بھیڑی اور ساتویں جماعت والوں نے جلسوں اور تقریبات کا انتظام اور آنکھوں جماعت والوں نے مدرسے کی عمارت کی مرمت اور مدرسے میں فلمیں دکھانے کی ذائقے داری قبول کی گانوں کی صحبت و صفائی سے متعلق کاموں اور پورے مدرسے کو بہتر بنانے سے متعلق کاموں کی ذائقے داری سب کی ذائقے رہی اور یہ سب کام متعلم اسٹادوں کی نکرائی میں ہوئے۔

ہر جماعت کے طلبہ نے اپنے متعلقہ اسٹادوں (اسٹاد جماعت اور متعلم اسٹاد) کے مشوروں سے ضروری سامان کی فہرست تیار کی۔ پھر اس کو فراہم کیا اور بالآخر کام شروع کر دیا۔ ان کاموں کی وجہ سے مدرسے میں ایک خاص قسم کی جہل پہلے نظر آنے لگی۔ گانوں والوں نے مدرسے میں اور مدرسے والوں نے گانوں میں آنا جاتا اور کام کرنا شروع کر دیا۔ والدین کا جلسہ کر کے مدرسے کے کاموں پر رoshni ڈالی گئی۔ انہوں نے مدرسے کی صفائی اور طلبہ کی تمیری کوششوں کے نتائج دیکھنے کے بعد نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ ہر امکانی امداد کا وعدہ کیا۔ مدرسے کے طلبہ اور متعلم اسٹادوں نے شروع میں ان کاموں کی طاقت توجہ دی جن کو والدین کی امداد کے بغیر کیا جا سکتا تھا۔ مثلاً یا لغبائی کے لیے کیا ریاں تیار کرنا۔ کھیل کے میدان کی صفائی، جماعت کے کروں کی آرائش اور مرمت وغیرہ اسی طرح انہوں نے گانوں کی گلیوں اور پچایت گھر کی صفائی کا کام بغیر کسی دوسرے کی مدد کے کر ڈالا۔

**کام کے نتائج :-** اس قسم کے کاموں کو کر لینے سے مدرسے اور گانوں کی شکل بدی ہوئی نظر آنے لگی۔

گاڑی مدرسے کے کاموں کا چرچا ہوا۔ والدین اپنے بچوں کی باتیں سن کر اور ان کے جوش کو دیکھ کر خوش ہوتے۔ انہوں نے ایک عام جلسے میں بچوں کی مزروتوں پر مدد و دی کے ساتھ غور کیا جلے کے آخر میں گاڑی کے نمبردار صاحب کی زبانی اعلان کیا گیا کہ گاڑی والے مدرسے کی عمارت کے چاروں طرف چہار دیواری بنوائیں گے۔ اس کے علاوہ مدرسے کے کتب خانے اور بچوں کے لکھیں کے سامان کے لیے پانچ ہزار روپے تقدیر عطا فرمائے۔

جلے کے دوسرے دن مدرسے کے نگران صاحب نے اپنے حلقة کے تعلیمی سپر وائز صاحب کو مدعو کیا۔ وہ تشریف لائے اور سب کا لوں کو دیکھنے کے بعد انہوں نے مدرسے کے تمام طلبہ اور اساتذہ کے سامنے اعلان کیا کہ وہ محکمہ تعلیمات کی طرف سے بھی کتب خانے کے لیے کتابیں اور مدرسے کے لیے مزید فری خردا میں گے۔ ان کے اس اعلان اور تعلیف سے مدرسے کے استادوں اور طلباء کی ہمت افزائی ہوئی۔ اس کے بعد طلبہ نے گاڑی کے ذمے دار حضرات اور سپر وائز صاحب کو شکریے کے خط بھیجے۔ ساتھ ہی ساتھ نمبر وار صاحب سے درخواست کی گئی کہ وہ گاڑی کے بڑھی، لوہا اور معمار صاحبان سے بھی مدرسے کی مدد کرائی۔ چنانچہ ان لوگوں نے بالکل اعزازی طور پر مدرسے کی چہار دیواری چھینے، دروازے اور الماریوں غیرہ کے بنائے کا کام انجام دیا۔ اس طرح متعلم استادوں کی سولہ ہفتے کی کوششوں سے مدرسے کی شکل بدل گئی۔ طلبہ ان کے والدین، نیز بستی والوں کی مدد اور کوشش سے مدرسے کی ضرورت کی بہت چیزوں میں آگئیں۔ مدرسے کے اس انفرادی اور اجتماعی منصوبے کے دوران طلبہ نے زبان، ریاضی، سماجی علوم، عام سامنس، ڈرائیورنگ اور حروف کی تعلیم پا مقصد اور بامعنی طور پر حاصل کی مشقی تدریس کا پروگرام ہوتے وقت ایک اور عام جلسہ کیا گا جس میں بچوں کے کاموں کی نالیش کی گئی۔ طلبہ نے اپنے اپنے کاموں کی روپریتی جماعت انیزروں کے ذریعے پیش کیں۔ جو کام کر سکے ان کا ذکر کیا اور جو پورے نہ ہو سکے ان کا ذکر اس طرح کیا کہ پورا نہ ہو سکنے کی وجہات سمجھ میں آگئیں۔ اس طرح کام کرنے سے ہمارے متعلم استادوں نے صحیح طور پر معلم کے فرائض انجام دینے کی تربیت حاصل کی۔ ان کی کوشش اور کاموں کی وجہ سے چار ہمیٹر کے اندر جو لینا کے مدرسے اور گاڑی کا چولا بدل گیا مدرسے کے بچوں میں مدرسے اور اس کے کاموں سے ایک قسم کا حصیقی تعلق پیدا ہو گیا۔ گاڑی والے بچوں کے کہ سماجی ترقی اور خوش گوارنمنڈی کے حاصل کرنے کا بس یہی ایک موثر طریقہ ہے کہ مدرسے کو بہتر سے بہتر حالت میں رکھا جائے اور یہ کام باہمی کوششوں اور اشتراک عمل سے ہو سکتا ہے۔ طلباء نے کام کے ذریعے اپنی تخفیت کے چھپے ہوئے گنوں کو پہچانا اور استادوں

تلقین کے ساتھ یہ مان لیا کہ مزورتوں اور دچپیوں پر مبنی کاموں کے ذریعے صحیح تعلیم دی جا سکتی ہے۔ کام کے ذریعے سیکھا ہوا علم عمر بھر کام آتا ہے۔ اس منصوبے میں حصہ لینے والوں نے مجموعی اعتبار سے یہ سیکھا کہ کام کے ذریعے تعلیم کے اصول کی بنیاد انسانیت کی تعلیم پر ہے۔ کام کے ذریعے تعلیم کے اصول کی بنیاد فرد کی شخصیت کی ہمہ جہت نشوونما پر ہے اور کام کے ذریعے تعلیم کی بنیاد آدمی کو انسان بنانے پر ہے۔ جو لینا گاونے کے درستے کے تجربے نے یہ ثابت کر دکھایا کہ قسم کے ایسے ہی طریقوں سے نئی شلوٹ کو ان کی ذہنی، جسمانی اور اخلاقی قوتوں کو فروع دے گر خدا کی خلافت کا کار و بار سنبھالنے کے قابل بنایا جاسکتا ہے۔ ہم بلاشبہ اس قسم کی تعلیم کے ذریعے ایسی سماج بنانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں جس میں حق اور انصاف کی بات کہنے والے مل سکیں گے۔ جس میں انسانیت اور صدر حرمی کی حفاظت کی جاسکے گی۔ جہاں آزادی ہوگی اور ہر شخص آزادی کے ساتھ جمہوری زندگی کا لطف حاصل کسکے گا۔

---

# اصطلاحات

ADJUSTMENT	مطابقت
BEHAVIOUR	کردار
CURRICULUM	نصاب تعلیم
CURRICULAR ACTIVITIES	نصابی مشاغل
COCURRICULAR ACTIVITIES	معاون نصابی مشاعل
CUMULATIVE RECORD	مجموعی رکارڈ
DEVELOPMENT	نشونا
ENVIRONMENT	ماحول
EVALUATION	تعیین قدر۔ تقدير
GUIDANCE	رہنمائی
GUIDE	رہنمایا
INTELLIGENCE TEST	قدرت فہانت
INTERACTION	تعامل
LEARNING	تعلیم۔ تغییر
LESSON PLANNING	اشارة اسکیاں
METHOD OF TEACHING	طریقہ تدریس۔ طریقہ تعلیم
NORMAL	عام۔
OBSERVATION	مشاہدہ
PLANNING	منصوبہ بندی
PRACTICE TEACHING	مشقی تدریس
PRACTICING SCHOOL	مشقی اسکول
PUPIL,TEACHER,STUDENT,TEACHER	متعلم استاد
PROBLEM CHILD	مسئلہ خیز جوہر
SUPERVISING TEACHER	نگران استاد
SYLLABUS	درسیات
TEACHING	تدریس
TEACHING AIDS,TEACHING MATERIAL	امدادی اور توضیحی سامان
UNDERSTANDING CHILD	بچہ کا مطالعہ

## BIBLIOGRAPHY

1. ADAMS, H.P AND DICKEY, F.C., PRINCIPLES OF SUPERVISION, AMERICAN BOOK COMP., NEW YORK, 1958
2. ADAMS, R.W., AND TONLOUSE, R.B., STATE PROGRAMMES FOR PROVIDING GOOD LABORATORY FACILITIES IN TEACHER EDUCATION. THIRTY THIRD YEAR BOOK. ASSOCIATION FOR STUDENT TEACHING, LOCK HAVEN, PA. 1954
3. ALLESSIA, MARY AND OWENS K. HANDBOOK FOR THE STUDENT TEACHING SEMESTER, LEWIS UNIVERSITY ROMEOVILLE, ILLINOIS, 1983
4. BROWN, T.J. STUDENT TEACHING IN SECONDARY SCHOOL, HARPER BROTHERS, NEW YORK, 1960.
5. COMBS, A.W., THE PROFESSIONAL EDUCATION OF TEACHERS, ALYN AND BACON, INC., BOSTON, 1965
6. CROW, L. AND CROW ALICE, THE STUDENT TEACHERS IN SECONDARY SCHOOL, DAVID MCKAY COMP., NEW YORK, 1964
7. COMMISSION ON TEACHER EDUCATION, TEACHERS FOR OUR TIME, AMERICAN COUNCIL ON EDUCATION, WASHINGTON D.C., 1944
8. GRIM P.R., AND MICHAELIS, JOHN, THE STUDENT TEACHER IN SECONDARY SCHOOL, PRENTICE HALL, INC. NEW YORK, 1953
9. HEYWOOD, JOHN, CONSIDERING THE CURRICULUM DURING STUDENT TEACHING, NICHOLS PUBLISHING COMP., NEW YORK 1984
10. HANES EDWARD C., AND OTHERS, STUDENT TEACHERS ALTITUDES REGARDING THEIR EXPERIENCES IN STUDENT TEACHING: A SURVAY, ASSOCIATIONS OF TEACHERS EDUCATION LEXINGTON KY 1984
11. HANNA, L.A. AND OTHERS, UNIT TEACHING IN THE ELEMENTARY SCHOOL HOLT, RINEHART & WINSTON, N.Y. 1963
12. HOLMES GROUP, TOMORROW'S TEACHERS: A REPORT OF HOLMES GROUP, THE HOLMES GROUP, MICHIGAN, 1986
13. MECK NALLEY, H.J., "EVALUATION OF WHAT? FOR WHAT?" THE EDL. ADMINISTRATION AND SUPERVISION 35:3648 JANUARY 1949
14. RICHEY, W., PLANNING FOR TEACHING MAGRAW HILL COMP., NEW YORK, 1963
15. RUCHER, W.R., "TRENDS IN STUDENT TEACHING FROM 1932 TO 1952" JOURNAL OF TEACHER EDUCATION, 4:261-263 DECEMBER 1953
16. SMITH, T.F., (E.D) TEACHER EDUCATION: A REAPPRAISAL, HARPER & ROW PUBLISHERS NEW YORK, 1962
17. SOTHS, T.F., REFORMING TEACHER EDUCATION: THE IMPACT OF HOLMES GROUP REPORT, TEACHERS COLLEGE, COLUMBIA UNIVERSITY PRESS, NEW YORK, 1987
18. STRATEM EYER, F.B., & LINDSEY M., WORKING WITH STUDENT TEACHERS, TEACHERS COLLEGE, COLUMBIA UNIVERSITY PRESS, NEW YORK 1961
19. STONES, E.A. MORIS, S., TEACHING PRACTICE PROBLEMS AND PRACTICES, LONDON, 1972
20. LISDALE, P.C., TEACHING IN ELEMENTRY SCHOOLS: A GUIDE FOR STUDENT TEACHERS, CHARLES C. THOMAS PUBLISHERS, ILLINOIS, 1983
21. TREYER, M.E., EVALUATION IN TEACHER EDUCATION, AMERICAN COUNCIL ON EDUCATION, WASHINGTON D.C., 1964.

**₹ 62/-**

ISBN: 978-81-7587-611-8



9 788175 876118